ماہنامہ

شیرازہ

سرینگر، کشمیر

جلد: ۴۸ | **ہم عصر شاعری انتخاب نمبر** | شمارہ: ۱۰

نگران : ظفر اقبال منہاس

مدیر اعلیٰ : محمد اشرف ٹاک

معاون : سلیم سالک

جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز

ناشر : سیکریٹری، جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز

کمپیوٹر کمپوزنگ : عادل اسماعیل

مطبع : کاف آفسیٹ پرنٹرس، نئی دہلی

''**شیرازہ**'' میں جو مضامین شائع ہوتے ہیں
اُن میں ظاہر کی گئی آراء سے اکیڈیمی یا ادارے کا
کُلاً یا جزواً اتفاق ضروری نہیں۔

قیمت :- ۲۵ روپے (پیپر کور)

سرورق : بشیر احمد

☆...... خط و کتابت کا پتہ:

محمد اشرف ٹاک

مدیر اعلیٰ ''شیرازہ'' اُردو

جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز

سرینگر/ جموں

فہرست

حرفِ آغاز

شاعری اہمیت اور تاثیر مسلّمہ ہے۔ اِس بارے میں صدیوں سے اتنا لِکھا جا چُکا ہے کہ جس میں مزید اضافے کی گنجایش بہت کم رہتی ہے۔ اس کے باوجود شاعری کی توضیح اور توجیہہ پر مختلف ادوار میں لکھا جاتا رہا ہے اور یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

فیض احمد فیض ''دستِ صبا'' کے ابتدائیہ میں شاعر اور شاعری کی بابت لکھتے ہیں کہ شاعر کا کام محض مشاہدہ نہیں، مجاہدہ بھی اِس پر فرض ہے۔ گردوپیش کے مضطرب قطروں میں زندگی کے دَجلہ کا مشاہدہ اس کی بینائی پر ہے۔ اِسے دوسروں کو دِکھانا اس کی فنی دسترس پر ____ اس کے بہاو میں داخل ہونا اس کے شوق کی صلابت اور لہو کی حرارت پر ____ اور یہ تینوں کام مسلسل کاوش اور جدوجہد چاہتے ہیں۔

قاضی عبیدالرحمٰن کے خیال میں شاعری ہمیں ایک ایسی جمالیاتی کائنات سے روشناس کراتی ہے جو بسیّط بھی ہے اور فرّاح بھی ____ اعلیٰ شاعری کے بارے میں یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ اِس کے توّسط سے ہم

ایک ایسی نادیدہ، پُراسرار، ماورائی اور دِلکش کائنات میں داخل ہوجاتے ہیں جو ہماری کائناتِ آب و گِل کے مقابلے میں کہیں زیادہ جاذبِ نظر، متوازن اور دلفریب ہوتی ہے۔ یہ کائنات جو ایک جاودانی شانِ بہار کی حاصل ہوتی ہے، اِس کی تعمیر شاعر شعری محاکات، لفظیات، تمثیلات اور اصوات وعلائم سے کرتا ہے۔ شاعرانہ لطافتوں سے معمور اِس سرزمین میں شاعر نے جو بزمِ خیال سجائی ہے وہ چہروں کی تابانی سے روشن ہوگئی ہے۔ شاعری کو تجربے کی تجسیم (Incarnation) کا عمل بتایا گیا ہے۔ شاعری کی جو مختلف تعریفیں کی گئیں ہیں اُن میں ایک عنصر جس کا ذکر تواتر کے ساتھ کیا گیا ہے، آفاقیت Universality کا عنصر ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ شاعری میں محض انفرادیت تجربات کی عکاسی نہیں ملتی بلکہ اِس عکاسی میں ایک نوع کی عمومیت، ہمہ گیری اور ہمہ جہتی پائی جاتی ہے۔

یہ بھی تسلیم کیا گیا ہے کہ شاعر کا قلم محض انعام واکرام کے لئے نہیں لکھتا۔ وہ اپنی آزادانہ رائے اور آزادیِ فکر ہی کو اپنے قلم کی آبرو سمجھتا ہے۔ یہی اُس کا انعام ہوتا ہے۔ اس کے خیالات کو بیڑیاں نہیں پہنائی جاسکتیں۔ جو درد وہ محسوس کرتا ہے اُسے زیبِ قرطاس کرتا ہے۔

اِسی پسِ منظر میں یہ بات شدّت سے محسوس کی جارہی تھی کہ ریاست میں ہمعصر شعری منظرنامے کا انتخاب ایک ہی لڑی میں پروکر اِسے

اصحابِ نقد ونظر کے محاکمے کے لئے پیش کیا جائے۔ گزشتہ تقریباً ایک صدی سے ریاست کے اردو شاعروں نے شعری ادب میں نُمایاں اور قابلِ قدر حصہ ادا کیا ہے بلکہ بعض کا شمار اردو کے اُن اہم شاعروں میں ہوتا ہے جن کی شاعری اور شخصیت دونوں ہی اَپنی نوعیت اور اہمیت کے اعتبار سے ناقدین کی توجہ کا مرکز رہے ہیں۔ اُن کی شاعری کے مختلف گوشوں پر اہلِ علم نے مختلف جہات سے اظہارِ خیال کیا ہے اور یہ سلسلہ جاری ہے۔

فی الوقت ریاست کے شعری منظر نامے کی صورتِ حال کیا ہے، کون سے نئے تجربے کئے جا رہے ہیں اور اِس میدان میں کون سے نو وارد اَپنا ہنر آزما رہے ہیں اِس کی شیرازہ بندی ادارے کا فرض عین بن جاتا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر دور میں معدودے بعض اصحاب کے اکثر وقت کی گرد کے نیچے گوشۂ گمنامی کی نذر ہو جاتے ہیں۔ اِس کے لئے بہت سی وجوہات گردانی جا سکتی ہیں جن کا اعادہ یہاں پر تضیع اوقات ہے۔

شیرازہ کی زیرِ نظر خصوصی اشاعت اَپنی نوعیت کی اوّلین کوشش ہے جس میں پہلی جست میں ریاست کے ایک سو ہمعصر شعراء کرام کے کلام کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس کوشش کو اگر مکمل نہیں لیکن جامع ضرور کہا جا سکتا ہے۔ اساتذہ کے ساتھ ساتھ بعض نو آموز شعراء کے کلام کا انتخاب ریاست کے ہمعصر شعری منظر نامے کا محاکمہ کرنے کا بہترین موقعہ فراہم

کرے گا۔ اِس سلسلے میں اصحابِ نقد و نظر کی رائے جان لینے کے بعد عین ممکن ہے کہ ہمیں آگے بڑھنے کا حوصلہ مل سکے اور ریاست کے جن اردو شعراء کے کلام کا انتخاب ہم اِس خصوصی نمبر میں شامل نہیں کر سکے اِسے آئیندہ شامل کیا جا سکے۔

ایک سو شعرائے کرام کے کلام کا انتخاب اور متعلقہ لوازمات پورا کرنے میں ہمیں خاصی مشقت کرنا پڑی۔ کوشش رہی کہ ہم اُن دور دراز علاقوں کا احاطہ کر سکیں جہاں کے شعرائے کرام کو بعض سہولیات دستیاب نہیں ہوتی ہیں اور اُنہیں بھی مناسب پلیٹ فارم بہم کرایا جا سکے۔ زیرِ نظر اشاعت خصوصی کا خاکہ سیکریٹری اکیڈیمی جناب ظفر اقبال منہاس کی ایما پر ترتیب دیا گیا۔ ادارہ تمام شعرائے کرام کا انتہائی ممنون ہے جنہوں نے اس سلسلے میں ہمیں اپنے دستِ تعاون سے نوازا ہے۔

بہر حال ہم اپنی نوعیت کی اِس پہلی کوشش میں کہاں تک کامیاب ہوئے ہیں اور اس سلسلے میں اور کیا کیا جا سکتا ہے، اِس بارے میں ہمیں آپ کی رائے کا انتظار رہے گا۔

محمد اشرف ٹاک

حامدی کاشمیری

Academy Urdu\Photos with name\Hamidi Kashmiri.jpg not found.

نام	: حبیب اللہ بٹ
قلمی نام	: حامدی کاشمیری
تاریخ پیدائش	: ۲۹ر جنوری ۱۹۳۲ء، بہوری کدل، سرینگر
تعلیم	: پی۔ایچ۔ڈی (اُردو)
تصانیف	: تنقید......۲۷ کتابیں، فکشن......۸ کتابیں شاعری......۱۰ مجموعے
شعری مجموعے	: عروسِ تمنا، نایافت، لاحرف، شاخِ زعفران، وادیٔ امکان، خوابِ رواں، یک شہرِ گماں، نارس اَتھہٕ واس، یَتھ میانہٕ جویہ، آوازواُژی نو۔
اعزازات	: پدم شری، ساہتیہ اکاڈمی ایوارڈ، کلچرل اکادمی ایوارڈ، اُتر پردیش اکادمی ایوارڈ، غالب ایوارڈ، بنگال اُردو اکادمی ایوارڈ، بہار اُردو اکادمی ایوارڈ
پتہ	: کوہِ سبز، مسعود منزل، شالیمار سرینگر

❖

○

چہرے کو بے نقاب کرنا تھا
ہر حقیقت کو خواب کرنا تھا

خون رخشندہ کو اُچھلنا تھا
رات کو آفتاب کرنا تھا

یا بہ گل ہیں خار صدیوں سے
کوئی کارِ ثواب کرنا تھا

تم نے آنے میں دیر کرلی ہے
ہر نفس کا حساب کرنا تھا

کھول دیتے ہیں کیوں درِ زنداں
کون سا اب عذاب کرنا تھا

ہر نفس وہ قریب آتی گئی
خود سے بھی اجتناب کرنا تھا

❖

○

طالبِ لطف و کرم ہونا ہی تھا
وارد بابِ حرم ہونا ہی تھا

ہوگئے بے گانۂ عقل و شعور
کچھ تو اثبات عدم ہونا ہی تھا

ہوگئے محروم بینائی تو کیا
نور کو ظلمت میں ضم ہونا ہی تھا

بلبلیں کتنا ہی گاتیں، جھومتیں
دیدۂ نرگس کو نم ہونا ہی تھا

تھا خلائے بے نہایت کا سفر
مہر و مہ کے ہمقدم ہونا ہی تھا

وہ مٹاتے تھے نشان کشتگاں
خون دل سے یہ رقم ہونا ہی تھا

❖

○

ملنے کا اہتمام کرنا تھا
اُن کا جینا حرام کرنا تھا

میرے آتے ہی بند کی آنکھیں
رشتے کا احترام کرنا تھا

وادیٔ مرگ کا بلاوا ہے
جینے کا انصرام کرنا تھا

شام سے ہی چنار لرزاں ہیں
صبح کو قتلِ عام کرنا تھا

اب کوئی مرحلہ نہیں باقی
کام اپنا تمام کرنا تھا

بے درو بام ہے سرا تو کیا؟
صبح تک ہی قیام کرنا تھا

❖

○

گراں تھی رات بہت بے خبر زمانہ تھا
بس ایک اختر بے تاب محرمانہ تھا

میں جانتا ہوں ہمیں چھوڑ کے نہ جائے گا
ہر ایک کام میں انداز عاجلانہ تھا

کیا تو خانۂ عارف کو ہی کیا مسمار
ہوائے کوہ کا اقدام منصفانہ تھا

شرار برق، تلاطم، سیاہیاں، صرصر
کسے خبر تھی یہ اک ساتھ پیش آنا تھا

حساب رکھتے تھے ساحل نشیں موجوں کا
ہمارے واسطے طوفان مکاشفانہ تھا

❖

○

سب کو آشفتہ کار ہونا تھا
دشت کو بے کنار ہونا تھا

زندگی کا شعور کرنے کو
موت سے ہمکنار ہونا تھا

بے سبب تھا نہ خاک ہو جانا
راز کو آشکار ہوناتھا

اتنے سارے حجاب حائل تھے
دل کو بے اختیار ہونا تھا

دشت کی دھوپ سے پگھلتے رہے
ابر کو سایہ دار ہونا تھا

ہم کہاں دفن ہوتے وادی میں
راجع کوہسار ہونا تھا

❖

عرشؔ صہبائی

نام : ہنس راج ابرول

قلمی نام : عرشؔ صہبائی

تاریخ پیدائش : ۳؍دسمبر ۱۹۳۰ء، سیری اکھنور

تعلیم : ایف۔اے

تصانیف : شکستِ جام، شگفتِ گُل، صلیب، اسلوب، ریزہ ریزہ وجود، نایاب، چشمِ نیم باز، دسترس، توازن، اساس، عکسِ جمال، یہ جھونپڑے یہ لوگ، تجھ بن چین کہاں، خوشبو تیرے بدن کی، سائے تیری یادوں کے، انجم کدہ (تذکرہ)، یہ جانے پہنچانے لوگ (تذکرہ)

اعزازات : کلچرل اکیڈیمی ایوارڈ (تین بار)

پتہ : ۵۳؍ریشم گڑھ کالونی، جموں

فون نمبر : 0191-2544088

❖

○

جو زندگی میں ہر گھڑی خلوت پسند ہے
وہ خواب کی طرح مری آنکھوں میں بند ہے

آوازِ گُم شُدہ کے سوا اور کچھ نہیں
اس دور میں جو شخص حقیقت پسند ہے

اوروں کی خوبیوں کا کبھی معترف نہیں
معلوم ہے مجھے وہ بڑا خود پسند ہے

یہ چھوڑیئے کہ راہ میں ہیں کتنی مشکلیں
یہ دیکھئے کہ حوصلہ کتنا بلُند ہے

نظروں نے کر لیا ترے چہرے کا انتخاب
دل سے میں پوچھ لوں کہ اسے کیا پسند ہے

بُنیاد زندگی کی اُصولوں پہ ہے مگر
اِن پر کسی طرح بھی کوئی کار بند ہے

میں مشکلوں کے سامنے جھکتا نہیں کبھی
مجھ کو بڑے وقار سے جینا پسند ہے

اُس کی نظر میں جذب ہیں جذبات دل کے عرشؔ
اک بحرِ بیکراں ہے جو کوزے میں بند ہے

❖

○

نظر میں جو بھی ہے منظر، غُبار جیسا ہے
مِرا معاشرہ خستہ مزار جیسا ہے

بدلتا رہتا ہے ہر ایک چیز کا محور
جہاں میں جھوٹ بھی اَب اعتبار جیسا ہے

کہوں تو کیا کہوں میں کتنا دل شکستہ ہوں
نظر کے سامنے ہے حالِ زار، جیسا ہے

نہیں ہے بادِ صَبا کا کبھی گزر جس سے
وہ گُلستاں بھی تو اک خار زار جیسا ہے

وہ غم ہوں رنج ہوں اس کے حسیں کنارے ہیں
یہ دل بھی درد کی اک جوئبار جیسا ہے

کرم کی بات ہو تو سر بہ سر ہے اک صحرا
مگر جفاؤں میں وہ آبشار جیسا ہے

ہے کتنی آرزو میری کہ اُس کی نذر کروں
مگر یہ دل کسی اُجڑے دیار جیسا ہے

جو چھو کے آیا ہے اُس کو ہوا کا جھونکا عرشؔ
بہار تو نہیں لیکن بہار جیسا ہے

❖

○

مدتوں سے کوئی محشر سا بپا ہے مجھ میں
میں سمجھ پایا نہیں ہوں کہ یہ کیا ہے مجھ میں

کتنی آوازوں کا اک شور بپا ہے مجھ میں
ایسا لگتا ہے کوئی شہر بسا ہے مجھ میں

میں فروزاں ہوں اگر کس کی حیا ہے مجھ میں
مجھ کو معلوم نہیں کون چھپا ہے مجھ میں

جو ستم بھی ہے وہ مخصوص ہے میری خاطر
زندگی! تو ہی بتا ایسا بھی کیا ہے مجھ میں

اِس لئے کھائی نہیں گردشِ دوراں سے شکست
یہ بھی کیا کم ہے کہ جینے کی ادا ہے مجھ میں

بعض اوقات مجھے خود پہ بھی رشک آتا ہے
بات کرنے کا ہر انداز جدا ہے مجھ میں

بھول سکتا نہیں میں اُس کو کسی صورت عرشؔ
کوئی نشتر کی طرح ٹوٹ گیا ہے مجھ میں

❖

○

تذکرے اُس کے ہوتے رہتے ہیں
آنسوؤں میں ڈبوتے رہتے ہیں

زندگی کی لڑی میں ہم اکثر
غم کے موتی پروتے رہتے ہیں

آپ آتے نہیں ہیں وعدے پر
ہم پریشان ہوتے رہتے ہیں

موجِ طوفاں کی لاج رکھنے کو
ہم سفینہ ڈبوتے رہتے ہیں

لوگ جو ہیں شعور سے خالی
جاگ کر بھی وہ سوتے رہتے ہیں

دل میں فَصلِ جنوں کی خاطر ہم
نِت نئے زخم بوتے رہتے ہیں

ہم کہ اس زندگی کی آنکھوں میں
خواب کیا کیا سموتے رہتے ہیں

غم نہ کر دل کے ٹوٹنے کا عرشؔ
حادثے ایسے ہوتے رہتے ہیں

❖

وہ معتبر ہیں کہ جن کا کوئی نشاں بھی نہیں
ہیں میرِ کارواں جو گردِ کارواں بھی نہیں

جنھوں نے گیسوئے شعروادب سنوارے ہیں
کہاں کی داستاں وہ زیبِ داستاں بھی نہیں

ہے کتنی طنز بھری طرزِ گفتگو اُن کی
اگر چہ ظاہراً وہ مجھ سے بد گماں بھی نہیں

جنھوں نے گلستاں کو خونِ دل سے سینچا ہے
ستم کہ اُن کا کہیں اس میں آشیاں بھی نہیں

دل و گناہ میں احساس کی تمازت ہے
یہ ایسی آگ ہے جس کا کہیں دھواں بھی نہیں

اُسے پڑا ہی نہیں واسطہ مصائب سے
اِس لئے وہ غموں کا مزاج داں بھی نہیں

عجیب صورتِ حالات سے ہے ہم آغوش
اگر یہ زندگی ساکن نہیں، رواں بھی نہیں

کبھی بپا تھے یہاں آرزو کے ہنگامے
دلِ شکستہ میں اب یادِ رفتگاں بھی نہیں

کریں کیا ذکر ہم مضمون آفرینی کا
کلامِ عرشؔ میں تو خوبیٔ زباں بھی نہیں

❖

مری حیات میں صدیوں کی پیاس رہنے دو
نظر کے سامنے خالی گلاس رہنے دو

یہی تو زندگی کے ارتقاء کی ہیں بُنیاد
حقیقتوں کو کبھی بے لباس رہنے دو

اداس لمحوں میں یہ زندگی سنورتی ہے
نہ گنگناؤ فضا کو اداس رہنے دو

میں زندگی سے زیادہ عزیز رکھوں گا
عطا کئے ہیں جو غم میرے پاس رہنے دو

کہیں نہ طنز کریں تُم پہ آیندہ نسلیں
فقیرِ شہر کے تن پر لباس رہنے دو

ہم ایک دوسرے کے حال میں شریک رہیں
تُم اپنے ساتھ مجھے بھی اداس رہنے دو

سمجھ میں آنہ سکے گا کبھی مزاج اِن کا
یہ میرے غم ہیں انہیں میرے پاس رہنے دو

وہ زندگی کے کسی موڑ پر ملے گا عرشؔ
دلِ شکستہ میں اتنی تو آس رہنے دو

❖

Academy Urdu\Photos with name\safi sopore.jpg not found.

سیفؔی سوپوری

نام : سیف الدین، قلمی نام: سیفؔی سوپوری

تاریخ پیدائش : ۱۹؍جنوری ۱۹۲۲ء

تعلیم : بی۔اے، بی ایڈ، بی ای سی

پیشہ : ریٹائرڈ سرکاری ملازم

تراجم

فارسی سے کشمیری: کیمیائے سعادت از حضرت امام غزالیؒ

انگریزی سے اُردو: وجودیت از میک قوری

چھ وجودی مفکر از بلیکہم

انگریزی سے کشمیری: وجودیت از ژاں پال سارتر

عربی سے کشمیری : شرح مائتہ عامل از حضرت جرجانی

اعزازات : فیلوشپ کشمیر یونیورسٹی، خلعت حاجنی

پتہ : ۵۷۔ نیو کالونی سوپور

❖

نعتِ شریف

گہر اثر میرے ادراکِ آگہی میں ابھر
کریں نثار شہہِ انبیاء پہ سبدِ گہر
جو میری آنکھ ہے خوشا بار شایاں ہے
جھکا نہ آج تک میرا درِ حبیب پہ سر
حبیب وہ کہ حبیبِ خداؐ جسے کہیے
شفیع وہ کہ شفاعت کرے سرِ محشر
اُٹھے تو عرش کے تارے بھی خم کریں گردن
چلے تو حضرت جبرئیل بھی جھکائیں سر
حسین، جس سے زیادہ نہ دیکھا آنکھ نے
جمیل، جس سے فزوں تر نہ جَن سکی مادر

وہ تو قلب و نظر کو جہاں پناہ ملے
وہ تُو نگاہِ تجسّس جہاں چھپائے سر

نِگاہ میں رہے مولا سفینہ اُمت کا
ہے جس نگاہ سے ہر موجِ تندخو کو حذر

وہ جس کے تاجِ نبوّت میں طرۂ طٰہٰ
وہ جس کی راہ میں یٰس کی تابناک سحر

وہ جس کے نام پہ سیفؔی فدا مرا سب کچھ
وہ جس کا داغِ غلامی ہے میرے ماتھے پر

سیفؔی سوپوری

کل رات بھی کیا جانے ہم لوگ کہاں تھے
آئینے کا کہنا ہے کہ پردے میں نہاں تھے

اک آگ سی سینے میں ہے کیا نام ہے اس کا
اپنے بھی تو یارو کئی انداز بیاں تھے

کیا جان کے صحرا کی طرف بھاگ رہے ہیں
کل تک جو نسیمِ سحری کے نگراں تھے

گم گشتہ تمناؤں سے کیا آنکھ ملاتے
کاندھوں پہ اُٹھائے ہوئے ہم بارِ گراں تھے

کیا میؔر کے انداز کا دعویٰ تھا کسی کو
جو لوگ یہاں آئے تھے سب اہل زباں تھے

کیا جانے کہاں بھول کے آیا اُنہیں سیفؔی
دل کے کسی کونے میں کئی وہم و گماں تھے

○

راستہ درد کے صحرا کا دکھا دے مجھ کو
چاند تاروں میں دھرا کیا ہے بتادے مجھ کو

منتظر وسعتِ فردا ہے کوئی جست لگے
قید ہوں اپنی ہی باہوں میں چھڑا دے مجھ کو

سنگِ رہ بن کے کھڑا ہوں تو میں ہٹ سکتا ہوں
میں ہوں ماتھے پہ لکھا حرف مٹادے مجھ کو

گہری کھائی ہے، اندھیرا ہے مرے دل کے چراغ
میں کہاں جاؤں کوئی راہ دکھا دے مجھ کو

گر پڑے ہیں جو انہیں پار اترنا ہے ابھی
پل بپھرتے ہوئے دریا کا بنادے مجھ کو

مرے سرہانے لٹکتی ہوئی تختی کہہ دے
کب سے سویا ہوں یہاں کوئی جگادے مجھ کو

تنگ یخ بستہ چٹانوں سے اترتی سیڑھی
تو مری مان لے سیفیؔ، نہ بجھادے مجھ کو

❖

○

خامشی میری باندازِ فغاں ہے کہ نہیں
دل کی ہر بات نگاہوں سے عیاں ہے کہ نہیں

تیرے ہونٹوں پہ تبسم کی مہکتی تحریر
ایک منہ بولتا منشورِ اماں ہے کہ نہیں

پھونک ڈالا تھا کبھی جس نے مرے دل کا سکوں
اب وہ آتش بجگر، شعلہ بجاں ہے کہ نہیں

ہائے وہ جلوہ کہ جس کے لئے بیتاب ہے دل
آج بھی میری نگاہوں سے نہاں ہے کہ نہیں

شمعِ اُمید سے تھوڑی سی ضیا قائم ہے
ورنہ تاریک مرے دل کا جہاں ہے کہ نہیں

کوئی منزل کا طلبگار نہ آیا سیفیؔ
آج بھی راہ طلب نوحہ کناں ہے کہ نہیں

❖

فاروق نازکی

نام	:	فاروق نازکی
ولدیت	:	مرحوم غلام رسول نازکی
تاریخ پیدائش	:	۱۹۴۰ء، بانڈی پورہ
تعلیم	:	ایم۔اے (اُردو) کشمیر یونیورسٹی
		ڈپلوما ان جرنلزم (یونیورسٹی آف برلن)
پیشہ	:	ریٹائرڈ، ڈائریکٹر دوردرشن، سرینگر
تصانیف	:	آخری خواب سے پہلے (شعری مجموعہ)
		لفظ لفظ نوحہ (شعری مجموعہ)
اعزاز	:	ساہتیہ اکاڈمی ایوارڈ
		کلچرل اکیڈیمی ایوارڈ
پتہ	:	81۔شیو پورہ، سرینگر
فون نمبر	:	9419012874

❖

○

(بابا یعنی احمد ندیم قاسمی کے نام)

میں سرِ دار بھی کچھ دیر ٹھہر جاؤں گا
تو نہیں آیا تو میں جاں سے گزر جاؤں گا

پیکرِ وقت میں ڈھل جاؤں گا لمحوں کی طرح
کون کہتا ہے کہ ذہنوں سے اتر جاؤں گا

منتِ سنگِ ملامت نہ اٹھاؤں گا کبھی
کسی دیوار سے سر پھوڑ کے مر جاؤں گا

یاد رکھ تیرے ہاتھوں میں ہوں خنجر کی طرح
ہو نہ ہو تیرے ہی سینے میں اتر جاؤں گا

اب تو بس ایک ہی الجھن میں گرفتار ہوں میں
جو تیرے شہر سے نکلوں تو کدھر جاؤں گا

ہوگی کینواس سے باہر بھی تیرے حسن کی دھوم
رنگ خاک کے میں تیرے نام کا بھر جاؤں گا

دور تجھ سے میں نظر آتا ہوں بکھرا بکھرا
تجھ سے مل جاؤں اگر خود ہی سنور جاؤں گا

❖

کمالِ عجز ہی جس کا کمال ٹھہرا ہے
مری نگاہ میں وہ لازوال ٹھہرا ہے

یہ لوگ ذہن میں کانٹے بچھائے بیٹھے ہیں
اگرچہ پھول ہی وجہ سوال ٹھہرے ہے

وہ لاجواب تھا ہم کو جواب کیا دیتا
ہمارے ہونٹوں پر آ کر سوال ٹھہرا ہے

اُسی نے سب کے رگ و پے میں زہر گھول دیا
وہ ایک شخص جو شیریں مقال ٹھہرا ہے

صبا کی طرح وہ خانہ بدوش سیرت ہے
کسی مقام پہ وہ خال خال ٹھہرا ہے

وہ شخص میرے بدن کی زباں سمجھتا ہے
سکوت جس کا کہ حسنِ مقال ٹھہرا ہے

ہُنر یہی تو ہے فاروق نازکی تیرا
کہ بے ہنر ہے مگر باکمال ٹھہرا ہے

وقت کو جن پہ کبھی ناز رہا، ہم ہی تھے
وقت بے وجہ جنہیں بھول گیا، ہم ہی تھے

وہ جو اترے تھے سرِ شام کبھی آنگن میں
چاندنی رات میں دینے کو صدا، ہم ہی تھے

بجلیاں جن کے نشیمن سے بہت جلتی تھیں
جن پہ اِتراتی رہی موجِ ہوا، ہم ہی تھے

اپنی دیوارِ بدن ہم سے کبھی سر نہ ہوئی
ساتھ رہ کر جو رہے خود سے جدا ہم ہی تھے

عین واجب ہے اگر اس کی سزا ہم کو ملی
یہ حقیقت ہے گنہگارِ وفا، ہم ہی تھے

کیا جنوں خیز تھا فاروق وہ پچھلا موسم
عشق میں سب سے فروزاں، سب سے سوا، ہم ہی تھے

فاروق نازکی

جنم دن کے بعد

گذشتہ مہینے کی چودہ کو میرا جنم دن پڑا تھا
وہی فروری کی دلاویز ٹھنڈک
وہی رات بھر رقص و نغمہ کی محفل
کسی نے میرے کان میں اپنے سانسوں کی
خوشبو بکھیری۔۔۔کسی نے میرے سر دشانے پہ
اپنی حنائی ہتھیلی کا کندن بکھیرا
کسی نے کہا۔۔۔''کس دہائی میں آئے''
کہا میں نے۔۔۔''ستر مکمل ہوئے ہیں''
یہ برسوں کی زنجیرِ شام وسحر
یہ بدلتی رتوں کے در و بام پر
رات دن کا تسلسل۔۔۔
مجھے روک کر پوچھتا ہے۔''بتاؤ''
وہ راہیں کہاں کھو گئیں
جن پہ چل کر لہولمس منزل کو تم پا گئے تھے
وہ بیدار راتیں کہ جن میں نہاں تھی
فضیلت کی وہ شب جو سب سے الگ ہے
بتاؤ کہاں ہے؟
وہ بارانِ رحمت کہ جس کی طراوت سے

پیاسی زمینوں میں کیسر کے پھولوں کے گُلشن سجے تھے
بتاؤ کہاں ہیں؟
تمنا کی راتیں۔۔۔
مُرادوں کے خوابوں کے بہتے جزیرے
جہاں تاب حوریں۔'پرندوں' پہ رقصاں
وہ شاہی بغیچے، پری محل کی شب
وہ 'روپ لانک' پر مے گساروں کے ڈیرے
وہ موسم جو زلفوں کے چھاؤں سے نکلے۔طربناک
صبحوں کی کرنوں پہ بیٹھے دنوں کی تمازت سے سرشار ہو کر،
ثمر بار پیڑوں پر جانیں لٹاتے
مہ وسال کی دھند میں کھو گئے
وہ موسم۔جو تپتی زمینوں کے خاطر
خُداؤں سے بارش کی خیرات لیتے
وہ موسم۔مرادوں سے عاری۔تمنا کے مرگٹ پہ
لیٹی ہوئی بے کفن لاش جیسے۔۔۔
وہ موسم۔بدلتے ہوئے رنگ و آہنگ کے قصے سناتے
کہاں چھوڑ آئے ہمیں بھی بتاؤ
تو تب جا کے اپنا جنم دن مناؤ۔

Academy Urdu\Photos with name\Pritpal Singh betaab.jpg not found.

پرتپال سنگھ بیتابؔ

نام : پرتپال سنگھ بیتابؔ

تاریخِ پیدائش: ۲۶/جولائی ۱۹۴۹ء، کھڑی دھرم سال، پونچھ

تعلیم : ایم۔اے (سیاسیات)، ایل ایل بی

پیشہ : ریٹائرڈ آئی۔اے۔ایس۔آفیسر

تصنیفات: پیش خیمہ، سراب در سراب، خودرنگ (مجموعے نظم وغزل)
کیکٹس اور گلاب (مجموعہ غزل بحروفِ دیوناگری)
دی تھرڈ سٹرینڈ (اردو نظموں کا انگریزی ترجمہ)،
موجِ ریگ، نظمِ اکیسوی صدی

انعامات: جموں وکشمیر کلچرل اکیڈیمی ایوارڈ
بخشی غلام محمد ایوارڈ
یوپی اُردو اکیڈیمی ایوارڈ
اور دیگر ایوارڈز

○

مُجھے معلوم تھا میں اور سنور جاؤں گا
گھر سے نکلوں گا تو ہر سمت بکھر جاؤں گا

زِندگی یوں تُجھے رہنے نہیں دوں گا بے رنگ
تیری تصویر میں کچھ رنگ تو بھر جاؤں گا

راز موجوں کے سمندر نے بتائے ہیں مجھے
یہاں ڈوبوں گا کہیں اور اُبھر جاؤں گا

ابھی سُستاؤں گا کچھ دیر اِسی دوراہے پر
بعد میں دیکھوں گا سوچوں گا کِدھر جاؤں گا

میں تو برزخ کے اندھیروں میں چلاؤں گا چراغ
میں، نہیں وہ کہ جو موت آئی تو مر جاؤں گا

میں ہوں دریا ہے روانی مری دائم بیتابؔ
کوئی سیلاب نہیں ہوں کہ اُتر جاؤں گا

❖

○

اِک مسلسل سفر میں رہتے ہیں
ہم تو بس رہگذر میں رہتے ہیں

ایک انجام ڈر میں رہتے ہیں
جب سے ہم اپنے گھر میں رہتے ہیں

دِل میں رہتی ہے ایک مستی سی
وسوسے لاکھ سر میں رہتے ہیں

چھائی رہتی ہے جِن پہ بے خبری
ہمیں ہیں جو خبر میں رہتے ہیں

اُن کے باطن میں ہیں ثمر کیا کیا
تخم جو خُود ثمر میں رہتے ہیں

ہم بیابان میں ملیں گے میاں
ہم کہاں بام و در میں رہتے ہیں

رنگِ دُنیا سے کیا غرض بیتاؔب
ہم تو رنگِ دِگر میں رہتے ہیں

❖

○

ہو ایسا کرشمہ کہ جو گُفتار میں آوے
وہ بات ہمیشہ مِرے کِردار میں آوے

جو خواب میں آوے کبھی پندار میں آوے
ممکن ہے کِسی روز وہ آثار میں آوے

بے مول بِکوُں گا وہ خریدار اگر ہو
حسرت ہے بس اِک بار وہ بازار میں آوے

خُوشبُو میں مِلے گا وہ چُبھن میں بھی مِلے گا
عِرفان کبھی گُل میں کبھی خار میں آوے

یہ سُرخ و سِیہ سیمیں و زریں تو بجا ہیں
کچھ رنگِ انا بھی بھی مِری دستار میں آوے

اے مِرے خُدا مُجھ کو یہ توفیق عطا کر
جو دِل پہ گُذرتی ہے وہ اظہار میں آوے

ساحِل کی اِسے یاد ہی آتی نہیں بیتاؔب
رہ رہ کے سفینہ مِرا منجدھار میں آوے

❖

کچھ تو ہیں پتھر پریشاں آزروں کے درمیان
اور کچھ آزر پریشاں پیکروں کے درمیان

حادثوں کے شہر میں اِک حادثہ یہ بھی ہوا
ایک شیشہ آگیا ہے پتھروں کے درمیان

بھیڑ کی بے چہرگی میں ہیں کئی چہرے نہاں
چند سر والے بھی ہیں اِن بے سروں کے درمیان

سب خبر رکھتے ہوئے پیرِ مغاں ہے بے خبر
تشنگی کا غلغلہ ہے ساغروں کے درمیان

زندگی کے اِک بڑے حصے میں اپنا کچھ نہ تھا
یاد تک اپنی نہیں تھی دوسروں کے درمیان

جائے حیرت اِس نئی تہذیب میں موجود ہے
اِک پُرانا سا کھنڈر اُونچے گھروں کے درمیان

وہ تو بھاری پڑگیا بیتاؔب اِک بچھو کا ڈنک
عُمر ورنہ کٹ چکی تھی اجگروں کے درمیان

❖

اِسکا پانا ہی جیسے کھونا ہے
زندگی بھی عجب کھِلونا ہے

فِکر مندی ہو چاہئے بے فِکری
ہو کے رہتا ہے وہ جو ہونا ہے

رات دِن سے پرے ہے کیف آباد
جاگنا ہے جہاں نہ سونا ہے

رنج تشویش درد وہم و گُماں
بوجھ کِتنا ہے جِس کو ڈھونا ہے

جو کِسی کو سُنا نہیں سکتے
اُسی قِصے کا سارا رونا ہے

اپنے زخموں کو اے دِلِ بیتاؔب
اپنے ہی آنسوؤں سے دھونا ہے

❖

ودیارتن عاصیؔ

Academy Urdu\Photos with name\Vidya Ratan Aasi.jpg not found.

نام : پنڈت ودیارتن

تخلص : عاصیؔ

تاریخ پیدائش : ۱۱؍جنوری ۱۹۳۸ء

جائے پیدائش : جموں سٹی

تعلیم : میٹرک

تصنیف : دشت طلب (شعری مجموعہ۔۲۰۰۴)

پتہ : ۱۳۰/ پکی ڈھکی جموں

فون نمبر : 9906001601

❖

○

تِنکا تِنکا نظر نہیں آتا
ہم کو کیا کیا نظر نہیں آتا

یہ حقیقت ہے آئینے کے بغیر
اپنا چہرہ نظر نہیں آتا

کون جانے کہاں لے جائے
آب و دانہ نظر نہیں آتا

سب کے ہمراہ ایک ماضی ہے
کوئی تنہا نظر نہیں آتا

جسم ایسا مکان ہے جس میں
رہنے والا نظر نہیں آتا

اپنے جیسے ہزار ہیں عاصیؔ
تیرے جیسا نظر نہیں آتا

❖

کون سے ہم مرگزرے ہیں
دیکھیں کب دِن پھرتے ہیں
موت کی کِس کو پرواہ ہے
ہم سایوں سے ڈرتے ہیں
آپ ہمارے غیر سہی
ہم بھی کون سے اپنے ہیں
صرف حویلی اونچی ہو
کھوٹے بھی چل جاتے ہیں
مرکر بھی آرام کہاں
دیواروں پہ لٹکے ہیں
عاصی گھر اُجڑیں یا دِل
بستے بستے، بستے ہیں

مفلسوں پہ جب کبھی آیا شباب
گھڑ لئے دُنیا نے قصے بے حساب

ہائے ہم اِس کا مقدر کیا کہیں
ایک دِل ہے اور غم ہیں بے حساب

درہم و برہم ہے نظمِ زندگی
اے غمِ دوراں ترا خانہ خراب

زندگی بھر حضرتِ عاصی رہے
رہگزارِ شوق میں ناکامیاب

مسرت چیز کیا ہے رنج کیا ہے
یہ سارا کھیل اِک احساس کا ہے

بہارِ زندگی کہتے ہیں جس کو
کسی کے اِک تبسم کی ضیا ہے

ابھی بدلی نہیں انساں کی فطرت
یہ اب بھی دُشمن مہر و وفا ہے

تلاطم خیز موجوں سے گُزر جا
لبِ ساحل کھڑا کیا سوچتا ہے

کبھی سُنتے نہیں ہیں آپ ورنہ
ہمارے دِل میں بھی اِک مُدعا ہے

بیٹھے ہو سر راہ گُزر کیوں نہیں جاتے
تم لوگ تو گھر والے ہو گھر کیوں نہیں جاتے

یہ وقت کے حاکم ہیں سُنا، وقت کے حاکم
یہ کہتے ہیں مرجاؤ، تو مر کیوں نہیں جاتے

پل ہی میں گزر جاتی ہیں سُکھ چین کی راتیں
دُکھ درد کے دِن پل میں گزر کیوں نہیں جاتے

مُدت سے کُریدے بھی نہیں یاد کسی کی
پھر زخم میرے سینے کے بھر کیوں نہیں جاتے

اس دور میں جینا ہے تو مکار کا جینا
یہ بات حقیقت ہے تو مر کیوں نہیں جاتے

اتنے ہی اگر تنگ ہو اس شہر سے عاصیؔ
چپکے سے کِسی دور نگر کیوں نہیں جاتے

❖

شبیبؔ رضوی

نام	:	سید محمد شبیب رضوی
قلمی نام	:	شبیبؔ رضوی
تاریخ پیدائش	:	۱۵ر جون ۱۹۳۵ء
تعلیم	:	ایف۔ایم،بی۔ایس(طب)ادیب ماہر(اُردو)
پیشہ	:	ریٹائرڈ میڈیکل آفیسر
تصانیف:		(۱)رثائی کلام کے چھوٹے چھوٹے چار مجموعے
		(۲) آتش چنار(۱۹۶۹)شعری مجموعہ
		(۳)حرف فروزاں(۲۰۰۲)نعت ومنقبت
		(۴)بچوں کے مشاعرے(۲۰۰۹)
پتہ	:	کاٹھی دروازہ،رعناواری،سرینگر
فون نمبر	:	9906685395

❖

نعتِ شریف

شاہِ دین، سلطانِ حق، سرکارِ دَواں کون تھا
انبیاء سب تھے فضیلت میں نمایاں کون تھا

عظمت و اِجلال و رفعت میں محمدؐ کے سوا
رشکِ موسیٰؑ، فخرِ عیسیٰؑ و سلیماںؑ کون تھا

زندگی کی دھوپ کو بخشی ہے جس نے چاندنی
چاند جیسا آفتاب کوہِ فاراں کون تھا

جس نے طُغیاں سے تراشا موجۂ صبر وسکوں
جس نے ساحل پر اُتارا زورِ طوفاں کون تھا

ریت پر تحریر کب ٹکتی ہے بادِ تُند کی
جس نے کھولا دشت میں حق کا دبستاں کون تھا

جس نے دَورِ تشنگی کو بخش دیں شادابیاں
جس سے پھوٹا چشمۂ عرفان و ایماں کون تھا

جس کی خوشبو مسلم و کافر نے یکساں جذب کی
جس سے مہکے ہیں گلستان و بیاباں کون تھا
جس نے چھینا وحشتوں سے آدمیّت کا گُہر
جس نے چھانا بدلیوں سے آبِ نیساں کون تھا
جس کا قرآں تھا ثنا خواں تا بہ تکمیلِ نزول
جس کا خود اللہ تھا ممنونِ احساں کون تھا
وہ شبِ معراج، وہ حدِّ نظر تک روشنی
آسماں کے آبگینوں میں فروزاں کون تھا
حضرتِ عیسیٰؑ تو بس چرخِ چہارم تک گئے
عرش و کُرسی پر خدا کا پہلا مہماں کون تھا
اجتماعِ واجب و ممکن نہ ہوتا تھا، ہُوا
متّصل اللہ سے آخر وہ انساں کون تھا

❖

○

دھوپ کی خوشبو کا دلکش استعارہ سوچنا
زندگی پر مجھ سے بہتر ہے تمھارا سوچنا
صورتِ موہوم میں کوئی اشارا سوچنا
دل کُشا ہے بند آنکھوں میں نظارا سوچنا
پھینکتا ہے گھپ اندھیرے پر اُجالے کی کمند
چاند بستر میں، دریچے پر ستارا سوچنا
اضطرابِ شوق کو پہنچا ہی دیتا ہے سکوں
موجِ طوفاں خیز کے اندر کنارا سوچنا
بات بڑھنے یا زباں کٹنے سے بہتر جانیے
کُنجِ خاموشی میں لفظوں کا گُزارا سوچنا
یاد رکھنا یاد کرنے سے بھی ہے دشوار تر
شعر کہہ کر شعر کو جیسے دو بارا سوچنا
اب تو یوں لگتا ہے جیسے ہو پُرانا سانحہ
جھیل، عکسِ کوہ، ہم تم اور شکارا سوچنا

❖

رات سونے لگی خوابوں کو جگایا جائے
پھر سے رُوٹھے ہوئے رنگوں کو منایا جائے

آنکھیں جلنے لگیں اب گھر بھی نہ جل جائے کہیں
خشک منظر کو دریچے سے اُٹھایا جائے

کوئی رکھتا ہے کہاں قرض کی سانسوں کا حساب
زیست سودا ہے سلیقے سے چُکایا جائے

کسی شاداب سی حیرت میں مسلسل رہنا
اک سمندر ہے کہ قطرے میں سمایا جائے

اک جہاں بے خبری کا ہے خود آگاہی بھی
یہ وہ عالم ہے کہ پھر جا کے نہ آیا جائے

کوئی لہراتا ہے رہ رہ کے ہَوا میں خنجر
میری خوشبو، مرے پھولوں کو بچایا جائے

اپنے محور سے الگ ہٹ کے بکھر سکتا ہوں
میرے اندر ہی مجھے پھر سے بسایا جائے

ورق ورق گُزشتہ باب ہو کے رہ گئے
سفر میں ہم پڑھی ہوئی کتاب ہو کے رہ گئے

ہم اس کی داستاں میں تھے مگر بیاں نہیں ہوئے
بیاں ہوئے تو حرفِ انتساب ہو کے رہ گئے

سحر کہاں کہ رنگِ شب بھی آج روٹھنے لگے
جو خواب پہلے دیکھتے تھے خواب ہو کے رہ گئے

یہ کون سی کدورتیں ہیں شہر کی نگاہ میں
ہمارے گھر کے آئنے خراب ہو کے رہ گئے

فروغِ دید کیا کرے دل ونظر کے واسطے
اُجالے بڑھتے بڑھتے خود حجاب ہو کے رہ گئے

تمام چہرے حرف حرف بن گئے شکن شکن
سوال اپنے آپ ہی جواب ہو کے رہ گئے

ہم ایک ذرّہ ہی سہی تڑپ تو ہے چمک تو ہے
یہ کیا کہ دن کا ڈھلتا آفتاب ہو کے رہ گئے

Academy Urdu\Photos with name\muzafar iraj.jpg not found.

مظفر ایرجؔ

نام	:	محمد مظفر نقشبندی
قلمی نام	:	مظفر ایرجؔ
تاریخ پیدائش	:	یکم اگست ۱۹۴۳ء
تعلیم	:	ایف۔اے، بی ٹیکس
پیشہ	:	ریٹائرڈ سرکاری ملازم
تصانیف:	:	ابجد (۱۹۸۳ء)، انکسار (۱۹۸۸ء)
		ثبات (۲۰۰۷ء)، دل کتاب (۲۰۰۹ء)
		ہوا دشت دیار (۲۰۱۰ء)
اعزاز	:	کلچرل اکیڈیمی ایوارڈ
پتہ	:	کہکشاں نوگام، بائی پاس، سرینگر ۱۹۰۰۱۵
فون نمبر	:	9797796593

❖

○

بے لفظ کی زباں وہ سُنے گا نہ سوچئے
پانی پہ نقش ثبت رہے گا نہ سوچئے

مغرب سے آفتاب اُبھرنے کی دیر ہے
مشرق سے کوئی چاند اُگے گا نہ سوچئے

سب عکس عکس کھو گئے منظر شفق ،لہو
آنکھوں میں کوئی رنگ گُھلے گا نہ سوچئے

جلتی ہوئی اُجاڑ زمینوں کی کوکھ سے
یادوں کا کوئی پھول کِھلے گا ،نہ سوچئے

کب؟ کیسے؟ مسخ ہوگئی کردار کی کتاب
یہ بھید اب کسی پہ کُھلے گا نہ سوچئے

ہر کوئی منجمد ہوا پتھر کے خول میں
ایرجؔ فسونِ لمس چلے گا نہ سوچئے

❖

طلسم رنگ ہوں یا عکسِ آئینا ہوں میں
ہر اک نگاہ فقط یہ سوال! کیا ہوں میں

مجھے زماں و مکاں میں نہ ڈھونڈنے جاؤ
کہ آپ اپنے ہی منظر میں گُم ہوا ہوں میں

کسی بہانے ملے میری بے کلی کو قرار
تمہارا نام کتابوں پہ لکھ رہا ہوں میں

ہر ایک رات اترتا ہے چاند آنگن میں
یہ اور بات کہ آنکھیں بُجھا چکا ہوں میں

شکست و ریخت کی سرحد پہ بیٹھ کر ایرؔج
نہ جانے کون سے مظفؔر کو ڈھونڈتا ہوں میں

دیپ جلا کر لو کچھ مد ہم رکھے گا
یعنی آنچ نظر میں کم کم رکھے گا

جانے والا اب کے سوچ سمجھ کر ہی
دل پر پھاہا روح پہ مرہم رکھے گا

شام تمازت، روپ اُجالا، چاند شراب
کب سب کچھ بن بدلے موسم رکھے گا

ہم جس بستی میں آئے پامال ہوئے
کب تک ہم کو سانس مجسم رکھے گا

ایک خوشی بھی مانگ کے دیکھو وقتِ دعا
سو سُکھ دے کر سامنے سو غم رکھے گا

فٹ پاتھوں کی دُھول سے نکلیں تو ایرؔج
شوکیسوں کی مانگ میں عالم رکھے گا

○

میں ایک حرفِ رواں مجھ کو بے زباں تو نہ رکھ
مرے خدا مرے سر پہ یہ آسماں تو نہ رکھ

جھلُس ہی جائے مرے ہمسفر وجود مرا
تو اپنے لمس میں اس درجہ بجلیاں تو نہ رکھ

سُلگتی دُھوپ بچھونا کہ چاندنی محراب
شکستہ ریشمی دیوار سائباں تو نہ رکھ

چلا چلا کے دہکتے ہوئے شراروں پر
بکھرتی راکھ پہ سونے کا امتحان تو نہ رکھ

بُریدہ جسم ،پژیدہ خیال ،فق آنکھیں
یہ زخم رِستے ہیں ان پر ابھی زباں تو نہ رکھ

بجز فریب کوئی داستاں نہیں ایرجؔ
یقیں کے سامنے اندیشہ گماں تو نہ رکھ

❖

انکشاف

یہ جان کر بھی
کہ/ تو رگ و پے میں دوڑتا ہے
میں/ نیلے گنبد کے نیچے تیری تلاش میں ہوں
میں جب سے بچھڑا ہوں اپنے ریوڑ سے
دشت دریا میں، خارزاروں میں، ظلمتوں میں
بھٹک رہا ہوں/ کہ
میں بھی امکاں کی سرحدوں میں اسیر جاں ہوں
میں/ تیری مخلوق میں نیم وحشی ہوں، بے ہنر ہوں
مگر تو خالق ہے مہرباں ہے
تُو/ دست قدرت سے میری وحشت کو مار دے دے
سمندروں کو حیات دے دے
میرے جنوں کو ثبات دے دے/ کہ
تو رگ و پے میں دوڑتا ہے

❖

محمد زماں آزردہ

نام : محمد زماں آزردہ

تاریخ پیدائش : ۱۷؍مارچ ۱۹۴۵ء

تعلیم : پی۔ایچ۔ڈی (اُردو)

پیشہ : ریٹائرڈ صدر شعبۂ اُردو، کشمیر یونیورسٹی

تصانیف (اُردو) : غبارِ خیال، شیریں کے خطوط،
اور وہ ٹاپ کر گئی، مرزا سلامت علی دبیرؔ
غبار کارواں، گلدستہ، کانٹے، موجِ نقد

(کشمیری) : فکرِ ہنژ ٹکر، اِسے، رتن ناتھ سرشار، نوٚنہٕ پوش

اعزازات : یو پی اُردو اکادمی ایوارڈ،
مغربی بنگال اُردو اکادمی ایوارڈ،
آندھرا پردیش اُردو اکادمی ایوارڈ،
جموں و کشمیر اکیڈیمی ایوارڈ،
آل انڈیا میرا کادمی ایوارڈ، شرف کمراز

پتہ : 5 حسن آباد، رینہ واری، سرینگر

فون نمبر : 941907939

❖

○

بڑی دیر سے منتظر میں یہاں ہوں
کِسے میں کہوں، میں کہاں تھا، کہاں ہوں

اَزل سے ابد تک سنائی جو دے گی
مرے ساتھیو میں وہی داستاں ہوں

یہ گاہک ہے اُس کا، وہ گاہک ہے اس کا
تمہیں یہ شکایت کہ اُونچی دوکاں ہوں

اَزل سے جسے تم مٹاتے رہے ہو
اُسی دور کا آخری میں نشاں ہوں

بھلے آدمی ہو، جو یہ چاہتے ہو
مجھے رہنے دو تم وہیں پر جہاں ہوں

اَزل سے رواں ہے جو دوشِ اَبد پر
اسی قافلے کا میں عکسِ رَواں ہوں

تمہیں ڈھونڈتی ہے آزردہؔ یہ دنیا
ذرا سر اُٹھا کے کہو میں زماںؔ ہوں

❖

ساتھ رہبر کے چلا کرتے ہیں ہم
اس طرح سے بھی لُٹا کرتے ہیں ہم

سنگِ در سجدوں سے آئینہ ہوا
اَپنا لکھا خود رٹا کرتے ہیں ہم

دیکھتے ہی اُن کے ماتھے کی شکن
کیسے بَن بَن کے مٹا کرتے ہیں ہم

گھونٹتے ہو یہ گلا کچھ اسطرح
آپ ہی کا دم بھرا کرتے ہیں ہم

زندگی آزردہ ہے بس اس لئے
زندگی کا حق اَدا کرتے ہیں ہم

❖

بُرا کیا ہے اُس میں بھلا دیکھئے
حسینوں کے نخرے اُٹھا دیکھئے

یہ غصّہ وہ چشمِ جفا دیکھئے
ہیں کس بات پر وہ خفا دیکھئے

بُرا میں نہیں ہوں تمہاری قسم
کبھی پاس آکے ذرا دیکھئے

تجاہل تغافل بہ صد اہتمام
ہے سب میں وہ کیسے جُدا دیکھئے

گھڑی امتحاں کی ہے سر پر کھڑی
اُترتا ہے کیسے کھرا دیکھئے

دمِ نزع ہو پاسِ مولا علیؑ
آزردہ کی ہے یہ دُعا دیکھئے

❖

اُن کی طرف سے جینے کی ہم کو دُعا ملے
ہم خود ہی چاہتے ہیں کہ ہم کو سزا مِلے

منزل کا یہ جنون یہ خلوصِ سفر، کہ آج
رہزن کا بھیس بدلے ہوئے رہنما مِلے

چلتا ہے صُبح و شام اندھیروں کی راہ پر
سورج کو جستجو ہے کوئی نقشِ پا ملے

چہرے کا حال، دل کی تڑپ، کچھ تو پوچھ لے
آئینہ اس تلاش میں ہے آئینہ ملے

اکثر تصوّرات میں یوں بھی ملے ہیں وہ
انسان کے لباس میں جیسے خُدا ملے

دادِ وفا تو دی ہے غمِ کائنات نے
یوں بھی ہو زندگی میں کوئی بے وفا ملے

کیا یہ بھی حق نہیں ہے چمن ساز کے لئے
آزردہ دل کو حِصّہِ بادِ صبا ملے

مجھ کو نہ دیر و حرم چاہیئے
مولا تمہارا کرم چاہیئے

نہیں جانتا اُس سے مانگوں میں کیا
حسینی ہوں بس چشمِ نم چاہیئے

ہوا ہے نہ جانے وہ کیوں بے خبر
اُسے آج پھر جامِ جم چاہیئے

اُسے چھیڑنے کا صلہ مل گیا
ستم کے بہانے کرم چاہیئے

بیٹھا ہے آزردہ یوں دم بخود
اِسے زندگی کا بھرم چاہیئے

رفیق راز

Academy Urdu\Photos with name\rafeeq raaz.jpg not found.

نام : رفیق احمد قلمی نام : رفیق راز

ولدیت : مرحوم خواجہ علی محمد شیمر اک

تاریخ پیدائش : ۱۰؍مارچ ۱۹۵۰ء، (براری پورہ سرینگر)

تعلیم : ایم۔اے، کشمیر یونیورسٹی

تصنیفات : (۱) انہار، (۲) مشراق (اردو شعری مجموعے)

(۳) نئے چھے نالان،

(۴) دستاویز (کشمیری شعری مجموعے)،

(۵) کاشر زباں شاعری تہ عروض

انعامات : ساہتیہ اکادمی ایوارڈ ۱۹۹۸ (نئے چھے نالان)

اسٹیٹ کلچرل اکادمی کا ایوارڈ (نئے چھے نالان)

صادق میموریل کمیٹی ایوارڈ ۱۹۸۳ء

احد زرگر میموریل ریسرچ فاونڈیشن ایوارڈ ۲۰۰۹ء

پتہ : آئی۔جی۔روڈ، برزلہ باغات، سرینگر کشمیر

فون نمبر : 9622661666

❖

○

لوگ مجھ کو دیکھکر اتنے ہیں کیوں حیران سے
جیسے ناقہ پر میں آیا ہوں ابھی کنعان سے

کیا محاذِ جنگ سے لوٹا نہیں کوئی ابھی
شہر کے سارے مکاں لگتے ہیں کیوں ویران سے

ہم کو تھی مالِ غنیمت سے زیادہ جاں عزیز
لوٹ آئے خالی ہاتھوں جنگ کے میدان سے

سر تو لائے ہو بچا کر اے مرے غازی مگر
سر اُٹھا کر چل نہ پاؤ گے یہاں تم شان سے

پھر وہی وحشت کا موسم لوٹ کر آیا ہے کیا
اِک ہوائے مُشکبو آتی ہے ریگستان سے

شمع دانوں سے نہیں ہے دشمنی میری کوئی
روشنی کرنی ہے تو کر لیجئے قران سے

خون تو سارا ہماری ہی رگوں سے آیا تھا
تیر سب کابل سے آئے تھے کماں ملتان سے

میں تو بس اک ہی شہنشہ کی گلی کا ہوں گدا
مجھ کو تو نسبت نہیں کوئی درِ سلطان سے

❖

وہ جہانِ حُسن کا باشندہ ہے خوں ریز ہے
ایک قاتل ہے جسے مقتولوں سے پرہیز ہے

پھوٹتا ہے چشمۂ صدرنگ پتّھر سے یہاں
ملکِ دل میں تو سکوتِ سنگ شور انگیز ہے

آنکھوں سے بہتے ہوئے دریاؤں پر مت دھیان دو
روح کے صحرا میں دیکھو دھوپ کتنی تیز ہے

جس کے چلنے سے لرزاٹھتے تھے سارے بحر و بر
اب اس آندھی کا نہ چلنا بھی تلاطم خیز ہے

ساتھ اب کے کچھ نہیں زادِ سفر، بس ہاتھ میں
سات سو سالہ پرانا نقشۂ تبریز ہے

شوق کی سرحد سے ہم آگے نکل آئے بہت
اب نہ دل ہے اور نہ کوئی چیز دل آویز ہے

ملبۂ بغداد سے کرتا ہے تعمیرِ سخن
تیرے اندر کا بھی شاعر فطرتاً چنگیز ہے

❖

گزار آیا ہوں کچھ راتیں درونِ غار میں بھی
نکل آیا ہوں سورج سا سرِ کہسار میں بھی

پڑا تھا میرے اندر بھی کوئی گھمسان کا رن
خود اپنے آپ سے تھا بر سرِ پیکار میں بھی

ترے ہی واسطے قالین سائے کا بچھا کر
ترا ہی منتظر ہوں صورتِ دیوار میں بھی

زباں منہ میں تھی ہونٹوں پر مگر تالے پڑے تھے
کہ جیسے وقت کا تھا صاحبِ اسرار میں بھی

ترے در سے ہوا آغاز تھا میرے سفر کا
تری ہی داستاں کا ہوں کوئی کردار میں بھی

ہوئے تیری مسیحائی کے قصے عام جب سے
مجھے لگتا ہے تب سے ہوں بہت بیمار میں بھی

❖

○

جسم کے دشت میں ویرانیٔ جاں بولتی ہے
فرق یہ ہے کہ کوئی اور زباں بولتی ہے

ہم بڑے شوق سے ساحل پہ کھڑے سنتے ہیں
جل پری کوئی تہہِ آبِ رواں بولتی ہے

لہلہاتی ہے یہ شمشیر و سناں کے آگے
موسمِ ہوٗ میں بھی یہ فصلِ سراں بولتی ہے

بعد میں بولتا رہتا ہے لہو حشر تلک
پہلے کچھ پل کیلئے نوکِ سناں بولتی ہے

یہ کرشمہ تری تصویر کا ہی لگتا ہے
ورنہ دیوار کسی گھر کی کہاں بولتی ہے

رُت بدلتے ہی بدل دیتی ہے یہ رنگ اپنا
یہ زمیں بھی تری از روئے زماں بولتی ہے

❖

○

جسم کے دشت سے معمورۂ جاں دُور نہیں
چل کہ وہ بے در و دیوار مکاں دور نہیں

تیری آنکھوں میں اگر ذوقِ نظارہ ہے تو
تجھ سے کچھ تیرے نہ ہونے کا سماں دور نہیں

اب بھی ہو سکتے ہیں خورشید سرِ شام طلوع
سر اگر سر ہے تو پھر نوکِ سناں دُور نہیں

گونج سکتی ہے کسی وقت فنا کی جھنکار
سنگ سے کار گہہِ شیشہ گراں دُور نہیں

رنگ لائے گا بہت جلد جنونِ تازہ
قصرِ سنگیں سے تو آشفتہ سراں دُور نہیں

❖

Academy Urdu\Photos with name\Hamdam Kashmiri.jpg not found.

ہمدمؔ کاشمیری

نام	:	عبدالقیوم خان
قلمی نام	:	ہمدمؔ کاشمیری
ولدیت	:	نور محمد خان
تاریخ پیدائش	:	۶؍نومبر ۱۹۳۷ء
جائے ولادت	:	شہید گنج، سری نگر
پیشہ	:	کشمیر گورنمنٹ آرٹس ایمپوریم سے وظیفہ یاب
تصانیف	:	دھوپ لہو کی (غزلوں کا مجموعہ)،
		ورقِ سادہ (زیرِ ترتیب)
پتہ	:	باغات، برزلہ، سری نگر
فون نمبر	:	9797134809

❖

○

رکھا ہے کس نے عجز سے یوں سرزمین پر
اُگنے لگی ہے گھاس جو بنجر زمین پر

کس نے میری اُڑان اُڑادی ہواؤں میں
کس نے گرادئے میرے شہپر زمین پر

مجھ کو وہی بچائے گا پھر دشمنوں سے آج
لکھا ہے جس نے کاٹ کو خنجر زمین پر

چھایا ہے آسماں پہ سیہ ابر کا دھواں
پھیلی ہوئی ہے برف کی چادر زمین پر

کیوں بار بار دیکھتے ہو سوئے آسماں
کیا کچھ نہیں دیکھ تیری سرزمین پر

یہ آسماں پہ کس نے ستارے سجائے ہیں
لکھا ہے کس نے میرا مقدر زمین پر

بانوئے شہر اب تو ہمارا خیال کر
لے آئے آسماں بھی تیری سر زمین پر

❖

بُجھائی آگ تو روشن ہوا دھواں سا کچھ
ہمارے ہاتھ میں آیا ہے رائیگاں سا کچھ

قدم قدم پہ دھڑکتا ہے دل اُمیدوں کا
قدم قدم پہ ہے درپیش امتحاں سا کچھ

کہیں پہ نقص ملے اور کوئی بات بنے
وہ ڈھونڈتے ہیں میرے سود میں زیاں سا کچھ

وہی تو بن گیا باعثِ گرانیٔ جاں کا
رکھا تھا گھر میں کہیں پر جو خانماں سا کچھ

اب اس کے بعد مکمل ہے داستانِ ہنر
ادھر اُدھر میں بٹھایا ہے درمیاں سا کچھ

ہمارے نام وہ منسوب ہوگیا کیوں کر
زمیں پہ ٹوٹ پڑا تھا جو آسماں سا کچھ

چھٹی ہے راہ سے گردِ ملال میرے لئے
کہ جھومتی ہے ہوا ڈال ڈال میرے لئے

ہُوا ہے کیا کروں جینا محال میرے لئے
میرے ہی شہر سے مجھ کو نکال میرے لئے

کوئی بھی کام نہیں ہو سکا ہے فرصت میں
کہ کم پڑے ہیں بہت ماہ و سال میرے لئے

وہ کون ہے جو میری آرتی اُتارے گا
سجا کے رکھا ہے کس نے جو تھال میرے لئے

میں، پھونک پھونک کے چلتا ہوں راہ، میں اُس نے
قدم قدم پہ بچھائے ہیں جال میرے لئے

کہیں پہ ہو گئے پژمُردہ پھول آنگن میں
ہوا ہے سبزہ کہیں پائمال میرے لئے

میرا دماغ ہے ماؤف، دل اُداس بہت
ہوا ہے جسم بھی میرا نڈھال میرے لئے

ہوئے ہیں راستے مسدود کیوں میرے ہمدم
جنوب میرے لئے تھا شمال میرے لئے

ہاتھ خالی ہے کوئی کنکر اُٹھا
آنکھ سے ٹھہرا ہوا منظر اٹھا

خامشی کا طنطنہ ہے ہر طرف
شور یہ کیسا میرے اندر اٹھا

کیا نہیں رکھا تھا میرے سامنے
پھر بھی سجدے سے نہ میرا سر اٹھا

اب بھی مالا مال ہے میرا ہُنر
سامنے سے میرے سیم و زر اٹھا

میں بہت نادم ہوں اپنے کام سے
میری مٹی سے نیا پیکر اٹھا

میں بھی دیکھوں میرا قاتل کون ہے
ڈھک نہ دے میرا بدن چادر اٹھا

❖

جو تم کہو تو یہ کارِ محال کر دیکھوں
زمیں سے اک نیا سورج نکال کر دیکھوں
تمہارے واسطے یہ بھی کمال کر دیکھوں
جنوب ہو چکا اب سر شمال کر دیکھوں
یہ کارو بارِ نظر خال خال کر دیکھوں
کہ آئینے سے میں حیرت نکال کر دیکھوں
تیری پناہ سے خود کو نکال کر دیکھوں
کبھی کبھار تو اپنا خیال کر دیکھوں
پتا چلے بھی تو کتنا ہے کون پانی میں
یونہی فضول سا کوئی سوال کردیکھوں
مرّوت اِس کی کبھی کام آ بھی سکتی ہے
گری پڑی ہے یہ دنیا سنبھال کر دیکھوں
تمام ہجر کا سامان سامنے ہے مگر
تمہاری دید سے خود کو نہال کر دیکھوں
وہ آ رہے ہیں مگر نذر کیا کروں ہمدمؔ
یہ کم نہیں ہے کہ میں عرضِ حال کر دیکھوں

❖

سلطان الحق شہیدیؔ

Academy Urdu\Photos with name\sultan ul Haq sheedi.jpg not found.

نام : محمد سلطان الحق

تخلص : شہیدیؔ

تاریخ پیدائش : ۲۷/جنوری ۱۹۳۳ء

تعلیم : ادیب فاضل، کشمیر یونیورسٹی

پیشہ : ریٹائرڈ صدر شعبہ اُردو، اورینٹل کالج، سرینگر

تصانیف : (۱) پیام مشرق (ترجمہ)،

(۲) کلیات عزیز بخاری (تالیف)،

(۳) کلیات مہجور (ترجمہ)،

(۴) انکشاف (اُردو شعری مجموعہ)

(۵) تیشۂ گُل (اُردو شعری مجموعہ)

پتہ : ستہ بونی لال بازار متصل سکھ باغ مسجد سرینگر

خراب و خستہ و دلگیر ہوں میں
بس اتنا جانئے کشمیر ہوں میں

کوئی پہچان پائے گا تو کیوں کر
پھٹی بکھری ہوئی تصویر ہوں میں

ہوس رہ رہ کے مجھ کو نوچتی ہے
بڑی زرخیز اک جاگیر ہوں میں

بگاڑے ہے جسے بن بن کے معمار
وہ زیرِ تجربہ تحریر ہوں میں

کبھی فرصت ملے تو اس کو پڑھنا
جبینِ وقت کی تحریر ہوں میں

لٹکتا ہوں صلیبِ زندگی پر
مری تقصیر؟ بے تقصیر ہوں میں

جو چاہو آزما کر تم بھی دیکھو
خلوص و درد کی اکسیر ہوں میں

سمندر قطرہ ہے، قطرہ سمندر
اسی نقطے کی اک تفسیر ہوں میں

وراثم الورا تک کھوج ڈالا
نہ ہاتھ آئی جو وہ تقدیر ہوں میں

تمنائے دو عالم کر کے دیکھا
خود اپنے پاؤں کی زنجیر ہوں میں

بپا مجھ سے ہوئے ہیں انقلابات
سدا اک نعرۂ تکبیر ہوں میں

الٹ دے گی بساط شب سحر دم
کہ خود لاتقنطو تنویر ہوں میں

مجھے ہرگز نہیں دعویٰ غالبؔ
حضور اس عہدِ غم کا میرؔ ہوں میں

شہیدی اک فقیر بے نوا تھا!
مگر اس کی نوا، تاثیر ہوں میں

میرا محسن ہے، میرا مہرباں ہے — مرا غم ہی مرا راحت رساں ہے
جبیں میری ہے تیرا آستاں ہے — یہی ہے بس یہی جائے اماں ہے
وہ سنگِ میل جو منزل نشاں ہے — سراپا بے زباں ہو کر زباں ہے
یہ کیسی رُت ہے، یہ کیسا سماں ہے — زمینِ گل ہے اور فصلِ سناں ہے
یہاں انصاف کی باتیں نہ کرنا — یہاں منصف اَنا کا ترجماں ہے
غموں کا قافلہ پہنچا ہے گھر تک — ادھر راحت عدو کی ہم عناں ہے
شکایت اور غیروں سے، خدایا — کہ گلچیں آپ اپنا باغباں ہے
یہ آویزش کا پھل ہے رہبروں میں — نہ منزل ہے نہ منزل کا نشاں ہے
کب اپنے حُسن سے ہوگا شناسا — قتیلِ شیوۂ حُسن بتاں ہے
عجب دستور دیکھا ہے جہاں کا — رہینِ رنج خود راحت رساں ہے
سمندر، رات، اک ٹوٹا سفینہ — یہ اپنی مختصر سی داستاں ہے

رہا ہر دار ہر اک وار مبہوت
شہیدی تو بڑا ہی سخت جاں ہے

❖

آدمی وہ نہیں قرینے کا
درد جاگانہ جس کے سینے کا
ناخدا جس کا باخدا نہ ہوا
کیا بھروسہ ہے اس سفینے کا
سنگِ شکوہ کو پھینک آئے ہم
بوجھ ہلکا ہوا ہے سینے کا
اس کو کہتے ہیں آستیں کا سانپ
نام ہوتا نہیں کمینے کا
ہم نے بس مفت میں دیا ان کو
مول ہوتا ہے دل نگینے کا
جس کی دُھن پر زمانہ جھوم اٹھا
وہ گلوکار تھا مدینے کا
عشق کی ایک جست اللہ ھوٗ
فاصلہ ہے یہ عرش زینے کا
ہم شہیدؔی کو جانتے ہیں سب
کام اس کا ہے چاک سینے کا

❖

نئی روشنی

اندھیر ہے اندھیر ہے اندھیر ہے اندھیر
اک روشنی نے مجھ کو بہرحال کیا زیر

وہ روشنی کہ تیرگی کو مات کر گئی
ابتر مرے تمام تر حالات کر گئی

راتوں کی نیند دن کا سکوں چھین لے گئی
گویا تمام مال و متاع چین لے گئی

آنکھوں کا نوٗر، خیرہ گی کافوٗر کر گئی
گھر فتنہ ہائے عصر سے معموٗر کر گئی

قلب و نظر پہ چادرِ غفلت کو ڈال کر
سِکھلا رہی ہے ظُلم و جفا کے نئے ہُنر

جعل و فریب و مکر کو سِکّہ بنا دیا
یعنی رواجِ نقدِ شرافت نہیں رہا

خاموش نفرتوں کا اک طوفان چڑھ گیا
بازار میں خود غرضیوں کا بھاؤ بڑھ گیا

نکہت طراز پھولوں سے خوشبو چُرا گئی
لُو کا مزاج لے کے چلی جب صبا چلی

شیر و شکر کو موت کا سامان کر گئی
ایسی بجھائی پیاس کہ بے جان کر گئی

تحقیر و طنز شیوۂ اِنسان ہوگیا
اِنسان ہوگیا کہ وہ حیوان ہوگیا

ناموس و ننگ و نام کے تاروں کو نوچ کر
عہدِ وفا کے چاند کو آئی دبوچ کر

سورج چمک رہا تھا اسے داغ کر گئی
ویران کاشمیر کا یہ باغ کر گئی

اس روشنی کو دوستو! کچھ نام دیجئے
کچھ تو ثباتِ زیست کا پیغام دیجئے
جو کچھ نہ ہو سکے تو اِک دُشنام دیجئے

❖

Academy Urdu\Photos with name\khalid bashir.jpg not found.

خالدؔ بشیر احمد

نام	:	خالدؔ بشیر احمد
تاریخ پیدائش	:	۲۰؍فروری ۱۹۵۴ء
جائے پیدائش	:	سونہ وار، سری نگر، جموں و کشمیر
تعلیم	:	ایم۔اے
پیشہ	:	ڈائریکٹر لائبریریز اینڈ ریسرچ، جموں و کشمیر
تصانیف	:	(۱) صدائے نیم شب (۱۹۸۳)
		(۲) دیدۂ آب رواں (۲۰۰۸)
		(۳) خواب پارہ (۲۰۰۸)
اعزاز	:	بہترین کتاب ایوارڈ۔صدائے نیم شب (۱۹۸۳)
		جموں اینڈ کشمیر کلچرل اکیڈیمی
پتہ	:	ڈی اے بورڈ، لین فسٹ، سیکٹر بی،
		گلشن نگر بائی پاس، سرینگر

❖

○

اگر چہ دل کو بہت اس سے خوش گمانی ہے
میں جانتا ہوں یہ بادل بغیر پانی ہے

وہ طاق پر جلے یا رہگذر میں روشن ہو
چراغ سے ہوا کی دُشمنی پرانی ہے

میرے لہو سے ہی اُٹھی ہے اختلاف کی موج
کبھی جو میں نے اُسے بھولنے کی ٹھانی ہے

تیرے کلام سے دن خوشبوؤں میں ڈوب گیا
تیرے خیال سے شب ہو رہی سہانی ہے

زیاں ہے اِس میں تو یونہی سہی مگر میں نے
جہاں پہ عقل کی سُنی تھی دل کی مانی ہے

ذرا سی دیر میں پانسہ پلٹ بھی سکتا ہے
جو اپنی بات پر قائم ہے، ہٹ بھی سکتا ہے

اِسی یقین پر زندہ ہے خوش گُمانِ وفا
جو سر پہ ہجر کا بادل ہے، چھٹ بھی سکتا ہے

نہیں ہے چیز حُسنِ لازوال کوئی بھی
یہ چہرہ گردِ زمانہ سے اَٹ بھی سکتا ہے

فسادِ موج میں کشتی کو جو کنارہ دے
سکوتِ آب میں اُس کو اُلٹ بھی سکتا ہے

کِسے دوام؟ رُخِ یار ہو کہ ماہِ تمام
فسونِ حُسن بتدریج گھٹ بھی سکتا ہے

نہ ہمیں خیر سے مطلب ہے نہ شر سے کوئی
ہمکو واقف رکھے بس تیری خبر سے کوئی

اے میرے دوست تجھے یاد ہے تیری خاطر
لوٹ کر آیا کئی بار سفر سے کوئی

صاحبِ عزت و توقیر ہوں ڈر لگتا ہے
چھین لے جائے نہ دستار کو سر سے کوئی

میری باتوں پہ زمانے کو یقیں آئے گا
تُجھ کو دیکھے تو سہی میری نظر سے کوئی

جانِ من! عزتِ سادات بھی کوئی شے ہے
یوں دبے پاؤں نہیں آتا ہے گھر سے کوئی

❖

یُوں نہ تھا جور و جفا تیری طرف سے پہلے
کتنا معصوم تھا تُو ایسے شغف سے پہلے

تیرا ہر تیر میرا راستہ پہچانتا ہے
محورِ زیست تھا میں تیرا، ہدف سے پہلے

کُوچ سے پہلے ضروری ہے امیرِ لشکر
اہلِ نفاق کا اِخراج ہو صف سے پہلے

تُجھ سے جب ربط نہ تھا کوئی تو دل تھا ایسے
قطرۂ آب، گہُر قیدِ صدف سے پہلے

اب ہمیں نیند میں ہوتے ہوئے صدیاں بیتیں
ہم کہ جو سوئے ہیں اصحابِ کہف سے پہلے

سفر کٹھن ہے میرا رہنما ہے میرے ساتھ
کہ دشتِ خار میں ماں کی دُعا ہے میرے ساتھ

یہ کس کی قُربتوں کا معجزہ نصیب میں ہے
جھُلستی ریت پر لمسِ ہوا ہے میرے ساتھ

تُو آئے یا نہ آئے تیرے اختیار میں ہے
میرے تو پاؤں سے لپٹی اَنا ہے میرے ساتھ

میں سادہ دل کی جیتی بازیاں بھی ہارتا ہوں
یہ المیہ تو بڑی دیر کا ہے میرے ساتھ

کُچھ اور مجھکو مِلا ہو نہ ہو وراثت میں
میرے بُزرگوں کی طرزِ وفا ہے میرے ساتھ

❖

Academy Urdu\Photos with name\hussam din.jpg not found.

حسام الدین بیتابؔ

نام	:	حسام الدین بیتابؔ
تخلص	:	بیتابؔ
تاریخ پیدائش	:	۱۹۳۲ء، سموٹ سرنکوٹ، پونچھ
تعلیم	:	انٹر، ادیب، ماہر، کامل (علی گڑھ)
پیشہ	:	ریٹائرڈ مدرس
تصانیف	:	(۱) دشتِ جنون (شعری مجموعہ)
		(۲) نقشِ راہ (اُردو نثری کتاب)
اعزاز	:	جے اینڈ کے بیسٹ ٹیچر ایوارڈ (۱۹۶۸)
پتہ	:	سرنکوٹ، ضلع پونچھ، جموں
فون نمبر	:	9697207845

❖

○

سر اُٹھا کے ہوس کی ناگن
ڈستی جائے انجمن انجمن

پاگل نفس کے اندھیاروں میں
سُلگ رہا ہے میرا تن من

دل کھنڈر سانپ سی یادیں
رات ہجر کی کالی ناگن

میرا لہو تم کر کے نچھاور
پھول اُگاؤ آنگن آنگن

کاش سلگتے صحراؤں پر
میں برستا بن کر ساون

❖

○

تیری چاہت میں اِک آرزو کی طرح
میں بھٹکتا پھرا جستجو کی طرح

بے نشاں ہو کے رہ جاؤں گا ایک دن
ایک صحرا کی بس آبجو کی طرح

اور بکھر جائیں گے اِن فضاؤں میں ہم
بس ہوا کی طرح مشک و بو کی طرح

پھر لبوں پر مچلنے لگی آرزو
میٹھی میٹھی سی اِک گفتگو کی طرح

ہے مقدر میں بیتابؔ رہنا مجھے
ایک عاشق کے جلتے لہو کی طرح

❖

○

ہر سو میری موت کے ساماں رہے
زندگی پر سب میری حیراں رہے
کوئی شکوہ کیوں کرے اغیار سے
ہم تو اپنوں سے سدا نالاں رہے
لاکھ افسانے ادھورے رہ گئے
سینکڑوں بکھرے ہوئے عنواں رہے
تیری محفل اور حکمِ خامشی
لاکھ دل میں تڑپتے ارماں رہے
خون میرا اس لئے اُس نے کیا
تاکہ محشر میں میری پہچاں رہے
ہو گیا بیتابؔ کا جینا کٹھن
رنج دینے تو اُنہیں آساں رہے

❖

اپنا بنانے کاش وہ آئیں
سر آنکھوں پر اُنہیں بٹھائیں

اپنی تو مسدود ہیں راہیں
کیسے اُن تک پہنچ ہم پائیں

ہر کوئی کھیلے خون کی ہولی
اپنا دُکھ ہم کِسے سنائیں

ہر شے زہر آلود ہوئی ہے
کس کو اب ہم کام میں لائیں

آو اب بیتابؔ سے مل کر
دنیا نئی اِک اور بسائیں

❖

زر سے جب ہے دل تیرا لگنے لگا
آدمی تب سے بُرا لگنے لگا

اپنا آپ اب بے خطا لگنے لگا
پُر خطا پھر دوسرا لگنے لگا

ساری محفل مستیوں میں جھوم اُٹھی
رند بھی اب پارسا لگنے لگا

ہر کوئی جب سے ہوا خنجر بکف
آشنا نا آشنا لگنے لگا

سن کے پیہم لن ترانی کی صدا
تیرِ آنگن طور سا لگنے لگا

❖

فاروق مضطؔر

Academy Urdu\Photos with name\farooq muztar 2.jpg not found.

نام	:	محمد فاروق
قلمی نام	:	فاروق مضطؔر
تاریخ پیدائش	:	۱۴؍اپریل ۱۹۵۴ء
جائے پیدائش	:	تھنہ منڈی، جموں
تعلیم	:	ایم۔اے (اُردو) گولڈ میڈلسٹ
پیشہ	:	ریٹائرڈ پرنسپل، راجوری
ادارت	:	ماہنامہ ''دھنک''
پتہ	:	ہمالین ایجوکیشن مشن سوسایٹی، وارڈ نمبر ۹
فون نمبر	:	9797316229

❖

○

مگر ان آنکھوں میں کِس صبح کے اجالے تھے!
ہمارے نام کے سارے حروف کالے تھے!

یہ خاک و باد، یہ ظلمات و نور، بحر و بر!
کتابِ جاں میں یہ کس ذات کے حوالے تھے!

ہے رنگ رنگ مگر آفتاب آئینہ
جبینِ شب پہ تو لکھے سوال کالے تھے!

مثالِ برق گرِی ایک آن تیغِ ہوا!
ابھی دریچوں سے لوگوں نے سر نکالے تھے!

یہاں جو آج شجر سایہ دار ہے مضطر!
یہیں پہ ہم بھی کبھی برگ و بار والے تھے!

○

سوچ بھی اس دن کو جب تو نے مجھے سوچا نہ تھا!
کوئی دریا، دشت کے اَطراف میں بہتا نہ تھا!

اس کو کب فرصت تھی، جو چہروں کو پڑھتا غور سے!
ورنہ سطحِ آئینہ کا ہر ورق سادہ نہ تھا!

جانے اب کیوں رات دن گھر میں پڑا رہتا ہے وہ
پہلے یوں خود میں کبھی سمٹا ہوا رہتا نہ تھا!

خوشبوؤں رنگوں کو پی لیتی ہے آکر زرد شام!
پیڑ بے اندیشۂ انجام تو سوکھا نہ تھا!

شاہراہوں سے گریزاں ہے، مگر کچھ سوچ کر!
عادتاً پہلے تو وہ پگڈنڈیاں چلتا نہ تھا!

❖

○

نقش آخر آپ اپنا حادثہ ہو جائے گا!
اور طَے وہم و یقیں کا مرحلہ ہو جائے گا!

گونج اٹھیں گے در و دیوار اپنے کرب سے!
لفظ جو تشنہ ہے معنی آشنا ہو جائے گا!

جسم بھی پگھلیں گے سائے بھی نہ ٹھہریں گے کہیں
جانے کب یہ سبز منظر بھی ہوا ہو جائے گا!

لوگ سب اس کی کہانی جان لیں گے حرَف حرَف!
اور وہ خوش پوش کھل کر بے رِدا ہو جائے گا

پیڑ اگلیں گے سیاہی کا سمندر دیکھنا!
موسمِ خوش رنگ، مضطرؔ، زخمِ پا ہو جائے گا!

❖

○

اُجلے ماتھے پہ نام لکھ رکھیں!   خواہشوں کا مقام لکھ رکھیں!

پھر ہوس کو ہے حسرتِ پرواز!   آپ دانہ و دام لکھ رکھیں!

ورنہ ہم اُس کو بھول جائیں گے!   سبز حرفوں میں نام لکھ رکھیں!

جانے کس سمت کل ہوا لے جائے!   لمحۂ شاد کام لکھ رکھیں!

اپنے ہونے کا کچھ یقیں کرلیں!   ریت پر نقش و نام لکھ رکھیں!

شب کو ٹھٹھریں گے سب در و دیوار!   دُھوپ کچھ اپنے نام لکھ رکھیں!

زردیاں اوڑھنے لگا سورج!   نامۂ خوفِ شام لکھ رکھیں!

پیلے پیلے بدن، ہوا، موسم!   پیلا پیلا تمام لکھ رکھیں!

آنے والی اداس نسلوں کے!

سلسلہ وار نام لکھ رکھیں!

❖

اپنی آگ میں

میں—!

برف سے ڈھکی چٹان سے پھِسل پھِسل گیا

(مچل گیا)

میں لمحہ لمحہ

اک جہنمی طلب میں مُبتلا

حدِ نگاہ

دن کی کالی کھائی تک پھِسل گیا

آفتاب

اپنی آگ کے حصار میں پگھل گیا

دعا کا ہاتھ جل گیا!

❖

نظم

اے سبک سادہ نشاں پانی کی لہر!

اے گُلِ امکاں خبر موجِ ہوا

میں—! زیاں احساس قطرہ قطرہ رات

تو—! سفر، ساکت سمندر، دائرہ

طائرِ لاہوت کا نغمہ عدم

اک صلیبِ شاخ پہ آنکھیں سزا!

❖

Academy Urdu\Photos with name\ayaz rasool nazki.jpg not found.

ایاز رسول نازکی

نام	:	ایاز رسول نازکی
ولدیت	:	میر غلام رسول نازکی
تاریخ پیدائش	:	۲۵ رمئی ۱۹۵۱ء
تعلیم	:	پی۔ایچ۔ڈی
پیشہ	:	درس وتدریس
تصانیف	:	خودرو (شعری مجموعہ۔۲۰۰۱ء) شام سے پہلے (شعری مجموعہ۔۲۰۰۸ء) مقام راست (کشمیری شعری مجموعہ) ECHO (انگریزی)
اعزاز	:	شکھشا رتن انعام، صادق یادگاری انعام
پتہ	:	ہاری پربت، ۱۰/ ۷، لین ۲۰، توی ویہار کالونی سدرہ جموں، توی

❖

○

آس میں کاٹے بیس برس اور یاس میں کاٹے بیس برس
کچھ نہ پوچھو ہم نے کیسے کاٹے ہیں چالیس برس

جس نے ہم کو عشق سکھایا جس سے سمجھے سارے گر
اُس کی عمر تھی سولہ سترہ اپنی تھی اکیس برس

آتے جاتے ہر موسم میں اُس کا جادو قائم ہے
بیس برس سے دیکھ رہا ہوں لگتی ہے انیس برس

میرا جسم بھی سوکھ چلا ہے نیل کے ساحل جیسا کھیت
ملکِ سلیماں پر تو لہرا بادل بن بلقیس برس

آخر شب میں سارے مُومن ریشہ ریشہ بھیگ گئے
زاہد جتنے خشک بچے ہیں اُن پہ تُو ابلیس برس

ہم کو بچھڑے کتنے گزرے سال بتادوں اے کشمیر
تیرے سولہ میرے سولہ ہوتے ہیں بتّیس برس

❖

○

عشق میں ہم نے سر نہیں دیکھا — اُن پہ پھر بھی اثر نہیں دیکھا

دُھن سمائی تھی ایک منزل کی — راستہ پُر خطر نہیں دیکھا

تم سے بڑھ کر حسین چہرے تھے — ہم نے لیکن اُدھر نہیں دیکھا

ڈیڑھ کمرے میں زندگی گزری — ایک مدت سے گھر نہیں دیکھا

ایک گنبد نُما عمارت دل — آنے جانے کا در نہیں دیکھا

پیڑ جس نے لگادیا ہوگا — اُس نے اُس کا ثمر نہیں دیکھا

سارا جنگل ہی جل گیا آخر — آگ نے تو شجر نہیں دیکھا

ہم بھی جموں کے ہوگئے آخر — ہم نے ایسا نگر نہیں دیکھا

کوئی کہتا تھا مُو سے نازک ہے — کوئی کہتا کمر نہیں دیکھا

شعر گوئی ایاؔز کی توبہ
اِس میں کوئی ہُنر نہیں دیکھا

❖

○

عشق میں کوئی ہمسری کرتا — ہم کو الزام سے بری کرتا

ایک بوتل میں وہ سما جاتی — اُس کو جادو سے میں پری کرتا

چھیڑ معصوم سی چلا کرتی — وہ بھی ہنس ہنس کے دلبری کرتا

اس نے جنگل جلا دیے لیکن — شاخ اک پیڑ کی ہری کرتا

چاند آتا جو روز آنگن میں — ساتھ میرے سخن وری کرتا

شاعری ہم پہ چھوڑ دینی تھی — مرزا غالب سپہ گری کرتا

ایک دن تجھ کو ڈوب جانا تھا — جو بھی کرتا تُو سَر سَری کرتا

خاک ہوتا وہ سَر بلندی میں — پا ئمالی میں سَروری کرتا

شعر کہتا نہیں اگر میں بھی — خرقہ پہنے قلندری کرتا

وہ جوانی ایاؔز ایسی تھی
بات میں بھی کھری کھری کرتا

❖

ہجر تھا یا وصال کس کا تھا — خواب تھا یا خیال کس کا تھا
سامنے وہ ہمارے بیٹھے تھے — دل میں اُن کے خیال کس کا تھا
غیر سے ہم نے مات کھائی تو — اِس میں کہیے کمال کس کا تھا
ہم گرے ہیں اگر بلندی سے — در حقیقت زوال کس کا تھا
بچ کے نکلے جو لاتعلق تھے — بچ نکلنا محال کس کا تھا
ریگِ ساحل پہ نقش باقی ہے — جسم وہ بے مثال کس کا تھا
شعر سنتے ہیں میرا کہتے ہیں — ایسا نازک خیال کس کا تھا
بام پر چاند تھا مگر پھر بھی — چاندنی میں جمال کس کا تھا
تان ہم پر ہی آ کے ٹوٹی ہے — پوچھئے گا ملال کس کا تھا
حق تو یہ ہے نہیں ملے اُن سے — پھر یہ کالر پہ بال کس کا تھا
پوچھئے کیا کسی نجومی سے — وقت کس کا ہے سال کس کا تھا
وہ جو رہتے ہیں صرف ماضی میں — کیسے جانیں کہ حال کس کا تھا

دار پر چڑھ گیا ایازؔ مگر
کس نے پوچھا سوال کس کا تھا

ہم نے بوئی تھی آس کھیتوں میں
پکنے والی ہے یاس کھیتوں میں

گھس رہا ہے بدن کا پیراہن
اُگ رہی ہے کپاس کھیتوں میں

کس کی دُھن میں گیا وہ کھیتی سے
گھومتا ہے اُداس کھیتوں میں

تشنہ کامی میں بجلیاں کوندیں
بجھنے والی ہے پیاس کھیتوں میں

فصل پکتی ہے آگ لگتی ہے
لوگ ہیں بدحواس کھیتوں میں

چھوڑ کر جب کسان جاتے ہیں
اُگ ہی آتی ہے گھاس کھیتوں میں

خوبصورت عجیب طاہر تھا
دیکھنا آس پاس کھیتوں میں

جھڑ دیے برگ و بار پیڑوں نے
کون تھا بے لباس کھیتوں میں

عشق کمیاب تھا ازل سے ہی
ایک پودا پچاس کھیتوں میں

Academy Urdu\Photos with name\iqbal azeem.jpg not found.

اقبال عظیم چودھری

نام : میاں محمد اقبال

قلمی نام : اقبال عظیم چودھری

تاریخ پیدائش : ۱۹۴۰ء، وانگت کنگن

ولدیت : میاں محمد اکبر بجران

تعلیم : آنرز اردو، فارسی

تصانیف : ریچ قیولیں

دھرتی کا زخم

کلی نی فقیر دی وچوں

پیاب

اعزازت : کلچرل اکیڈمی ایوارڈ، سروری کسانہ ایوارڈ،
رائٹرس ایوارڈ

پتہ : وُڈر، بابانگری، کنگن، گاندربل

❖

○

ہم تلوار کی دھار پہ چلنا سیکھیں گے
قوموں کی تقدیر بدلنا سیکھیں گے

وقت کے ساتھ رَوّیہ اپنا بدلیں گے
زہر نِگلنا، آگ اُگلنا سیکھیں گے

بادِ کوہ کے روح پرور نغموں سے
اے دِلِ بیدار بہلنا سیکھیں گے

ہم ترسیل کی راہیں روشن کرنے کو
خوشبو کی مانند بکھرنا سیکھیں گے

کرکے نذرِ آتش دانش گاہوں کو
شعلوں میں تحریریں پڑھنا سیکھیں گے

مست چناروں کی سرگوشی کون سنے
ہم کشمیر کا درد سمجھنا سیکھیں گے

❖

جو مخدوم ہے، خادم تھا کارِندہ تھا
چہرہ اُس کا محشر تک رَخشِندہ تھا

بابِ قبول کا وا ہو نا مَطلوب رہا
نبض رواں تھی پوہ پھٹنے تک زندہ تھا

حرفِ شیریں وردِ زباں تھا آخر تک
نور کا ہالہ دِلکش تھا تابندہ تھا

روح جیسی پرواز تھی صورت پریوں سی
فاتح کوہساروں کا ایک پرندہ تھا

شیرین نغمہ تارِ نفس سے پھُوٹ پڑا
چھیڑنے والا البیلا سَا زندہ تھا

جو شہرِ خاموشاں سے بے دخل ہُوا
وہ تو میری بستی کا باشِندہ تھا

راہِ عدم پر ہو لینے تک یار عظیم
بے عملی پر نادم تھا شرمندہ تھا

اِک تُخمِ خوں چکاں یہاں تقدیر بوگئی
بہ سر زمینِ حسنِ بے مثال رو گئی

اِس اعتبارِ وصل کو گھر چھوڑ آیئے
ماں انتظارِ پسر میں جاگی تھی سوگئی

میں حاصلِ حیات سے محروم ہوگیا
اِک آرزو تھی، حَسّرتوں کے بن میں کھوگئی

لرزاں رہے دیوار و در انجانے خوف سے
برسات سنگ وخشت کی آنگن میں ہوگئی

نا آشنائے ساحلِ و منجدھار ناخدا
ناپُختہ سوچ قوم کی کشتی ڈبوُ گئی

پیمانہ صبر و ضبط کا لبریز ہو گیا
اِک بھُولی بِسری یاد جب پلکیں بھگوگئی

○

حسین غزلوں کے لمحہ لمحہ مہکتے شعروں کی بات کیجیے
حساس سینوں میں درد بن کر دھڑکتے شعروں کی بات کیجیے

نگل نہ لے تیرگی نقوش قدم ہیں اہلِ وفا کے روشن
نفس نفس سوز و شعلہ بن کر سلگتے شعروں کی بات کیجیے

متین چہروں کا کرب پڑھنے کا فن سکھایا ہے زندگی نے
دریدہ آنچل کی آڑ لیکر بلکتے شعروں کی بات کیجیے

لہو کے داغوں کا رنگ پھیکا پڑے گا، دھرتی جلی ہوئی ہے
اداس آنکھوں سے اشک بن کر ٹپکتے شعروں کی بات کیجیے

یہ درد نا آشنا مکینوں کے محل ڈھانے کی رُت ہے ساتھی
اُفق اُفق برقِ فلک بن کر لپکتے شعروں کی بات کیجیے

❖

○

سلسلہ جنبانی ہوتی
آساں فیض رسانی ہوتی
دِل درویش کی باتیں کرتے
ہر سُو درد کہانی ہوتی
دِیّا دِل کا روشن رکھتے
دونوں کی نگرانی ہوتی
دُھندلے عکس نکھر کے آتے
اشکوں کی روانی ہوتی
ضبط سے کام لیا نہ ہوتا
کھیتی پانی پانی ہوتی
دے جاتے تم ایک نشانی
بیشک یاد پرانی ہوتی
ہم عظیم ہیں رُک جاتے
دُنیا آنی جانی ہوتی

❖

شاہبازؔ راجوروی

Academy Urdu\Photos with name\Shahbaz Rajori 2.jpg not found.

نام	:	غلام نبی نایک
قلمی نام	:	شاہبازؔ راجوری
ولدیت	:	عبدالسبحان نایک
تاریخ پیدائش	:	۲۴؍فروری ۱۹۴۰ء، بھروٹ، تھنہ منڈی
تصانیف	:	لمحے لمحے (اُردو شعری مجموعہ)
		انداز نظر (اُردو نثر)
کشمیری تصانیف	:	ژھہٕ گاٲژ آواز، برٲنتی، طواف، اظہار
پہاڑی	:	خاب سَوَلے
اعزازات	:	ساہتیہ اکادمی ایوارڈ
		کلچرل اکادمی ایوارڈ
پتہ	:	بھروٹ راجوری

❖

○

نسیم صبح کو یارانہ ہوگا
زمین گُل ! کبھی سوچا نہ ہوگا

سمندر جسکو دے خیرات میں پیاس
اُسے تو دشت سے شکوہ نہ ہوگا

وہی حالات کا صحرا مُسافر
یہاں تو خضرؑ ہی اُترانہ ہو گا

مُصر اظہار پر ہو شام احساس
سحر کے کرب میں سویا نہ ہو گا

مکینوں کا لہو ارزاں ہو شاہبازؔ
مکاں بھی درد میں رویا نہ ہو گا

رنگ و بوے حیات لکھنے دے
بے ثباتی ثبات لکھنے دے

میرے اندر ہے لوحِ بے تحریر!
وقت دے اِسمِ ذات لکھنے دے

کیسے گُزری جہانِ گُزراں میں
اِک حسین واردات لکھنے دے

بھؤل جاؤں میں دوزخ و جنت
اِن سے آگے نجات لکھنے دے

فرشتے شہر میں بستے نہیں ہیں
مگر انسان کیوں ملتے نہیں ہیں

تلاشے گا کہاں تک خواب کوئی
کہ ہم فردوس میں رہتے نہیں ہیں

خدا کا شکر ہے اک انجمن ہے
اگر چہ بھیڑ کے رشتے نہیں ہیں

ہے کتنا کرب زا حساس ہونا
غنیمت! خود میں ہم ہوتے نہیں ہیں

وہی اک گومگو صورت ہے شاہبازؔ
کسی سے ہم بھی کچھ کہتے نہیں ہیں

دریچہ کھول کر کس کو صدا دوں؟
میں اپنے کرب کو کیسے نوا دوں

مکان و لامکاں مبہم تصوّر
میں شہرِ غم کو یہ مژدہ سُنا دوں

فرشتے میری بستی میں نہ اُترے
میں کیسے ابن آدم کو بھلا دوں؟

وہی کونین میں موجود ہے تو
میں اپنی ذات کو کیسی سزا دوں

مرا ہونا نہ ہونے سے عبارت
کبھی شاہبازؔ یہ پردہ ہٹا دوں

گوہرِ عرض شکستہ ہے دُعا سے پہلے
گُم ہوا کون خلاؤں میں صدا سے پہلے

اب نہ وہ شاخِ ساعت نہ گُلِ نغمہ ہے
لے گیا کون مجھے دستِ قضا سے پہلے

میرے بے چہرہ اندیشے تو ہمک آئے ہیں
پے میں تھا شہرِ فغاں میری نِدا سے پہلے

برگ در برگ فقط ایک ہی عنوان عفو
کس نے شاہبازؔ لکھا میری خطا سے پہلے

Academy Urdu\Photos with name\Rukhsana Jabeen.jpg not found.

رخسانہ جبیںؔ

نام	:	رخسانہ
قلمی نام	:	رخسانہ جبیں
ولدیت	:	غلام نبی شاہ
تاریخ پیدائش	:	یکم مئی ۱۹۵۵ء
جائے پیدائش	:	خواجہ بازار سرینگر
تعلیم	:	ایم۔اے (اُردو)، ایم۔اے (فارسی) ایم۔فل (فارسی)
پیشہ	:	ڈائریکٹر ریڈیو کشمیر
پتہ	:	ریڈیو کشمیر سرینگر
فون نمبر	:	9419000258

❖

نعت شریف

بنجروں میں بہار لاتی ہے، آرزوئے مُحمدِ عربیؐ
گُل بیابان میں کِھلاتی ہے جُستجوئے محمدِ عربیؐ

لاج رکھ لی کہاں کہاں آقاؐ، ہاتھ سے اب نہ چھوٹے گا
جان سے بھی عزیز تر ہے ہمیں، آبروئے محمدِ عربیؐ

بولہب کے لیے دُعا گو ہیں، دشمنوں کو معاف کرتے ہیں
خیریت پوچھتے ہیں بُڑھیا کی، یہ ہے خوئے محمدِ عربیؐ

پھر کوئی اور بات کیوں کرتے، یا کوئی اور بات کیوں سنتے
شہد و شکر سے جب ہے شیریں تر، گفتگوئے محمدِ عربیؐ

ہے بڑا یہ کرم، نوازا ہے امتی ہونے کی سعادت سے
یا اِلٰہی عطا ہو اب ہم کو، رنگ و بُوئے محمدِ عربیؐ

جب یہ طے ہے کہ دونوں عالم کا یہی سرمایہ اور حاصل ہے
کیوں نہ پھر ہم بسالیں آنکھوں میں، خاکِ کوئے محمدِ عربی

❖

رخسانہ جبیں

آرزو

آرزو کی دھوپ کے ٹکڑے
کسی روزن سے اندر جھانک کر
اک گدگدی سی کر کے غائب ہو گئے
کھڑکیاں جب کھول کے دیکھا
گھنے بادل سے گھر آنے کو تھے
دل کہ اک معصوم بچے کے چھلکتے آنسوؤں کی بوند ہے
ان بادلوں میں کوئی صورت کھوجتا گم ہو گیا،
تم کسی گوشے سے اپنے ہونے کا
خاموش سا کوئی اشارہ کر کے بے سدھ ہو گئے
میں نے اک آواز دی
تم خواب میں مست ایک انوکھی مسکراہٹ میں
کسی کے ساتھ محوِ گفتگو، سرشار سے
میں بادلوں سے ہمکلامی کے جتن کرتی ہوئی
اس دھوپ کے ٹکڑے کے پیچھے بھاگتی
روتی ہوئی چلا رہی ہوں۔

❖

نظم

بہت دنوں سے نہ چڑھتے دیکھا نہ ڈوبتے ہی
اسے کسی نے
وہ جس کے پرتو سے سبزہ ہے مخملیں
تو برگِ گلاب رنگیں
طرح طرح کے ثمر اسی کے طفیل شیریں
وہ جس کے ہونے سے دن منوّر تو شب معطر
ہر ایک لمحے کا ہے وہ محسن
ہر ایک ذرے کا سرنگوں اس کے
سامنے ہے۔
خزینہء بے پناہ قوت
وہ حسنِ فطرت کا ایسا سرچشمہ
جس کا کوئی نہ آئینہ ہے
کئی دنوں سے خفا ہے، ہم سے
چھپا ہوا بادلوں کے پیچھے
وہ بے حسی ہے کہ ہائے توبہ
ہیں دست و لب سُن
ہماری سانسیں بھی جم گئی ہیں
سماعتیں گم، صدائیں گم صم
کہ طائرِ خوش گلو بھی منقارِ زیرِ پر ہیں
ہر ایک جانب بس ایک منظر
سفید پیڑوں کی ٹہنیوں پر کھِلا ہو جیسے
ہزاروں لاکھوں سفید پھولوں کا ایک دفتر۔
ہمارے گھر سے تمہارے گھر تک زمیں پہ
جیسے سفید قالین
سفید ہر چھت، سفید ہر صحن
سفید گلیاں، سفید سڑکیں
نہ گھر ہی روشن نہ نل میں پانی
اداس بچپن، خفا جوانی
کہ فون کے رابطے کٹے ہیں
بری طرح سے پھنسی ہیں سانسیں
ہماری شہہ رگ یہ شاہراہیں
یہ منقطع ہوں تو کیا بچا ہے؟
سفید چادر نے جانے کتنی عزیز جانیں
لپیٹ لی ہیں۔
یہ رنگ ایسا ہے جس میں سارے ہی رنگ پوشیدہ ہیں۔
مگر پھر بھی لگے ہے یوں جیسے
کوئی بیوہ سفید ملبوس میں ہو گریاں
کفن کسی لاش کا ہو جیسے
تبھی تو ہے مردنی سی چھائی ہر ایک چہرے پہ،
ہر نظر بس تلاشتی ہے اسے جو اپنی
غروب ہوتی ہوئی کرن سے بھی چھوڑ جاتا ہے
اک شفق جو
رمق ہے اپنی زندگی کی۔

❖

○

گذشتہ شام و سحر سب بھُلا دیئے میں نے
تمہارے عیب و ہنر سب بھلا دیئے میں نے

وہ کوہسار، وہ جھرنے وہ آبشار حسیں
وہ سایہ دار شجر سب بھلا دیئے میں نے

کھُلی جو آنکھ تباہی کا خوف ختم ہوا
لرزتے ٹوٹتے گھر سب بھلا دیئے میں نے

گھٹن سی سانسوں میں جن کے طفیل ہوتی تھی
وہ سارے خوف، وہ ڈر سب بھلا دیئے میں نے

بس اتنا کافی ہے اب بھی زمیں ہے زیرِ قدم
ستارے، شمس و قمر سب بھلا دیئے میں نے

اشارہ ہائے خضر، راہبر کی وہ مشعل
چراغِ راہگذر سب بھلا دیئے میں نے

وہ آفتاب ملا جو کبھی غروب نہ ہو
ہوا و رقصِ شرر سب بھلا دیئے میں نے

سرور منزلِ مقصود کا عجب شے ہے
تھکان، گردِ سفر سب بھلا دیئے میں نے

❖

○

عطا کرے گا وہ منزل بھی، جس نے جادہ دیا
عمل بھی دے گا وہی جس نے ہے ارادہ دیا

بدلتی رت کے تقاضوں سے تُو پریشاں ہے
میں مطمئن ہوں، خدا نے مزاج سادہ دیا

گھسی پٹی سی کہانی میں جان بھر دی ہے
کہانی کار نے کٹیا کو شاہزادہ دیا

ثنا و حمد ادا کس طرح ہو لفظوں میں
مرے خدا نے مجھے ظرف سے زیادہ دیا

دیا ہے یوں تو بہت اس نے ہم کو بھی لیکن
قدم اُٹھانے کا ہے اختیار آدھا دیا

ستم ظریف نے مجھ کو بٹھایا ہاتھی پر
مگر حریف یہ بونا سا پا پیادہ دیا

❖

Academy Urdu\Photos with name\tarunum Riyaz.jpg not found.

ترنّم ریاضؔ

نام : ترنم قلمی نام: ترنم ریاضؔ

تاریخ پیدائش: ۹/اگست ۱۹۶۳ء

تعلیم : ایم۔اے،ایم۔ایڈ

پیشہ : سرکاری ملازم

تصانیف: پُرانی کتابوں کی خوشبو (شعری مجموعہ)

میرا رختِ سفر، یمبرزل، ابابیلیں لوٹ آئینگی

یہ تنگ زمین، (افسانوی مجموعے)

مورتی، برف آشنا پرندے، فریب خطۂ گُل (ناولیں)

بیسویں صدی میں خواتین کا اُردو ادب، چشمِ نقشِ قدم (تنقیدی کتابیں)

اعزازات: یو پی اُردو اکادمی ایوارڈ، دہلی اُردو اکادمی ایوارڈ،

کلچرل اکیڈیمی ایوارڈ، ادیب انٹرنیشنل ایوارڈ

پتہ : سی۔۱۱، جانی پورا ایکس ٹینشن، نیو دہلی

❖

کہیں کوئی نہیں

یہ کس نے بوئی ہیں چنگاریاں تیری زمینوں میں

یہ کس نے آگ سی سلگائی ہے معصوم سینوں میں

کوئی ویران موسم آبسا بارہ مہینوں میں

کہ جیسے ہوں نہ تاثیریں ہی اب جھکتی جبینوں میں

کسی نے باغباں بن کر جلایا مرغزاروں کو

کسی نے سائباں بن کر اجاڑا ہے بہاروں کو

خزاں نے دیکھ ڈالا گھر ترے سب لالہ زاروں کا

نشاط و چشمہ شاہی ، ڈل ،ولر کا شالماروں کا

ترے جھرنوں، پہاڑوں، ندّیوں کا، آبشاروں کا

سکوں کے ہر خزانے پر ہے پہرا شاہماروں کا

سبھی تیری زمیں پر چاہتے ہیں آسماں اپنا

جڑوں کو گھُن لگا کر ٹہنیوں پر آشیاں اپنا

تری ہر آبجو میں سمِّ قاتل کیوں ملایا ہے

ترے سب گلشنوں کو کس نے گورستاں بنایا ہے

یہ بلبل کے سریلے گیت کو کس نے ڈرایا ہے

دھنک رنگ آسماں پر یہ دھواں کیوں آن چھایا ہے

تری عظمت کے قائل شاہوں کی ہر یاد روتی ہے

ہزاروں سال کی تاریخ شرمندہ سی ہوتی ہے

خدائی نے کسی انصاف میں یوں دیر کی ہے کیوں
ترے صوفی بزرگوں نے خموشی سادھ لی ہے کیوں
خفا خورشید تجھ سے اور روٹھی چاندنی ہے کیوں
تری دشمن بنی آخر تری یہ سادگی ہے کیوں
تری چڑیوں کے نوحوں میں ترنّم کون لائے گا
ترے مجروح ہونٹوں پر تبسّم کون لائے گا
فرشتہ امن کا اجڑے گھروں کو کب بسائے گا
جواں جانوں کے غم کی جھرّیوں میں مسکرائے گا
کنواری بوڑھیوں کی مانگ میں موتی سجائے گا
کہیں کوئی نہیں ، کوئی نہیں ہے ، کون آئے گا
مخالف ساعتوں میں تجھ کو ہم دم کون رکھے گا
مری وادی ترے زخموں پہ مرہم، کون رکھے گا

ترنم ریاض

ساعت

کسی ساعت میں پھوٹی تھی جہاں کی کوکھ سے دنیا
ستارے آسماں پر چھا گئے تھے
مسکرا اُٹھا تھا سورج
بچھ گئی تھیں ندیاں
سرکوسہاروں نے اُٹھائے تھے
زمیں سے کونپلیں پھوٹیں
ہری شاخوں پہ نغمے چھیڑنے آئے پرندے
وحی نازل ہوئی پیغمبروں پر
جبینیں جھک گئی تھیں
ہاتھ اُٹھے تھے دعاؤں میں
کسی ساعت !
کسی ساعت میں دیوانہ ہوا فریاد
مجنوں سے ملی لیلیٰ کی نظریں
تم نے جھانکا میرے گھونگھٹ میں !
کہ ساعت ہی ہے سب کچھ
کچھ نہ تھا ماضی
نہ مستقبل ہی کچھ ہوگا۔

دل سمجھتا نہیں

مجھ کو بھی ہے خبر، زندگی ہے کٹھن

ہر نئی رہ گزر

پتھروں کی ڈگر

خار ہر موڑ پر

چھوٹ جاتا ہے گھر

خواب کی کھوج میں

سب نکل جاتے ہیں

میں سمجھتی تو ہوں

دل سمجھتا نہیں

مامتا سے بھرا

گھر میں خوشبو تری

ڈھونڈتا پھر رہا

تیری آواز سننے کو بے چین سا

تیرے مکھڑے کی خاطر ترستا ہوا

❖

○

میں درد جاگتی ہوں زخم زخم سوتی ہوں

نہنگ جس کو نگل جائے ایسا موتی ہوں

وہ میری فکر کے روزن پہ کیل جڑتا ہے

میں آگہی کے تجسّس کو خون روتی ہوں

مری دعا میں نہیں معجزوں کی تاثیریں

نصیب کھو جنے والی میں کون ہوتی ہوں

شجر کو دیتی ہوں پانی وہ آگ اگلتا ہے

میں فصل خار کی چننے کو پھول بوتی ہوں

فضا میں پھیل گیا ہے تری زباں کا زہر

میں سانس لینے کی دشواریوں پہ روتی ہوں

❖

Academy Urdu\Photos with name\Farid Parbati.jpg not found.

فریدؔ پربتی

نام	:	غلام نبی بٹ
قلمی نام	:	فریدؔ پربتی
تاریخ پیدائش	:	۴؍اگست ۱۹۶۱ء، سرینگر کشمیر
تعلیم	:	پی۔ایچ۔ڈی (اُردو)
پیشہ	:	ریڈر (اقبال انسٹی چیوٹ کشمیر یونیورسٹی)
تصانیف	:	ابر تر (۱۹۸۷)۔آب نیساں (۱۹۹۲)، شہ زور کاشمیری (۱۹۹۲)، اثبات (۱۹۹۸)، فرید نامہ (۲۰۰۳)، گفتگو چاند سے (۲۰۰۵)، انتقاد و اصلاح (۲۰۰۵)، ہزار امکاں (۲۰۰۶)، ہجوم آئینہ (۲۰۱۰)۔
پتہ	:	ہل ویو کالونی، وانہ بل، راولپورہ سرینگر
فون نمبر	:	9419402078

❖

○

ستم گری کا نکالا ہے اس نے طور نیا
پرانے زخم پہ دیتا ہے زخم اور نیا

وہ میرے خواب بجھانے کی دُھن میں رہتا ہے
اسی لئے میرے اندر بپا ہے شور نیا

عجیب لطف دیا مجھکو عشق تازہ نے
میرے وجود میں اب ناچتا ہے مور نیا

قدم قدم پہ بکھرتا ہوں ٹوٹ جاتا ہوں
نہ راس آتا ہے مجھ کو ذرا یہ دور نیا

پڑا اسی لئے اب تک ہوں سرد خانے میں
معاملہ ہے فقط ان کے زیر غور نیا

اذیّتوں میں مجھے کیوں نہ لطف آئے فریدؔ
ستم کا ہاتھ پرانا ہے اور جور نیا

❖

○

گذشتہ رات پہ اک کام درد ناک کیا
کہ ہنستے بھولتے اس نے چراغ خاک کیا

مجھے ہلاک کیا اُس نے اس کا رنج نہیں
یہ رنج ہے کہ میری تیغ سے ہلاک کیا

چھپا دیا ہے ترا درد اہل دُنیا سے
یہ کام میں نے کیا اور بہ انہماک کیا

سبک خرام صبا سے نہ کر گلہ اب کے
گلوں نے اپنی رضا سے قبا کو چاک کیا

ستم کو دینے کو عنوان نیا فریدؔ اس نے
پھر ایک بار حریفوں سے اشتراک کیا

❖

○

سر پہ رنج و تعصب نہیں آتے
سوچتا ہوں میں کب نہیں آتے

مدتوں جی لئے مگر اب تک
زندہ رہنے کے ڈھب نہیں آتے

ٹھن گئی جنگ کے حریفوں میں
امن کے روز و شب نہیں آتے

جن کو کہنا تھا روبرو اُن کے
وہ سخن تابہ لب نہیں آتے

توڑنے دامنِ تہی کا بھرم
تیری محفل میں سب نہیں آتے

بات کوئی ضرور ہوگی فریدؔ
یاد وہ بے سبب نہیں آتے

❖

شہر آشوب

۱

برباد ہوا صحنِ چمن، رقص میں ہوں
ویرانہ بنا اپنا وطن، رقص میں ہوں
باقی نہیں ارتباط روح اور تن میں
رہ بر ہے بشکل راہ زن، رقص میں ہوں

۲

شیرازہ محبت کا پریشان ہوا
غارت عیش و سکوں کا سامان ہوا
اُس دور میں جیتا ہوں کہ جس میں انساں
خونخوار درندہ ہوا حیوان ہوا

۳

بڑھتا ہے اب احساسِ زیاں روز بروز
جلتا ہے اِک آسودہ مکاں روز بروز
بدلا ہے چمن، بدلا ہے گلچیں کا مزاج
خوابوں کا یاں اُڑتا ہے دھواں روز بروز

۴

آنکھوں میں ہے دم اور نہ بازو میں زور
جینے کا سلیقہ ہے نہ مرنے کا طور
ہر شخص ہے بیزار یہاں آپ اپنے سے
کیا یہ زمانہ ہے یہ ہے کون سا دور

۵

دل غم سے ہے بھرپور نگاہوں میں تھکن
کم کم ہی مزا دیتی ہے اب سیرِ چمن
اے صبحِ وطن پوچھ نہ تو وجہِ ملال
''ویں حرفِ معمہ نہ تو خوانی و نہ من[۱]''

❖

[۱] حکیم عمر خیام

شفق سوپوری

Academy Urdu\Photos with name\shafaq sopori.jpg not found.

نام : سیّدعبدالقیوم ختائی   تخلص : شفق سوپوری

والدین : سیدمحمد یوسف ختائی،سعیدہ بیگم

تاریخ پیدائش: 1959،سوپورکشمیر

تعلیم : ایم اے (اُردو)،ایم فل، پی ایچ ڈی،

تصانیف: دلِ خاک بسر (غزلیات) 1989ء

بیتے موسموں کے دکھ (گیت) 1992ء

موسیقی شاعری اور لسانیات (تنقید اور تحقیق) 2001ء

دَشت میں دوُر کہیں (غزلیات) 2007ء

مخزنِ موسیقی (تنقید اور تحقیق) 2009ء

اُردو غزل اور ہندوستانی موسیقی (تنقید اور تحقیق) 2010ء

تالیف : اشاریہ ''شیرازہ'' (اُردو) 1962 تا 2008

پتہ : ''دسنبر ان''، Highland Enclave101،

گوگو، ہمہامہ نزدیک ایئرپورٹ، سرینگر

فون : 9419001693

ای میل : dr.shafaqsopori@gmail.com

❖

○

جستجو آج بھی زنجیرِ بپا چلتی ہے
میرے آگے مرے قدموں کی صدا چلتی ہے

زندگی جنگ کا میدان ہے اور اس میں جب
کُند ہو جاتی ہے تلوار دُعا چلتی ہے

مجھ کو چلنے نہیں دیتاہے اکیلا وہ خدا
میں جو چلتا ہوں میرے ساتھ ہوا چلتی ہے

ہے بڑا دشت محبت کا عجب حال، کہیں
خاک اُڑتی ہے کہیں بادِ صبا چلتی ہے

تیری آواز مقدس ہے مگر میرے ضمیر!
بھوک کے آگے اِس آواز کی کیا چلتی ہے

دیکھتے ہیں کہ ہواؤں کی مشیت ہے کیا
ساتھ لیکے مجھے کس سمت گھٹا چلتی ہے

❖

○

شبِ ہجراں بخیل تھی پہلے
شمع سے بھی قلیل تھی پہلے

سنگ ہائے نہاد ہیں شاید
اس جگہ پر فصیل تھی پہلے

اسی بستی کے آس پاس کہیں
لوگ کہتے ہیں جھیل تھی پہلے

کیا یہ سچ ہے بچ نکلنے کی
ایک خفیہ سبیل تھی پہلے

غور سے اس منڈیر کو دیکھو
یہ حسین و جمیل تھی پہلے

❖

○

میانِ اہلِ جہاں ہیں، کوئی بتاؤ ہمیں
ہیں کون اور کہاں ہیں، کوئی بتاؤ ہمیں
ہم ایک آن کی خاطر چمن میں آئے ہیں
بہار ہیں کہ خزاں ہیں، کوئی بتاؤ ہمیں
غبارِ خاک کی تصویر ہیں سرِ دیوار
کہ عکس آبِ رواں ہیں، کوئی بتاؤ ہمیں
لرز رہے ہیں گلابوں پہ صورتِ شبنم
کہ زیرِ نوکِ سناں ہیں، کوئی بتاؤ ہمیں
فشارِ ہجر کے ناکام نسخے اب بھی کیا
امیدِ دل زدگاں ہیں، کوئی بتاؤ ہمیں
وفا کے دشت میں آئندگان غم کا غبار
کہ خاک خوش گذراں ہیں، کوئی بتاؤ ہمیں
خمارِ خواب میں ڈوبی ہوس بھری آنکھیں
کیوں اس طرف نگراں ہیں، کوئی بتاؤ ہمیں
ہم اپنی شورشِ ہنگامۂ جنوں کے سبب
فسادِ دورِ زماں ہیں، کوئی بتاؤ ہمیں

❖

○

میں خس بدوش ہوں پیچھے شرر ہے چار قدم
کہ مجھ سے دورِ زوال وضرّ رہے چار قدم

یہاں بضعف، وہاں نازکی سے طے نہ ہُوا
سُنا تھا دشتِ وفا کا سفر ہے چار قدم

ذرا بھی کوچۂ محبوب سے نہیں اُٹھتے
اگر چہ دُور ہمارا بھی گھر ہے چار قدم

غبارِ خاکِ فنا ہے ہماری ارضِ جنوں
کہ اس میں سلسلۂ خشک وتر ہے چار قدم

مگر کسی کو ہو دیدارِ خستگاں کا خیال
چمن سے وادئ خار و حجر ہے چار قدم

تمھیں جو ملتے تھے وہ دو قدم بھی چلتا ہوں
مرا بہ سوئے تعلق سفر ہے چار قدم

❖

○

خوب آتے ہیں خریدار جہاں کھولتے ہیں
یار کے کوچے میں زخموں کی دُکاں کھولتے ہیں

شاید اس میں ملے خوشبوئے گذشتہ کا سراغ
دشتِ خاشاک میں زنبیلِ خزاں کھولتے ہیں

کون دیتا ہے صدا گردونواحِ دل میں
کس مسافر کیلئے ہم درِ جاں کھولتے ہیں

روز اک خشت نئے زخم کی رکھتا ہوں وہاں
اِک دریچہ مرے احباب جہاں کھولتے ہیں

کچھ سمجھتے ہیں صبا سے غزلِ برگِ گلاب
کچھ تو فرہنگِ بیاضِ گذراں کھولتے ہیں

بات کرتے ہیں گل و لالۂ و رنگ و بو سے
ہم پرندوں کی طرح اپنی زباں کھولتے ہیں

❖

نذیر آزاد

نام	:	نذیر احمد
قلمی نام	:	نذیر آزاد
ولدیت	:	عبدالرحمان آزاد
تاریخ پیدائش	:	۲۸/جون ۱۹۸۵ء، موضع کوئل، پلوامہ، کشمیر
تعلیم	:	پی۔ایچ۔ڈی (اُردو)
پیشہ	:	درس وتدریس
تصانیف	:	نغمۂ زنجیرپا (اُردو شعری مجموعہ)
		غبار (عبدالرحمان آزاد کے کشمیری خطوط کی ترتیب)
		کلیات عبدالرحمان آزاد (مرتبہ کشمیری)
		اردو لغت نگاری: روایت اور ارتقا
پتہ	:	آزاد منزل کوئل پلوامہ کشمیر
فون نمبر	:	9419030720

❖

○

پانی پہ عکسِ ماہ کی تنویر ہے کہ تو
اس دشت میں سراب کی تصویر ہے کہ تو

کوئی ہے دشت میں کہ مجھے کھینچتا چلے
آوازِ ساربان ہے زنجیر ہے کہ تو

قربان اس ادا پہ عجب سادگی کے ساتھ
پوچھے نکل کے تیر یہ نخچیر ہے کہ تو

تھوڑی خلش ہے، ٹیس ذرا، لطف جا بہ جا
پوچھو ہمارے دل سے کہ یہ تیر ہے کہ تو

خوش پوش، پُر بہار، ولیکن ذرا ذرا
سو جان سے فدا ترے کشمیر ہے کہ تو

پُر درد، باثبات، عجب بانکپن کے ساتھ
آزاد رو رہا ہے کوئی میر ہے کہ تو

❖

یاں کے سفید و سیاہ میں اپنے دخل نے آساں کام کیا
چلنا ہی تھا اُفتاں خیزاں خود کو محوِ خرام کیا

ہم جیسے درویشوں کی خاطر روح و بدن کی قید کہاں
بادِ صبا سے گھنٹوں بولے گُل سے پہروں کلام کیا

جان کہیں ہے دل ہے کہیں پر جُبّہ یاں دستار وہاں
بستی بستی صحرا صحرا اپنے کو نیلام کیا

بھاری رن پھر ایسی ہزیمت کس کو منہ دِکھلاتے ہم
گردِ سفر نے چہرہ ڈھانک کے ہم پر کچھ اکرام کیا

عمدہ اپنی صف بندی تھی اعلیٰ تھے ہتھیار اپنے
دل ہی دل میں فوج کشی سے آخر اُس کو رام کیا

قشقہ کھینچیں دیر میں بیٹھیں اپنا دل بھی کہتا تھا
تیور دیکھو برہمن جی کے فود کے وقفِ اسلام کیا

بڑی مشکل سے شاداب ڈالی ہوگئی ہوگی
خزاں کے سامنے لیکن سوالی ہوگئی ہوگی

ہمارے خانۂ دل میں وہ جگنو بن کے آئے گا
مگر تب کچھ زیادہ رات کالی ہوگئی ہوگی

اُسے اقوال دے کر پر بھلا کیسے یقین آتا
کہ میرے باغ کی ہر شاخ خالی ہوگئی ہوگی

فضائے میکدہ بدلے گی میری باری آتے ہی
سبو ٹوٹیں گے اور بوتل بھی خالی ہوگئی ہوگی

لَب گویا پہ قدغن سے وہ کیونکر یہ سمجھتا ہے
کہ میرے حق میں شیریں اُس کی گالی ہوگئی ہوگی

○

دُعا میں دل سے نہ تھا دل کا فاصلہ سا کچھ
خدا سے بول رہا کہیں ذرا سا کچھ

حُسینؓ آئیں تو کر جائیں فیصلہ اس کا
ہمارے شہر میں برپا ہے کربلا سا کچھ

خدا کا شکر بنا بے گھری سے گھر اپنا
ہر ایک سمت میں پھیلا کروں ہوا سا کچھ

تمام عمر میری شکل سے گریزاں ہے
اگرچہ ساتھ پھرے میرے آئینہ سا کچھ

تکے ہے بام تو حیرت میں ہی در و دیوار
میرا وجود لگے گھر میں سانحہ سا کچھ

بڑی ہی دیر میں جانا کہ یہ بھی دریا ہے
سمجھ لیا تھا جسے میں نے راستہ سا کچھ

بلند ہاتھ ہوئے، لب ہلے، پڑھی آمین
کمی فقط ہے نہیں دل میں مُدعا سا کچھ

○

معجزہ کیا کوئی اب دستِ قلندر میں نہیں
یا یہی ہے کہ شفا میرے مقدر میں نہیں

یا کہ واقف نہیں میں لذّتِ آتش سے ابھی
یا شرر ہی کوئی شاید کسی پتھّر میں نہیں

جس میں رہ جائیں سمٹ کر ترے دل کے افلاک
وہی پرواز ابھی تک میرے شہپر میں نہیں

جھوٹ ہر رات دِکھائیں وہ تو کیوں سچ مانوں
روشنی مجھ میں نہاں ہے مہ و اختر میں نہیں

کسی کونے میں پڑا ہوگا وہیں پر آزاد
تم نے ڈھونڈا ہے مگر کوچۂ دلبر میں نہیں

❖

with name201\syed raza.jpg not found.

سیّد رضاؔ

نام : آغا سیّد محمد رضا موسوی
قلمی نام : سید رضاؔ
تاریخ پیدائش : ۲۵/اگست ۱۹۵۶ء
مقام پیدائش : بڈگام، کشمیر
تعلیم : ایم۔فل(اُردو)
پیشہ : صدر شعبہ اُردو، امر سنگھ کالج
پتہ : پالر، بڈگام کشمیر۔۱۹۱۱۱۱
فون نمبر : 9419035675

❖

نعت

بُخدا سب ہیں نگوں سار محمدؐ کے لئے
خاک خود بینی و پندار محمدؐ کے لئے

شوقِ دیدار کا نظروں میں رچائے نہ تھکی
چشمِ ہستی رہی بیدار محمدؐ کے لئے

قادر و خالق و قیوم و معبود سے بھی
ہم کہ رکھتے ہیں سروکار محمدؐ کے لئے

وَرَفَعنا لَکَ ذِکرَک کی صدا آنے لگی
سج گیا مدح کا دربار محمدؐ کے لئے

جب بھی دل دھڑکے وہ ہلتی ہوئی زنجیر کہے
رُک گئی وقت کی رفتار محمدؐ کے لئے

یہ جو ہے سلسلۂ کون ازل تا بہ ابد
یہ جو ہے گرمئ بازار محمدؐ کے لئے

چاندنی، دُھوپ، دھنک، جوت، جلا سب کی سب
ہیں مچلتے ہوئے انوار محمد کے لئے

❖

○

پُر خوف ظُلمتوں سے ہمیں پھر نکالئے
اب کے جو ہو سکے کئی سُورج اُچھالئے

شامل کسی کا ہاتھ ہے میری اُٹھان میں
یہ بیل جو چڑھی تو کوئی آسرا لئے

پتہ ہوں ایک شاخ سے ٹوٹا گرا ہوا
پھرتی رہے گی جانے کہاں تک ہوا لئے

انکار، پیاس، آگ، لہو، تن دریدگی
کُوفے سے ہو نصیب پلٹنا تو کیا لئے

ہر بار اپنی چُپ سے اُلجھتے رہا کئے
آساں نہیں ہیں حرف ونوا کے سَوا لئے

ممکن ہے جسم تاب گُہر دل کا بن سکے
یہ خواب ہے تو آنکھ کی سیپی میں پالئے

شاید کسی خیال کی تہ میں چُھپے ملیں
ساحل ہرے بھرے کہ سمندر نے آلئے

○

بہت عجیب ہے تعمیر کوئی گھر کرنا
رمِ غزل کو مَحدُودِ بام و در کرنا

نمُو کا زور تھا خُوشبُو فضا میں لہرائی
یہی تو ہے قفسِ رنگ میں بسر کرنا

قرار موت ہے منزل پذیر قدموں کی
مُسافروں کو پھر آمادۂ سفر کرنا

زمانہ یاد سے تری لپٹ کے روئے گا
مُشاہدہ تو اے اُفتادۂ نظر کرنا

میں جس سے کٹ کے جُدا ہو گیا تناور تھا
ہے اُس کے نام رقم سایۂ شجر کرنا

بعید کیا ہے کہ جگنو سے چاند ڈھیل جائے
ذرا سی آنچ کو اس طرح شعلہ ور کرنا

کبھی لطیف بدن پر شکن بھی پھبتی ہے
کبھی یہ پیرہن آلودہ لمس بھر کرنا

❖

○

اِن ہی پیڑوں پہ کہ سایوں کا گُماں رکھتے ہیں
مُنحصر اپنے لئے آگ دھواں رکھتے ہیں

جیسے پوشاک پہ پوشاک پہن کر نکلیں
خود کو آزاد تکلُف سے کہاں رکھتے ہیں

ہم بھی انگور کی شاخوں کی طرح اُٹھ اُٹھ کر
ہائے تقدیر بدستِ دِگراں رکھتے ہیں

زلزلے آئیں گے تسلیم بجا لائیں گے
زِبدہ پندار ابھی کوہ گراں رکھتے ہیں

پہلے دیوانگی کی حد ہی نہیں کھنچتی تھی
سامنے اب رمِ آہُو کے نشاں رکھتے ہیں

اس قدر فاصلے پھیلا کے کہاں بیٹھا ہے
آ تجھے پاس ہی مِثلِ رگِ جاں رکھتے ہیں

❖

○

شمعِ اُمید جلاتے ہیں ہوا میں ہم لوگ
دیکھ کیا لائے گُزرگاہِ فنا میں ہم لوگ

زخم در زخم سماں تازہ کیا کرتے ہیں
گھول کر شوخئ مقتل کو حِنا میں ہم لوگ

لاکھ کوشش بھی کریں زندہ نہیں رہ سکتے
ہم خیالی کی خطرناک وُبا میں ہم لوگ

سوچ لو کیا یہی جینا ہے جیئے جانا ہے
باندھتے ہیں کوئی تمہید قضا میں ہم لوگ

وہ دکھائی نہیں دیتا اُسے چھُو لیتے ہیں
لفظ میں، رنگ میں، خوشبو میں، صدا میں ہم لوگ

دل شِکستوں کو خَمِ زُلفِ بُتاں کافی تھا
اور اُلجھائے گئے خاک وخلا میں ہم لوگ

یہ کہاں آ کے نئی فصل اُگانے نکلے
پچھلے وقتوں سے ملی دُھوپ گھٹا میں ہم لوگ

❖

طاہر مضطؔر

نام : سید محمد طاہر

قلمی نام : طاہر مضطؔر

ولدیت : مرحوم سید غلام نبی

تاریخ پیدائش : ۲۲؍دسمبر ۱۹۳۸ء

تعلیم : ایف۔ایس۔سی۔

تصنیف : نیلام گھر (۱۲ ایڈیشن)

ادارت : ہفت روزہ آہنگ، سلسبیل، ڈیلی چنار
نوائے صُبح، پلیٹیکل ٹائمز

پتہ : سید لاج، 161۔راولپورہ کالونی،
صنعت نگر، سرینگر

فون نمبر : 9796223639

❖

روحوں کا ملن

نیند موت نہ سہی
موت کی ایک صورت تو ہے
لیکن نیند میں جب کھُلتا ہے
میرے لاشعور کا دروازہ
میں زندگی سے ہمکنار ہوتا ہوں
میرا ماضی بھی عود کر آتا ہے
میں سنتا ہوں وہ نغمات
جو میں کبھی اُس کی صحبت میں گاتا رہا
نغمات جو میرے نہیں
اُس کے جلوے سے جنم لیتے تھے
لاشعور کی اس حسین وادی میں
میں اس کو دیکھتا ہوں
میری جانب آتے ہوئے
قوسِ قزح کے رنگوں میں ملبوس
اس جگمگاتے منظر کے عقب سے
آواز آتی ہے
دِلکش ترنم کے ساتھ
دو دِلوں کی چاہت کا نظارہ ہے یہ
روحوں کے ملن کی
جاوداں زندگی کا منظر ہے یہ
جسم کیا چیز ہے؟
جسم تیرا بے حس پڑا ہے
نیند کی حالت میں
اور میں تم سے دور۔ بہت دور
ایک رسمی شبستان میں
کسی اور کے پہلو میں

❖

طاہر مضطر

میری ماں

جب آسمان پھٹ جائے گا
جب تارے جھڑ پڑیں گے
جب سمندر اُبل پڑیں گے
قبریں اُکھڑ جائیں گے
اور مردے قبروں سے اپنے رب کی جانب
پھیل پڑیں گے
باری تعالیٰ کی جانب دوڑایا جائے گا
لرزیں گے سب، کانپیں گے سب
جب اعمال کا حساب ہوگا
اُس دم
میں اپنی پارسا ماں کو آواز دوں گا
ضرور اپنی پارسائی کا کچھ حصّہ
میرے پلڑے میں ڈالے گی
ضرور مجھے نجات دلائے گی
کون تھی میری ماں؟
کیا کیا بتاؤں، کیسے بتاؤں
پارسائی کی تفسیر مشکل ہے لفظوں میں

طاہر مضطر

ایک جھلک کا رشتہ دائم

یہ میری ذوقِ نظر کا
معجزہ ہے یا
تمہارے شوقِ نظر کا کرم
کہ دیکھتے ہی دیکھتے ہم بس گئے
ایک دوسرے کی آنکھوں میں
کسی زمانے میں، کسی یُگ میں
پھر رُت بدلی، موسم بدلے
سماں بدلا، زماں بدلا
زمانے کے اوراق اُلٹے
لیکن نہ اُلٹا وہ ورقِ چاہت
جو لکھا ہے ہم نے تیرِ نگاہ سے
اُس زمانے میں
لیکن فراقِ نصیب ہم دونوں
وصل سے بالکل آشنا

جسم گروی ہیں ہمارے
الگ الگ ہمسفر ہمارے
ہم دونوں ہیں متوازی راہوں کے راہی
کبھی نہ ملنے کی حقیقت سے بھی آشنا
پھر بھی ایک دوسرے کے گرویدہ
زندگی کے طویل سفر میں
مڑ مڑ کے دیکھتے ہیں ہم
ایک دوسرے کو
ایک جھلک کے اس رشتے پر
قربان ہے ہماری زندگی
کون سمجھ سکتا ہے اور کیسے سمجھائیں ہم
یہ ایک جھلک کا رشتہ دائم

طاہر مضطر

تجربہ

بات ماضی کی ہے
جب میں کہتا تھا
''میں زندگی میں تنہا ہوں''
''جھوٹ
سراسر جھوٹ
تم تنہا نہیں ہو''
تم کہا کرتی تھی
میری تنہائی کا کبھی یقین نہیں آیا
تم کو
''جھوٹ بولتے ہو''
تم بولتی رہی ہمیشہ
میں نے چپ سادھ لی پھر

اور کرتا بھی کیا میں
بات ہی کچھ ایسی تھی
حال کی بات کرتا ہوں
اب تم بھی جھرمٹ میں ہو
لیکن کہتی ہو
''میں تنہا ہوں''
''ہاں! ہاں! تم تنہا ہو''
جھٹ پٹ میں جواب دیتا
ہوں
یقین ہے مجھ کو
تم جھوٹ نہیں سچ کہتی ہو

❖

طاہر مضطر

رُوح اور لہو

خاک کے پُتلے میں جب
پھونکی گئی رُوح
گوشت پوست کا
آدم بنا
پھر جسمِ آدم میں جب
گردش لہو کرنے لگا
حیاتِ آدم کا آغاز ہوا
لہو کی روانی سے عبارت ہے
زِندگی اِنسان کی
لہو رُک جائے تو
مرگ کا ہے سامنا
یہ رُوح ہے یا لہو
جِس نے خاک کے پُتلے کو بنایا
آدم پھر آدم زاد

❖

with name\Malik Ilyas Tanveer Bhaderwahi.jpg not found.

تنویر بھدرواہی

نام : محمد الیاس ملک

قلمی نام : تنویر بھدرواہی

ولدیت : ملک غلام مصطفٰے

تاریخ پیدائش : ۲۹ر فروری ۱۹۴۰ء

پیشہ : ریٹائرڈ سینئر لیکچرر (اُردو)

مجموعۂ کلام : پَرتَوِ تنویر۔ ۱۹۹۴ء

رُکن : اقبال بزمِ ادب بھدرواہ، انجمن فروغِ اُردو، جموں

پتہ : محلّہ دھرم پورہ، بھدرواہ۔ ۱۸۲۲۲۲

فون نمبر : 9906275049

❖

○

اُن کی یادوں کی لَو سے ہیں دیوار و در آئینہ
جن کے جلوؤں سے لگتا ہے پتّھر پتّھر آئینہ

کِس کا ذکرِ خیر چھڑا یہ میرے دِل کے کعبے میں
کِس کے نُور سے لگتے ہیں محراب و منبر آئینہ

چشمِ بصیرت! چشمِ تمنا! اُس کی قدرت کیا کہنا
قطرہ قطرہ ایک سمندر اور سمندر آئینہ

جاگ اُٹھے گی میری قسمت، ذرّہ ذرّہ چمکے گا
تم آؤ تو ہوجائے گا منظر منظر آئینہ

دِل کے آئینے سے نازک کون سی شے ہے دُنیا میں
پتھر دِل ہیں توڑتے ہیں جو دِل کا اکثر آئینہ

بے جا شکوؤں سے تو رنجش اور بھی بڑھتی جاتی ہے
بھول نہ جانا، دُھول سے ہوجاتا ہے مُکدّر آئینہ

حُسن کہاں دیکھا ہے اُس نے، دیکھے گا تنویر اگر
ہو جائے گا راکھ حسَد کی آگ میں جل کر آئینہ

❖

دِل ہم کو داغ داغ ملا پھر بھی ہم جیئے
محرومیوں کا باغ ملا پھر بھی ہم جیئے

نیرنگئ جہاں نے عجب حوصلہ دیا
غم سے نہ کچھ فراغ ملا پھر بھی ہم جیئے

بھٹکے تری تلاش میں اے منزلِ نشاط
تیرا نہ کچھ سراغ ملا پھر بھی ہم جیئے

ساقی نے ہم سے بزم میں صرفِ نظر کیا
خالی ہمیں ایاغ ملا پھر بھی ہم جیئے

غم خانۂ حیات پہ تھیں ظلمتیں محیط
بجُھتا ہوا چراغ ملا پھر بھی ہم جیئے

مانندِ عندلیب رہے نغمہ سنج ہم
طالع برنگِ زاغ مِلا پھر بھی ہم جیئے

تنویرؔ جو شعور کی کرنیں بکھیرتا
وہ دِل نہ وہ دماغ مِلا پھر بھی ہم جیئے

شبِ غم جب آنکھوں میں نَم دیکھتے ہیں
اِنہی میں تیرا عکس ہم دیکھتے ہیں

وہ عالم ہے اب، ہم جدھر آنکھ اُٹھائیں
تمہیں کو تمہاری قَسم دیکھتے ہیں

وہ جن کی نظر منزلوں سے پرے ہے
وہ کب راہ کے پیچ و خم دیکھتے ہیں

زمانے میں عزم و عمل ہی کے پیکر
ستاروں پہ اپنے قدم دیکھتے ہیں

بَلا سے کوئی اور دیکھے نہ دیکھے
وہ ہم کو بہ نگہہِ کرم دیکھتے ہیں

عجب بے حِسی شہر والوں میں دیکھی
کوئی مر بھی جائے تو کم دیکھتے ہیں

ہمارا تو روتا ہے تنویرؔ دِل بھی
کسی کی جو آنکھوں میں نم دیکھتے ہیں

تنویرؔ بھدرواہی

اُردو

مہکے اُردو کا گلستاں دیکھو!
اِس پہ آئے نہ اب خزاں دیکھو!

جِس پہ عِلم وادب بھی نازاں ہے
شِیریں و شُستہ یہ زباں دیکھو!

اِس پہ قُرباں لطافتوں کا جہاں
حُسن اِس کا ہے جاوِداں دیکھو!

دیکھنے ہوں تو میرؔ کے نِشتر
اور جادو بیانیاں دیکھو!

تنقید کے ہیں بادشاہ یہی
میرؔ ہیں میرِ کارواں دیکھو!

نہ بات پوچھو نہ ذوقؔ سوداؔ کی
تُم قصیدوں کی کہکشاں دیکھو!

داغؔ، اقبالؔ، مومنؔ و غالبؔ
مہ و انجم ہیں ضَوفشاں دیکھو!

جن پہ عظمت نثار ہوتی ہے
ایسی ہوتی ہیں ہستیاں دیکھو!

مرثیہ ہے انیسؔ پر نازاں
یہ زباں، قدرتِ بیاں دیکھو!

کیا فصاحت ہے! کیا روانی ہے!
رشک کرتی ہیں ندّیاں دیکھو!

آتشؔ و ناسخؔ و نسیمؔ وحسنؔ
ہے ستاروں کا کارواں دیکھو!

اَور بھی جو ادیب و شاعر ہیں
سب ہیں اُردو کے پاسباں دیکھو!

کِس نے اِس کا دیا نہ خونِ جگر
رہی ہر قوم مہرباں دیکھو!

اِس کے دم سے ہے رابطہ قائم
ہر زباں پر ہے یہ زباں دیکھو!

بازشِ پاک و ہند اگر تنویرؔ
ہے کوئی تو یہی زبان دیکھو!

اقبال فہیم

نام	:	محمد اقبال
تخلص	:	فہیم
تاریخ پیدائش	:	۱۵؍مارچ ۱۹۵۲ء
تعلیم	:	ایم۔اے۔فلاسفی
تصانیف	:	(۱)سنگ برآب
		(۲)ندائے آوارگی
		(۳)موجِ نفس (مجموعۂ شعر)
		(۴)انجیل مقدس کا کشمیری ترجمہ
ادارت	:	کشمیری زبان کا رسالہ ''واڈ''
پتہ	:	کنہ دیور، متصل اسلامیہ کالج، سرینگر کشمیر
فون نمبر	:	9906969987

❖

نظم

دُھوپ کھلے، میں چپکے چپکے آنگن پھرتا تھا
اماں کھڑکی سے آواز مجھے دیتی تھی منّے
میں اُلٹے پاؤں چپکے کمرے میں جب آتا تھا
اماں جو کڑتی بجلی اور گرجتے بادل مجھ پہ برستی تھی
میں بھیگی بلی پچھتاوے کی چادر لے کر سہما سہما روتا تھا
رات کو اماں اَبا سے کہتی تھی
لڑکا دھوپ نکلتے ہی کوچہ کوچہ آنگن آنگن گاؤں گاؤں پھرتا ہے
دھوپ کا شیدائی اس کے نس نس میں دھوپ کے صحرا پھیلے ہیں
ابا کہتے تھے
لڑکا ہے تو دھوپ میں کھیلے اچھا ہے
دھوپ کا موسم لحاتی ہے
ان دونوں کے بیچ کا جھگڑا صحرا صحرا بڑھتا تھا
اماں رنجیدہ پژمردہ ایک طرف ہو جاتی تھی
اور
اَبا اُٹھ کر جاتے تھے
گائے کی ٹانگیں، آنکھیں اور اک لمبی دم ہوتی ہے
میں دُھراتا تھا
اس پر میرے معلّم خوش تھے

ابا سے کہتے تھے، لڑکا سبق میں اچھا ہے، پر شوق نرالے ہیں اس کے
دھوپ کھِلے اور لڑکا بھاگے
رفتہ رفتہ آنگن سے کوچے سے، گاؤں سے دھوپ گئی
اور
مجھ پر بات ہوئی جب روشن
گائے کے معنی ممتا کے ہیں
آنکھیں :۔ مذہم وبصیرت
دم :۔ اپنے ہونے کی اک واضح صورت
میں رنجیدہ پژمردہ رہنے لگا
آنگن سے جب دھوپ گئی
برسوں پُرانی برف کی ٹھنڈک دریاؤں سے پھیل گئی
اور
دریا شہر میں رہنے آئے
مندر، مسجد الگ ہوئے
ہر دہلیز پہ جاڑا رقصاں
میرا آنگن سونا سونا
ابا سرگوشی سے کہتے تم کو جاڑا سا لگتا ہے
کل
تم دھوپ کے شیدائی تھے

❖

اقبال فہیم

○

اس دشتِ بے ضرر کی تو آب و ہوا نہ ڈھونڈ
میں پیکرِ خیال ہوں مری صدا نہ ڈھونڈ

خود سوکھ جائے گا مرے اندر کا پیڑ بھی
منظر لہو لہان ہے زورِ ہوا نہ ڈھونڈ

کیا رنگ لائے گا وہ سبھی محوِ ہوش ہیں
اس شہر آفتاب میں دشتِ عصا نہ ڈھونڈ

خود آگہی کے قتل میں مرنا پڑا مجھے
چہرے بتا رہے ہیں کہ زورِ ادا نہ ڈھونڈ

اُگتے ہی منظروں کو یہ کیا ہو گیا فہیم
میں صاحبِ کتاب ہوں رقصِ انا نہ ڈھونڈ

❖

ایک لمحہ ''میں ہوں میں'' دریا رواں
ایک لمحہ ''میں ہوں میں'' شعلہ فشاں

ایک لمحہ ''میں ہوں میں'' افسردہ دِل
ایک لمحہ ''میں ہوں میں'' چہرہ فغاں

ایک لمحہ ''میں ہوں میں'' دیوار و در
چیختے لمحوں کا اک ریگ ِرواں

ایک لمحہ ''میں ہوں میں'' آوارِ گی
ایک لمحہ جستجو ٹھہروں کہاں

ایک ''میں ہوں میں'' زیرِپا
ایک لمحہ ''میں ہوں میں'' آتش فشاں

ایک لمحہ ''میں ہوں میں'' قوسِ قزح
ایک لمحہ ''میں ہوں میں'' کوئی دھواں

ایک لمحہ، ڈھونڈتا دریا کوئی
ایک لمحہ، سامنے صحرا کوئی

ایک لمحہ، مردوزن روتے ہوئے
ایک لُمحہ، بجھ گیا چہرہ کوئی

ایک لمحہ، دیدنی منظر بہ دوش
ایک لمحہ، گھاؤ ہے گہرا کوئی

ایک لمحہ، ابتدا ء و انتہا
ایک لمحہ، رقصِ شعلہ سا کوئی

ایک لمحہ، پوچھتا ہوں کیا ہُوا
ایک لمحہ، خاک وآتش پا کوئی

ایک لمحہ، دیکھتے مجھ کو فہیم
ایک لمحہ، سر بہ زانوں تھا کوئی

with name\zahid mukhtarjpg not found.

زاہد مختار

نام : زاہد مختار، ولدیت : حاجی ثناءاللہ

تاریخ پیدائش: ۱۵/جنوری ۱۹۵۶ء

تعلیم : بی۔ایس۔سی

تصانیف: (۱) ابتداء (۱۹۸۴) شعری مجموعہ

(۲) خوشبو کا سفر (۱۹۸۲) ناول

(۳) سُلگتے چنار (۲۰۰۴) شعری مجموعہ

(۴) جہلم کا تیسرا کنارہ (۲۰۰۵) افسانوی مجموعہ

(۵) اجنبی شہر کے اجنبی راستے (۲۰۰۵) طویل نظم

(۶) تحریریں (۲۰۱۰) کشمیری شعری مجموعہ

(۷) تمبرِ ہلم (۲۰۰۹) کشمیری شعری مجموعہ

ادارت : ہفت روزہ المختار، ماہنامہ لفظ لفظ

ایوارڈ : سفیرِ اُردو ایوارڈ، علی گڈھ، جموں وکشمیر اُردو اکادمی ایوارڈ

پتہ : نئی بستی، اننت ناگ، کشمیر (فون نمبر: 9797005555)

❖

○

مجھے ہر لفظ کی گہرائیاں آواز دیتی ہیں
دلوں کے چھید سے شہنائیاں آواز دیتی ہیں

میں گُل کو توڑ کے کالر سجانے کا نہیں قائل
مجھے گُلشن میں اکثر تتلیاں آواز دیتی ہیں

تری بستی کا ہنگامہ کہاں اب راس آتا ہے
مجھے ہر شکل میں تنہائیاں آواز دیتی ہیں

تمہیں چُپکے سے بھی کوئی دغا کرنی نہیں آتی
تمہارے شہر کی رسوائیاں آواز دیتی ہیں

اُڑانوں پر تیرے پہرے کبھی تو ٹوٹ جائینگے
پروں کو آج بھی پُروائیاں آواز دیتی ہیں

میرے مختار نے اک دن کہا چپکے سے اے زاہد
قفس میں ہوں مجھے آزادیاں آواز دیتی ہیں

❖

لرزتی رات باقی ہے ابھی تم ساتھ مت چھوڑو
ابھی تو بات باقی ہے، ابھی تم ساتھ مت چھوڑو

یہ مانا سحر سے پہلے بکھرنا ہے تصوّر کو
اجل کی مات باقی ہے، ابھی تم ساتھ مت چھوڑو

ابھی تو میں نے خنجر کا کیا اِک راز ہے افشا
لہو کی ذات باقی ہے، ابھی تم ساتھ مت چھوڑو

میری راہوں کے بخشے آبلے پھوٹے نہیں اب تک
ابھی سوغات باقی ہے، ابھی تم ساتھ مت چھوڑو

میں اب بھی تیری پلکوں پہ وہی آنسو ہوں ٹھہرا سا
مری برسات باقی ہے، ابھی تم ساتھ مت چھوڑو

جنون دل کی وادی سے سکون دل کی سرحد تک
ابھی سکرات باقی ہے، ابھی تم ساتھ مت چھوڑو

آؤ دو پل زندگی سے پیار کی باتیں کریں
پھر کسی آنگن کسی دیوار کی باتیں کریں

ہم نے مانا دو طرف کی آگ ہے جل جائینگے
پھر نہ کیوں تپتے ہوئے رخسار کی باتیں کریں

چاند کے ٹکڑے تو چُن لیں راکھ کے اُس ڈھیر سے
پھر تصوّر میں کسی دلدار کی باتیں کریں

ہم نے تتلی کے پروں پر لکھ دیا ہے اشتہار
کیوں کسی زر دار کے اخبار کی باتیں کریں

قلب میں گر حوصلہ ہے جا کے جہلم روک دو
پھر کسی سرحد، کسی تلوار کی باتیں کریں

ایک صف میں ہم بھی دیکھیں قد سبھوں کا ایک بار
پھر کسی زاہدؔ، کسی مختارؔ کی باتیں کریں

ایک سنگِ در سجا کر وہ مکاں لے جائے گا
ایک ایسا شخص ہوگا کارواں لے جائے گا

خوشبوؤں کے شہر سے کچھ بھی نہ لے پائے گا وہ
آشیاں میرا جلا کر بس دُھواں لے جائے گا

میں زمیں کی سرحدوں کا جب نہیں قائل تو پھر
وہ میرے حصے کا کیسے آسماں لے جائے گا

میرے بچّے کے تصوّر میں نہیں پریوں کے خواب
وہ وراثت میں مری اک کہکشاں لے جائے گا

تم کہانی کے سبھی کردار بن کر جان لو
ایک دن زاہدؔ اُبھر کر داستاں لے جائے گا

نظم

ایک جرأت کی تھی میں
کل بڑی ہی شان سے
کوٹھری میں گیلے گیلے سے پڑے
اُس صدق کو
اہتمام خشک وتر سے
جا کے ڈالا دھوپ میں
اور اُس دم بس فلک کو
طیش ایسا آ گیا
بارشوں نے پتھروں کو ریزہ ریزہ کر دیا
اور جب تک میں صداقت کو سمیٹتا رہ گیا
آسماں نے اُس کے بھی بس پُرزے پُرزے کر دئے
جانتا ہوں میں کہ تم اک جھوٹ سمجھو گے اسے
میری مانو صدق دل سے جا کے خود ہی دیکھ لو
اپنے جہلم کا وہ پانی
سرخ ہی ہے آج کل

احمد شناس

Academy Urdu\Photos with name\Ahmad Shinas.jpg not found.

نام	:	احمد شناس
جائے پیدائش	:	شاہدرہ شریف، راجوری
پیشہ	:	ریٹائرڈ ڈپٹی کمشنر
تصنیف	:	پس آشکار (شعری مجموعہ)
پتہ	:	26-E توی، وِہار کالونی، سدرہ جموں
فون نمبر	:	9419111759

نعتیہ غزل

لوگ اُس کا نام لیتے ہیں سیاست کیلیئے
وہ کہ آیا لفظ و معنی کی شہادت کیلیئے

ہم سرابوں کیلیئے لڑتے ہیں، مرتے ہیں یہاں
وہ سمندر، پیاس والوں کی ضرورت کیلیئے

وہ بھی میرے ریگزاروں کیلیئے ہے اجنبی
اجنبی ہوں میں بھی اُس بارانِ رحمت کیلیئے

آدمی کو مُلکت کرڈالا تھا اُس نے خوف سے
مجھ کو دیکھوں آج بھی زندہ ہوں دہشت کیلیئے

فائدوں کا رُخ بدل کر رکھ دیا اُس نے یہاں
حوصلہ درکار ہے ایسی تجارت کیلیئے

میری سانسوں میں کہاں ہے ورنہ وہ خوشبوئے جاں
ساری تقریریں ہیں محفل کی حرارت کیلیئے

حُسن اسکا میرے آئینے میں کھلتا ہی نہیں
ذکر اسکا میرے ہونٹوں پر ہے برکت کیلئے
اسکو انساں نے قبیلوں کے حوالے کر دیا
جو یہاں آیا تھا انسانوں کی وحدت کیلئے
درد کی فصلیں اُگاتا ہے وہ دل کے کھیت میں
اشک کے موتی لٹاتا ہے محبت کیلئے
نسبتوں کے بےثمر جنگل میں سرگرداں ہوں میں
نام احمدؔ رکھ لیا، حسنِ سماعت کیلئے

احمد شناسؔ

○

میری راتوں کا سفر طُور نہیں ہوسکتا
تُونے چاہے تو بیاں نور نہیں ہوسکتا

میں نے ہجرت کے کئی دور کڑے دیکھے ہیں
میں کتابوں سے کبھی دور نہیں ہوسکتا

اتنا گہرا ہے کہ آنکھوں سے نہاں رہتا ہے
اتنا ظاہر ہے کہ مستور نہیں ہوسکتا

میری فطرت کہ میں کھل جاتا ہوں بے موسم بھی
میری عادت کہ میں مجبور نہیں ہوسکتا

تونے کس شوق سے لکھا ہے تعارف میرا
میں کسی لفظ میں محصور نہیں ہوسکتا

جو یہاں لفظ کی سرحد کے اُدھر رہتا ہے
بستیوں میں کبھی مشہور نہیں ہوسکتا

زندہ انساں اسے آباد کیا کرتے ہیں
گھر کسی خواب سے معمور نہیں ہوسکتا

گھر کے باہر سبھی لفظوں کے تماشائی ہیں
گھر کے اندر کوئی مسرور نہیں ہوسکتا

جسم کے سارے تقاضے ہیں ادھورے احمدؔ
یہ تصوّر کبھی بھرپور نہیں ہوسکتا

صبح وجود ہوں کہ شبِ انتظار ہوں — میں آشکار ہوں کہ پسِ آشکار ہوں

ہر رنگ بیقرار ہوں ہر نقش ناتمام — مٹی کا درد ہوں کہ ستاروں کا پیار ہوں

وہ لفظ ہوں کہ جو کبھی تحریر نہ ہوا — وہ حُسن ہوں کہ سرحدِ معنی کے پار ہوں

کچھ تو میرے وجود کا حصہ ہے تیرے پاس — ورنہ میں اپنے آپ میں کیوں انتظار ہوں

اک اور آسمان چمکتا ہے خواب میں — اِک اور کائنات کا آئینہ دار ہوں

تو نے مجھے خیال کیا تھا اسی طرح — گرد و غبار میں بھی ستارہ شعار ہوں

جاری ہو بے مہار تعلق کی سلسبیل — اِک ایسے بر شگال کا امیدوار ہوں

کیسے کھڑا ہوں کس کے سہارے کھڑا ہوں میں — اپنا یقین ہوں کہ تیرا اعتبار ہوں

اک بار اپنے گھر سے نکالا گیا تھا میں — پھر اسکے بعد گردشِ لیل و نہار ہوں

بس کچھ دنوں کی اور صعوبت ہے دھوپ کی — صحرائے جسم پار کوئی برگ زار ہوں

تیرے جمال سے میری آنکھوں میں نور ہے — تیرا خیال ہے تو میں باغ و بہار ہوں

سانسوں کے درمیان سلگتے ہیں بال و پر — پھر بھی کسی اڑان کا امیدوار ہوں

احمد کسی زمان و مکان کا نہیں ہوں میں
لمحوں کی دیر ہے جو سرِ آبشار ہوں

اِمروز کی کشتی کو ڈبونے کیلئے ہوں
کل اور کسی رنگ میں ہونے کیلئے ہوں

تو بھی ہے فقط اپنی شہادت کا طلبگار
میں بھی تو اسی درد میں رونے کیلئے ہوں

جینے کا تقاضا مجھے مرنے نہیں دیتا
مر کر بھی سمجھتا ہوں کہ ہونے کیلئے ہوں

ہاتھوں میں میرے چاند بھی لگتا ہے کھلونا
خوابوں میں فلک رنگ سمونے کیلئے ہوں

ہر بار یہ مٹی کا بدن ٹوٹ گیا ہے
ہر بار نئے ایک کھلونے کے لئے ہوں

پردیس کی راتوں میں بہت جاگ چکا میں
اب گھر کا سکوں اوڑھ کے سونے کیلئے ہوں

سورج کے نکلنے میں ذرا دیر ہے احمد
پھر ذات کا ہر رنگ میں کھونے کیلئے ہوں

Academy Urdu\Photos with name\Kachu Asfanyar Khan.jpg not found.

کاچواسفندیارخان

نام	:	کاچواسفندیارخان
والد	:	کاچوسکندرخان
تاریخ پیدائش	:	۱۹۵۲ء
جائے پیدائش	:	یقما کھربو(کرگل)
تصانیف	:	(۱)اینڈ شن وزڈم
		(۲)داستانِ کربلا
پیشہ	:	ڈائریکٹرانڈسٹریز اینڈ کامرس کشمیر
فون	:	9419000933

○

تشنگی اور بڑھی یہ آبِ رواں کیسا ہے
دلِ صد پارہ میں یہ بارِ گراں کیسا ہے

کس نے صحرا میں بچھادی ہے یہ کانٹوں کی بساط
چہرۂ دشت پہ یہ نقش و نشاں کیسا ہے

نُور وظلمت میں تصادم کی گھڑی آئی ہے
ایسے حالات میں یہ خوابِ گراں کیسا ہے

بے سبّب ہم ہی پھرے دشتِ جنوں میں برسوں
ہم کو معلوم نہ تھا یہ عشقِ بُتاں کیسا ہے

گُل بدن گُل سخنی ہاتھ میں تلوار نہیں
پیکرِ بُو العجبی یہ قاتلِ جاں کیسا ہے

❖

راستے کا غُبار ہوں یارو
اسلئے آسمان میں رہتا ہوں

سُرمۂ اہلِ دِل جگر بن کر
دیدۂ گُل رُخاں میں رہتا ہوں

حُسن والوں سے دوستی کرکے
دل جلوں کے جہاں میں رہتا ہوں

دل بھی تیرا خیال بھی تیرا
میں تو خالی مکاں میں رہتا ہوں

کب ملے کب بچھڑ کے جانا ہے
روز وشب اس گُماں میں رہتا ہوں

ابرِ باراں

چلچلاتی دُھوپ میں تپتی زمینوں کی صدا
ابرِ باراں کیلئے اُٹھتی نگاہوں کی دُعا
رنگ اب لانے لگی، رنگ اب لانے لگی
کالے کالے بادلوں کی زُلف گرہ گیر سے
بارشِ رحمت کی دھارا خود بخود بہنے لگی
دُھند کے ملبوس میں لپٹی ہوئی
بستیوں کے بستیاں اب تر بہ تر ہونے لگیں
کوہساروں، مرغزاروں، لالہ زاروں میں ابھی
لہلہاتی کھیتیوں میں پھر بہاروں کی پری
مُسکراتی کسمساتی گُنگُناتی آگئی

کرگل کی ایک شام

مغموم بستیوں پر شام کے گیسو دراز تھے
چھَن چھَن کے آرہی تھی ستاروں کی روشنی

اور دور کالے دیو کی چنگاڑ سے وہاں
ہر حلقۂ حیات، بگولہ بدوش تھا

بچے بلک رہے تھے تو مائیں تھیں بے قرار
اُس عالمِ حذر میں کسی کو نہ ہوش تھا

طوفانِ آب و آتش و گرد و غبار میں
میدانِ کربلا کا سماں پاس پاس تھا

لمحے تمام ہوگئے اور خاک اُڑ گئی
ہر ذی شعور لقمۂ دیوزاد بن گیا

❖

یقین

میں کالی کلوٹی سی راتوں کا پنچھی
اندھیروں میں بسنا مری زندگی ہے
اُجالا مری قسمتوں میں کہاں ہے
سیاہ آندھیاں بے بسی کی علامت
سیاہ آندھیاں جو حوادث کا دریا
سیاہ آندھیاں جو گھروں کو اُڑا لیں
تناور درختوں کو جڑ سے اُکھاڑیں
مجھے ڈر یہی ہے یہ آ کر نہ لُوٹیں
مرا گھر مرا در مرا آشیانہ
مگر اِک یقین ہے مگر اِک بھرم ہے
سویرے کا سورج اُجالا اُجالا
کبھی نہ کبھی تو سرِ بام ہوگا
میرے بام و در پہ یہ درباں نہ ہونگے
سیاہ آندھیوں کے نشاں تک نہ ہونگے

❖

Academy Urdu\Photos with name\Nusrat Chudray 3.jpg not found.

نصرت چودھری

نام : نصرت آرا چودھری

تخلص : نصرت

تاریخ پیدائش : ۱۹۵۷ء، سرینگر

تعلیم : پی۔ایچ۔ڈی

تصانیف : فیض کی شاعری......ایک مطالعہ

فیض احمد فیض......روایت اور انفرادیت

نبض افسانہ

ہتھیلی کا چاند (شعری مجموعہ)

فیض احمد فیض اور جدید شعری ذہن

پتہ : تاج ویلا، ۱۲/۷، توی وہار کالونی، سدرہ جموں

فون نمبر : 9086028585

❖

○

الفاظ کے نقاب سے خوگر نہیں ہوں میں
قصہ تو ہوں، کسی کو بھی از بر نہیں ہوں میں

دھندلا سا ایک نقش ہوں اِک اَن کہی سی بات
چہرے کی اِس خوشی سے اُجاگر نہیں ہوں

کیوں آستیں سے میری ٹپکنے لگا لہو
حالات کا شکار ہوں خنجر نہیں ہوں میں

اس انجمن میں کس کو ہے کیوں ہے میری تلاش
اس انجمن میں ہو کے بھی اکثر نہیں ہوں میں

مجھ میں شفق کے رنگ کا منظر نہ کھوج تو
سورج طلوع ہونے کا منظر نہیں ہوں میں

گردش میں، میں رہونگی شب و روز تا حیات
اَپنی جگہ یہ سچ ہے کہ ساغر نہیں ہوں میں

مجھ سے نظر بچا کے گزرنے سے فائدہ
گو محشرِ خیال ہوں، محشر نہیں ہوں میں

تھی مصلحت یہی کہ اسے میں بھلا سکوں
میں بُت کہاں تراشتی، آزر نہیں ہوں میں

❖

○

خوابوں کی انجمن میں اجالا نہ ہوسکا
چاہا تھا پھر بھی آج سویرا نہ ہو سکا

احساس کی رگوں سے ٹپکتا رہا لہو
ہم کو کسی سے پیار دوبارا نہ ہوسکا

آنسو مرے مزاج کا حصہ تو بن گئے
جھکنا کسی بھی طور گوارا نہ ہوسکا

میں شمع انتظار فروزاں کئے رہی
چاہت کا اُس طرف سے اشارا نہ ہوسکا

مرنے کی آرزو میں شب و روز جل بجھے
نصرت کا زندگی سے کنارا نہ ہوسکا!

❖

○

جو بھی چہرے ہیں خون سے تر ہیں
ہر طرف غم زدہ سے پیکر ہیں

جن پہ لکھے ہیں نام رشتوں کے
میرے سینے میں ایسے خنجر ہیں

روزِ محشر سے کیا ڈروں گی میں
میرے آنگن میں سارے محشر ہیں

اُن کے چہرے کو جب سے دیکھا ہے
آسمان پر بجھے سے اختر ہیں

کیسی دنیا میں آگئی نصرت
سارے منظر اُداس منظر ہیں

❖

اُن سے مل پاؤں کبھی ایسا اشارہ مانگوں
میں سمندر میں کھڑی ہو کے کنارہ مانگوں

گیلے کپڑوں کی طرح وقت کی کھونٹی کے اسیر
ایسے بے چہرہ سرابوں سے میں چہرا مانگوں

روشنی دے نہ سکا صُبح کا سورج مجھکو
اب یہ سوچا ہے اندھیروں سے اُجالا مانگوں

ٹوٹ کر خود کو بکھرنے سے بچاؤں کیسے
ایسی تاجر ہوں جو ہر شے میں خسارا مانگوں

لمحہ، لمحہ مجھے سولی پر چڑھانے والو
تم سے کس منہ سے میں جینے کا سہارا مانگوں

شہر کی بھیڑ میں گم ہوگی میری پہچان
میں ہر آئینے سے کھویا ہوا چہرا مانگوں

تپتے صحرا میں کھڑی سوچ رہی ہوں نصرتؔ
آج وہ پاس مرے آئے تو دریا مانگوں

اُسے رنجِ زیاں ہرگز نہیں تھا
وہ مجھ سے بدگماں ہرگز نہیں تھا

جمی تھی برف سی آنکھوں میں میری
غبارِ کارواں ہرگز نہیں تھا

تمہاری بات سُن کر چپ تھا ورنہ
وہ اتنا بے زباں ہرگز نہیں تھا

سبھی کچھ تھا میرے چہرے پہ تحریر
مرے غم کا بیاں ہرگز نہیں تھا

اسے کھونے کا کچھ احساس نصرتؔ
ہمارے درمیاں ہرگز نہیں تھا

Academy Urdu\Photos with name\farooq aafaq.jpg not found.

فاروق آفاق

نام	:	فاروق احمد بٹ
قلمی نام	:	فاروق آفاق
ولدیت	:	عبدالاحد بٹ
تاریخ پیدائش	:	یکم اپریل ۱۹۵۷ء
جائے پیدائش	:	سرینگر کشمیر
پیشہ	:	سرکاری ملازم
پتہ	:	بی۔۳۸، خان کالونی، چھانہ پورہ سرینگر
فون نمبر	:	01942433435

○

مسلسل بارشوں سے بھی یہ صحرا نم نہیں ہوتا
جنوں ایسا صلیبِ وقت پر بھی کم نہیں ہوتا

کوئی پیغام، خوشبو کا، محبت کا، مروت کا
دلوں کے زخم بھرنے کا کوئی مرہم نہیں ہوتا

اسے حالات نے میری طرح خودسر بنا ڈالا
یہ چشمہ، جو کسی دریا میں جا کر ضم نہیں ہوتا

ابھی سے کس لئے کانٹے بچھائے ہیں رقابت کے
کہ خوشبو بانٹنے کا کون سا موسم نہیں ہوتا

خبر سے اشتہاروں تک بھیانک موت ہوتی ہے
لہو کے رنگ سے خالی کوئی البم نہیں ہوتا

ہمارا کیا ہے ہم تو ہر گھڑی مر مر کے جیتے ہیں
قفس کے ان پرندوں کا کوئی ماتم نہیں ہوتا

❖

چنار چھاؤں، گلوں کی خوشبو ہے اجنبی سی
چمن کی آب و ہوا میں اب کے ہے برہمی سی

تمہاری جانب تمام رستے دھواں دھواں ہیں
ہمارے آنگن اُترنے والی ہے چاندنی سی

ہوا ہی رُخ جب بدل گئی کیا قصور کس کا؟
سمجھ میں آتی ہے اب پرندوں کے بے رُخی سی

وہ دور تھا تو دل آئینے کے ہی روبرو تھا
وہ پاس ہے تو نہ جانے کیا ہے کمی کمی سی

گلاب جیسے لبوں سے کانٹے بکھیرتی ہے
بدن کے لرزش سے بیل لگتی ہے شبنمی سی

چھڑائے ہاتھ بھی، تھامے دریدہ دامن بھی
عجیب تو ہے مگر خوب ہے یہ الجھن بھی

وہی جھلستے سفر میں بھی سایہ بن کے رہا
وہی، جو دے گیا ہے دوریوں کا ساون بھی

کھلی فضا کے سجائے تھے خواب آنکھوں میں
سمٹ کے رہ گئے دیوار و در بھی آنگن بھی

وہ جس نے اندھی مسافت کا اہتمام کیا
اُسی کو راس نہ آجائے رات روشن بھی

جو پیش پیش سدا احتجاج بھی رہا
یہ گل بھی اُس نے اجاڑے گلوں کے مسکن بھی

❖

صد اختلاف تم سے نوازش بھی چاہیئے
اور ہو کڑی جو دھوپ تو بارش بھی چاہیئے

محنت، لگن، خلوص لوازم تو ہیں مگر
پیشہ وری میں کچھ تو نمائش بھی چاہیئے

شاخِ ثمر بھی بوجھ، سہارے بھی لازمی
موجِ ہوائے وقت میں لغزش بھی چاہیئے

موسم نہ بیت جائے کہیں انتظار میں
اب کے وصالِ یار میں سازش بھی چاہیئے

کرتا رہوں گا یوں بھی ہُنر کا مظاہرہ
لیکن کبھی کبھی تو ستائش بھی چاہیئے

ممکن ہے وہ حصار سے باہر بھی آئے گا
الزام خود سری کا مرے سر بھی آئے گا

میں ہی نکل پڑوں گا کسی اور راہ پر
اندھے سفر میں میل کا پتّھر بھی آئے گا

یہ بھی تو ہے کہ خواب سرابوں کی تاک میں
پانی ہمارے قد کے برابر بھی آئے گا

نکلیں گے چاند تارے اُسی آن بان سے
سوج غروب ہونے کا منظر بھی آئے گا

بشیر دادا

نام : بشیر دادا

پیشہ : ایکٹر/ ڈائیریکٹر

تصانیف : ہم چہ ناروالے ہیں؟

پانچ ڈرامے

زورُم نہٕ دؤرِہ

اعزازات : آکاش وانی انیول ایوارڈ

بہترین اداکار ایوارڈ

بہترین رائٹر ایوارڈ

خلعت مہجور

پتہ : خواجہ کبیر لین، کرسو، راجباغ

فون نمبر : 9797960900

❖

○

میرے لوحِ مُقدّر میں سبھی الزام لِکھ دینا
میرے آغاز سے پہلے میرا انجام لِکھ دینا

کبھی صحرا پہ شبنم سے مجھے پیغام لِکھ دینا
کبھی بہتے ہوئے دریا پہ میرا نام لِکھ دینا

تیرے بس میں کہاں ساقی مجھے مخمور کر دینا
میرے حصے میں بس ٹوٹا ہوا اِک جام لِکھ دینا

میری جلتی ہوئی بستی کا کُچھ تو فائدہ ہوگا
کسی بھی ادھ جلی کھڑکی پہ شارع عام لِکھ دینا

تیرے آدھے اشارے پر میں جوئے شیر بھی لاؤں
مگر تاریخِ اُلفت میں مجھے ناکام لِکھ دینا

متن میرے رقیبوں کے لئے تحریر کر لیکن
کبھی تو خط کی پیشانی پہ میرا نام لِکھ دینا

❖

تقدیر کے لکھے پہ گرفتار ہوا ہوں
ناکردہ گناہوں کی سزا کاٹ رہا ہوں

منزل کی تمنا تو تمنا ہی رہے گی
صحرا میں بھٹکتی ہوئی ناکام صدا ہوں

کب نام پُکارے گا میرا آگ کا دریا
میں برف کی کشتی میں کنارے پہ کھڑا ہوں

دے کے لہو میں نے جسے پروان چڑھایا
اے دوستو میں بس اُسی ناگن کا ڈسا ہوں

طالب نہ مجھے عقل کی آنکھوں سے تلاشو
بے شکل محبت کے اندھیروں میں چھپا ہوں

ہر کوئی مجھ سے جُدا ہوکر تجھے اپنائیگا
اپنے سائے سے مگر تُو ایک دن گھبرائیگا

میں قبولُوں گا تیری بخشی ہوئی رُسوائیاں
دیکھ لوں گا تُو بھی کیسے سُرخ رُو ہو پائیگا

تیری آنکھوں سے تو میں آنکھیں ملا لیتا مگر
میرے گھر تک کون پھر میری خبر پہنچائے گا

اس زمیں کی پستیاں ہیں معتبر میرے لئے
میرے سر سے کیا پتہ کب آسماں چھِن جائیگا

جاں بلب ہوں تم اگر اب بھی نہ آئے دیکھنا
یہ دمکتا خاکداں بھی خاک میں مل جائیگا

یہ جستجو ہے اور کوئی جستجو نہ ہو
دل کی مُراد ہے کہ کوئی آرزو نہ ہو

ہوگا ضرور قیس کا مجھ تک بھی سلسلہ
کچھ بھی ہو میرا چاکِ گریباں رفو نہ ہو

شب بھر وصالِ یار ہو لیکن تمام رات
معنی کے زیرِ بار کوئی گفتگو نہ ہو

میرا طبیب نبض میری دیکھتا رہے
لیکن علاجِ درد کبھی بھی شروع نہ ہو

جی بھر کے دیکھ لوں گا اُسے آج میں بشیرؔ
لیکن یہ شرط ہے وہ میرے روبرو نہ ہو

اپنے سودائی دل کا انجام خریدا کرتا ہوں
مے خانوں میں ٹوٹے پھوٹے جام خریدا کرتا ہوں

زہریلے کانٹوں پہ چل کر، لمبی دوری طے کر کے
روز مہکتے پھول تمہارے نام خریدا کرتا ہوں

اوس ترے ہونٹوں کو چھوکر نیلابِ نوشین بنے
تیرے منہ سے نکلے جو دُشنام خریدا کرتا ہوں

جب سے چکنا چور ہوا ہے ٹوٹ کے تیرا آئینہ
شیشوں کے ریزے منہ مانگے دام خریدا کرتا ہوں

خوب مسّرت کی اشرفیاں روز لُٹاتا رہتا ہوں
ہوتے ہیں آلام تیرے نیلام خریدا کرتا ہوں

حسن انظر

نام : پیرزادہ غلام حسن شاہ

قلمی نام : حسن انظر

ولدیت : پیرزادہ ثناءاللہ شاہ

تاریخ پیدائش : ۱۱راکتوبر۱۹۵۶ء

تعلیم : ایم۔اے(انگریزی)، کشمیر یونیورسٹی
ایم۔اے فلاسفی (علی گڈھ)

پیشہ : سپرانٹنڈنٹ آف پولیس

تصنیف : صباصورت (شعری مجموعہ)

فون نمبر : 9419027593

❖

○

سچ بچارہ دشمنی کا پھر ہدف ہے دیکھنا
جائے کیوں سارا زمانہ اُس طرف ہے دیکھنا

ہوسکے تو بے وجہ ٹکراو سے بچتے رہو
رُخ زمانہ کی ہوا کا کس طرف ہے دیکھنا

ہر روایت توڑنے کی تم نے کیسے ٹھان لی
داو پر اسلاف کا عزو شرف ہے دیکھنا

اپنے لشکر میں جگا دے غیرتِ اسلاف پھر
نرغہ اعداء میں بغداد و نجف ہے دیکھنا

وہ جو اپنا ہم نوا تھا ہم سفر تھا کل تلک
اب درِ احساس پر خنجر بکف ہے دیکھنا

کٹ ہی جائیگا سفر دشت وجبل میں دوستو!
دل میں اب کے عزم اور ہاتھوں میں دف ہے دیکھنا

اب حضر ہو یا سفر انظر کھلی آنکھیں رکھو
تاک میں دشمن جو بیٹھا کم ظرف ہے دیکھنا

❖

○

دل میں اُن کا خیال رہنے دو
رُخ پہ گردِ ملال رہنے دو

اک نشانی ہے عمرِ رفتہ کی
شاخِ غم کو نہال رہنے دو

سر پہ سایہ رہے تو کل کا
اب یہ مال و منال رہنے دو

تازہ دم ہے تو راہزن ہوگا
ہیں مسافر نڈھال رہنے دو

چند لمحوں کو جاوداں کرجا
گردشِ ماہ و سال رہنے دو

ہیں لہورنگ لفظ بھی اب کے
ذکرِ حُسن و جمال رہنے دو

فکر تعمیر ہو حسن انظر
جشنِ جنگ و قتال رہنے دو

○

نگاہوں میں تیری صورت سجی ہے
خیالوں میں عجب خوشبو بسی ہے

کسی کے سامنے کھل کر نہ ہنسنا
مقدس موتیوں کی یہ لڑی ہے

بہت جلتی ہے سیم و زر کی دیوی
ہمیں ہنستے ہوئے جب دیکھتی ہے

زمانے میں کہیں رسوا نہ کردے
یہ جو شوخی تیری بخشی ہوئی ہے

یہ قصہ میرے ہست و بُود کا ہے
اسے ہرگز نہ کہیے دل لگی ہے

کرم تیرا ہے مجھ پر شاد ہوں میں
یقیناً مجھ پہ نازاں زندگی ہے

❖

○

کسی کے آگے کبھی نہ دست سوال رکھنا
گرے گی جھکنے پہ سر سے پگڑی خیال رکھنا

بدلتے موسم بدل نہ ڈالیں مزاج تیرا
زبان پہ شکوے نہ رُخ پہ رنج و ملال رکھنا

مرے شریکِ سفر میری شرط ہے تو اتنی
کسی بھی منزل پہ اپنی غیرت بحال رکھنا

نشاط و غم ساتھ ساتھ چلتے ہیں زندگی میں
اسیرِ نظر کرم نہ فکر و خیال رکھنا

ہجوم میں صنم خود کو انظر نہ ہونے دینا
اک اپنی پہچان اپنا چہرہ سنبھال رکھنا

❖

نظم

کبھی اے زندگی میں سوچتا ہوں
یہ میرا کرب و غم یہ بے بسی یہ میری تنہائی
سزا ہے میرے نا کردہ گناہوں کی
نہیں تو کاتب تقدیر کی لغزش ہے یہ کوئی
مسلسل یہ طمانچے اور تری پھٹکار بھی شاید
ملی ہے بے سبب مجھ کو
مگر پھر سوچتا ہوں
بے وجہ کچھ بھی نہیں اس کا زمانے میں
جبھی محسوس ہوتا ہے
کہ یہ پھٹکار یہ دھتکار یہ تیرے طمانچے سب
مری ماں کی تھپک جیسی ہے لوری ہے

❖

صابرمرزا

Academy Urdu\Photos with name\sabir mirza.jpg not found.

نام : صابرحسین، قلمی نام: صابرمرزا

تاریخ پیدائش: ۷رمئی ۱۹۴۷ء (تحصیل تھنہ منڈی راجوری)

تعلیم : پی۔ایچ ڈی (اُردو)

پیشہ : ریٹائرڈ ڈپٹی سیکریٹری کلچرل اکیڈیمی

تصانیف: (۱) خوشبونما (اردو شعری مجموعہ)

(۲) صوبہ جموں کے علاقائی ادب پر اُردو کے اثرات

(۳) دیناناتھ رفیق بحثیت شاعر

(۴) رنگ رُتاں گلزار (پہاڑی شعری مجموعہ)

(۵) کوک کلیجا کیں (گوجری شعری مجموعہ)

(۶) تہکھدے موسم (پنجابی شعری مجموعہ)

اعزاز : کلچرل اکیڈیمی ایوارڈ

پتہ : مدینہ کالونی، وارڈ نمبر۲، راجوری، جموں

❖

○

خوش ادا موسم رتوں کی شادمانی دیکھ لی
اے خدا ہم نے تیری ہر مہربانی دیکھ لی

ہر گھڑی، ہر قدم رکھا آنکھ پر لمحوں کا حال
ہر گھڑی ہر آرزو صدیوں پرانی دیکھ لی

یہ بھی دیکھا کہ بہت نا مہربان تھا آفتاب
یہ بھی کیا کم اُس کی ہرجا مہربانی دیکھ لی

آتی جاتی سب رُتوں کے ہم ہی سرچشمہ بنے
آتے جاتے ہم نے ہی برسرگرانی دیکھ لی

اک سراپا آگ تھا منظر کا پس منظر تمام
آنکھ نے رنگوں کی جب بھی خوش گمانی دیکھ لی

سایہ، سایہ خواب تھے صابر چناروں کے تلے
سایہ، سایہ گل رتوں کی سائبانی دیکھ لی

❖

○

سراپا رنج رہا مفلس و غریب رہا
خدایا کرب کا منظر بہت عجیب رہا

اُسے بھی کربِ مسلسل نے آلیا صاحب
وہ ایک شخص جو محسن و حبیب رہا

تمام عمر محبت رہی مجھے زمانے سے
تمام عمر زمانہ ، مرا رقیب رہا

تمام عمر سہیں اُس سے دُوریاں میں نے
تمام عمر میں جس کے بہت قریب رہا

بدیع حقائق ، ہنر نہ کوئی بذلہ سنجی
یہ کس خطاب کا مطلق میں اک خطیب رہا

نہ وادیاں ، نہ گُلستاں نہ سرسبز صحرا
عجب اَلاؤ میں صابر یہ عندلیب رہا

❖

○

شوخ فضا خوش رنگ اُجالا دے جائے
موسم اک انداز نرالا دے جائے

بڑھتی بھیڑ اُٹھا لے جائے اپنے ساتھ
ہم کو اک پہچاننے والا دے جائے

پیٹ کی آتش پکائے نہ گھر گھر وہ
بھُوک رُتوں کو دیس نکالا دے جائے

کرب و بلا مُنہ پھاڑ کے کہلوائیں گے سچ
کیسے کوئی نُطق پہ تالا دے جائے

لے آئیں الفاظ و معانی میٹھی باس
رمز کی خوشبو چشمِ غزالہ دے جائے

لکھ کر اپنے ہاتھوں صابر بھاگم بھاگ
وقت بھی کیا احساس کا چھالا دے جائے

❖

کشا کشی ہے کہ خلفشار ایسا بھی
اُگا ہے ذہن میں یا انتشار ایسا بھی

عجیب خار ہیں ہر سمت راہ رستے میں
دُکھوں کی دھول ہے گردو غبار ایسا بھی

یہ کس کا معجزہ مُردوں کو کر گیا زندہ
یہ کون شخص تھا جلوہ نگار ایسا بھی

فسوں تمام تھا کس کا اُگی عبارت پر
وہ حرف کیا تھا جو تھا زر نگار ایسا بھی

چلے گی تُند ہوا آندھیاں پچھاڑیں گی
وہ لکھ کے چھوڑ گیا اک اشتہار ایسا بھی

جسے بھلا نہ سکی آج تک دروں قلبی!
ہمارے ساتھ رہا اک شہریار ایسا بھی

لہُو بھی لمس بھی جس کا عزیز ہے مجھ کو
اُگا ہے مجھ میں وہ برگِ چنار ایسا بھی

خدا کی دین ہے صابر یہ سارا عز و شرف
عطا ہوا ہے جبھی یہ وقار ایسا بھی

گھر، آنگن دیوار یہ منظر سوچیں کیوں
جائیں ٹوٹیں شیشے پتھّر سوچیں کیوں

بِن بادل برسات ہوئی ہے کب ایسے
کب آئیں سیلاب یہ ساگر سوچیں کیوں

آج ہی پڑھ لیں اپنے سارے ہم اعمال
آج ہی ہو جائے اِک محشر سوچیں کیوں

گھر گھر اب کی بار اُگے ہیں ہنگامے
باخبری ہے جب تو گھر گھر سوچیں کیوں

تاج محل تعمیر کرے گا پھِر معمار
جمنا تٹ پہ آس کے کھنڈر سوچیں کیوں

اورروں کا بھی حق ہے اس پر غور کریں
ہم ہی اِس موضوع پر صابر سوچیں کیوں

Academy Urdu\Photos with name\Nasreen Nakash.jpg not found.

سیّدہ نسرین نقاش

نام	:	سیّدہ نسرین نقاش
مقام پیدائش	:	سرینگر
تعلیم	:	ایم۔اے جرنلزم، ایم۔اے پولٹکل سائنس
تصانیف	:	(۱) دشت تنہائی
		(۲) رُوحیں جناب کی
		(۳) تنہائیاں
		(۴) لہو پکار رہا ہے
انعامات	:	میر تقی میر ایوارڈ
		ساحر لدھیانوی ایوارڈ
		مینا کماری ایوارڈ
پتہ	:	ایڈیٹر ''سہ ماہی بین الاقوامی صدا''
		نواکدل سرینگر
فون نمبر	:	9086524909

❖

○

شرارہ کوئی خاروخس میں نہیں ہے تڑپ زندگی کی نفس میں نہیں ہے

جولہرا کے اُٹھتی ہے مقتل میں ہرسُو وہ خوشبو گلابوں کے رس میں نہیں ہے

میرے گھر میں ہے موت کا آنا جانا مرا سانس بھی مرے بس میں نہیں ہے

یہ فرمان ہے اہلِ فکر و نظر کا محبت کی دولت ہوس میں نہیں ہے

خضر بھی گریزاں ہے عزمِ سفر سے کشش بھی صدائے جرس میں نہیں ہے

وہ کیا ظلمتوں میں اُجالے کریں گے یہ بُجھتے چراغوں کے بس میں نہیں ہے

ستم ہو رہا ہے جو اہلِ چمن پر یقیناً وہ کنج وقفس میں نہیں ہے

خوشی اور غمی کھیل تقدیر کے ہیں کچھ اعجاز ماہ و برس میں نہیں ہے

چمن خور پیڑوں کو جوکاٹ پھینکے
وہ تیشہ میری دسترس میں نہیں ہے

❖

○

کوئی بھی دیکھنے والا نہ تھا کسی کی طرف
رواں تھا قافلہ دلدل میں تیرگی کی طرف

یہی سبب ہے جو بے نُور ہوگیں آنکھیں
کہ ہم نے دیکھا اک بار روشنی کی طرف

وہ دیوتا تھے گریباں میں جھانکتے کیسے
سبھی کی انگلیاں اُٹھیں میری کمی کی طرف

ہوئے جو مشقِ ستم آج تو خیال آیا
کہ ہم نے پھینکے تھے پتھر کسی ولی کی طرف

بس ایک بار ہی دیکھا تھا تجھکو غیر کے سنگ
پلٹ کے پھر نہیں دیکھا تیری گلی کی طرف

کہاں کہاں میں بچاتی نشیمنِ ہستی
ہزاروں برق تھیں رقصاں میری خوشی کی طرف

فدا ہے جس پہ میری جاں مرا دل نسرین
نہ دیکھا اُس نے کبھی میری سادگی کی طرف

❖

○

وہ شخص جتنا دُور تھا اتنا قریب تھا
ذہنوں کا فاصلہ بھی عجیب و غریب تھا

دُنیا کو دے رہا تھا جو کل درسِ زندگی
وہ شخص آج دیکھا تو نذرِ صلیب تھا

ہر چند وہ فرشتوں میں شامل رہا مگر
ٹوٹا بھرم جب اُسکا تو چہرہ مہیب تھا

الزام بے وفائی کا کس کس کے سر رکھوں
سچ تو یہ ہے میں آپ ہی اپنا رقیب تھا

پہنے خوشی کے ہار سبھی نے مگر مجھے
غم بھی نہ راس آیا، یہ میرا نصیب تھا

دنیائے سیم وزر کے خُداؤں کے درمیاں
محرومیوں کا کرب چُھپائے ادیب تھا

نسرین اُسکی یاد سے روشن ہے کائینات
ہر لمحہ مری جاں سے جو یکسر قریب تھا

انساں نُما لگا مجھے رنگ و لباس سے
دیکھا نہیں اگرچہ اُسے میں نے پاس سے

ممکن تھا مرے قتل سے وہ کھینچ لیتا ہاتھ
لیکن بھڑک اُٹھا وہ میرے التماس سے

کمتر نہیں گناہ سے ترکِ وطن کی بات
وہ رابطہ ہے مجھکو یوں دھرتی کی باس سے

یہ کس کا عکس میری نگاہوں میں آگیا
آئینے لگ رہے ہیں بڑے بدحواس سے

ٹھہری ہوئی ہیں آندھیاں کیا آسمان پر
منظر جو سہمے سہمے ہیں خوف و ہراس سے

سورج فلک سے ٹوٹ کے دریا میں گر پڑا
شعلوں میں جل رہا تھا جو صدیوں کی پیاس سے

نسریں کون دے گا مرے درد کا صلہ
عبرت ہوئی ہے اس نظرِ ناسپاس سے

❖

فنا کے تیر ہوا پروں میں رکھے ہیں
کہ ہم گھروں کی جگہ مقبروں میں رکھے ہیں

ہمارے پاؤں سے لپٹا ہے خواہشوں کا سفر
ہمارے سر ہیں کہ بس خنجروں میں رکھے ہیں

ہمارے عہد کا انجام دیکھیے کیا ہو
ہم آئینے ہیں مگر پتھروں میں رکھے ہیں

بُجھا گیا ہے کوئی یوں چراغ آنکھوں کے
خزاں کے پھول ہی اب منظروں میں رکھے ہیں

اے زندگی نہ گذرنا ہماری گلیوں سے
ابھی ہمارے جنازے گھروں میں رکھے ہیں

جواز کیا دیں عدالت کو بے گناہی کا
ہمارے فیصلے دانشوروں میں رکھے ہیں

ہمارے سر پہ حقایق کی دھوپ ہے نسریں
حسین خواب تو بس چادروں میں رکھے ہیں

❖

Academy Urdu\Photos with name\shabnum Asie.jpg not found.

شبنم عشائی

نام : شبنم عشائی

تاریخ پیدائش : ۱۲/اپریل ۱۹۶۲ء

تعلیم : پی۔ایچ۔ڈی

تصانیف : اکیلی (شعری مجموعہ)

میں سوچتی ہوں (شعری مجموعہ)

من بانی (شعری مجموعہ)

کتھارس (شعری مجموعہ)

پتہ : عشائی منزل، تاپر پٹن، کشمیر

پن کوڈ: 183121

ای میل : shabnamashaie@rediffmail.com

❖

○

تیری دنیا میں
کوئی دُکھ مٹاتا نہیں
شبد کی چوٹ
کون سہلائے!
میرے من میں
شبد کی چوٹ لگی ہے
چوٹ رِستی ہے
دُکھ پلتا ہے
اپنوں سے بھی
اپنا لگتا ہے
خواب بھی رِسنے سے پہلے
پلتے ہیں
تم نے
بِن دیکھا خواب پال کے
کائنات بنائی
تمہاری کائنات کے گھاؤ کی
کتنی مسافت میں
دُکھ دوشن ہو جائیں گے
تمہاری کائنات کے
کس کونے میں
دُکھ سُن ہو جائیں گے؟

❖

○

میں جسم پہ Telcom نہیں

اپنے وجود پہ
نمک چھڑکنا چاہتی ہوں
صدیوں سے جمی ہوئی
برف کاٹنا چاہتی ہوں
کیا تم رشتوں کا الاؤ
دہکا سکتے ہو؟
میں اپنی آنکھوں کو
آنسوؤں سے
طلاق دلانا چاہتی ہوں
جو صدیوں سے
آنسو کاشت کر رہی ہیں

کیا تم میری آنکھوں کو
خواب دے سکتے ہو؟
زمانے کے بکھیڑوں میں نہیں
فن کی دنیا میں
گھر بنانا چاہتی ہوں
بس اب میں
دل کی بات سننا چاہتی ہوں
کیا تم میرے من میں
بول سکتے ہو؟

❖

○

تعبیریں اتنی بھیانک ہیں
خواب سہانے کیوں تھے
؟

سہانے خواب
سہانے دنوں کی طرح
رات کی سیاہی میں
کھو کیوں نہیں جاتے؟
رات اپنی سیاہی میں
رازوں کو چھپا لیتی ہے
دِلوں کے ذخم
اپنی سیاہی سے کیوں نہیں بھرتی؟

زبانوں کے زخم
دلوں کی توڑ پھوڑ کرنے سے
باز نہیں آتے
کسی لہجے میں اتنا ظرف نہیں
کہ ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑیں
ٹوٹے ہوئے دل بھیانک تعبیروں کو
دانتوں سے جی لیتے ہیں
پر ہر دھڑکن پوچھتی ہے
کہ خواب سہانے کیوں تھے؟

❖

○

تم نے مجھے اتنی بار مٹا دیا ہے
کہ اب میں
بِنا کسی چہرے کے
جی سکتی ہوں
لیکن کوئی مجسمہ نہیں بن سکتی!
اگر ایک بار بھی
تم مجھے
پڑھنے کے بعد مٹاتے
میں دکھ تراشنے کی مشق
نہیں دہراتی
تم دوسروں کو
دکھ دینے کی سرشاری میں
جی سکتے ہو
میں بہت سارے دکھ تراش کر
کوئی مجسمہ بنا سکتی ہوں
ایک بار
ایک دُکھ کی دُکھن
تم بھی لے لو
مجھے کسی
دُکھ کا چہرہ بناتے ہوئے
لکھ لو

❖

○

چھت تو نہیں دی مجھے
میری قبر پر
ایک مُٹھی مٹی
ضرور ڈالنا
میں ڈھک جاؤں گی!
تم
میرا لباس ہوتے ہوئے بھی
مجھے
عریاں کر گئے
میں لَلّہ عارفہ نہیں
تمہارے اکیلے پن کو
دور کرنے کی خاطر
تمہاری بائیں پسلی سے نکلی تھی
تمہاری شریکِ حیات ہوں میں
جو جنّت میں
تمہارے
ہم دوش رہا کرتی تھی
اِس کی تصدیق
تمہارے Tanent نے نہیں
قرانِ کریم نے کی ہے
تم اپنی پسلی کا گھاؤ لیے
خاک بہ سر
پھرتے رہو
میں لَلّہ عارفہ نہیں
کہ تندور مجھے پناہ دے!
میری قبر پر
ایک مٹھی مٹی
ضرور ڈالنا
میں ڈھک جاؤں گی۔۔۔

❖

Academy Urdu\Photos with name\Balraj Bakhshi.jpg not found.

بلراج بخشی

نام	:	بلراج بخشی
تاریخ پیدائش	:	۱۰/دسمبر ۱۹۴۹ء
مقام پیدائش	:	ریفیو جی کیمپ، نگروٹہ، نزدیک جموں
تعلیم	:	بی۔ایس۔سی
پتہ	:	3/13، عیدگاہ روڈ، آدرش نگر، اُدھمپور 182101
فون نمبر	:	9419339303

○

سِتم نئے سے نئے ہم پہ ڈھائے جاتے ہیں
کہ رونا چاہتے ہیں ہنسائے جاتے ہیں

خطائیں ایسی کہ ہوتی ہیں خُود بخود سرزد
فریب ایسے کہ دانستہ کھائے جاتے ہیں

نہ درد جائے نہ اِن کے نِشاں مِٹیں یارو
کہاں سے ڈھونڈ کے یہ زخم لائے جاتے ہیں

ہمیں تو روز وفا کا ثبوت دینا ہے
کہ ہم تو وہ ہیں جو روز آزمائے جاتے ہیں

وفا، خُلوص، شرافت، لحاظ اور یقیں
زمیں کے کون سے خطّے میں پائے جاتے ہیں

کوئی سراغ نہ چہرے پہ چھوڑنا بلراج
خزانے درد کے دِل میں چُھپائے جاتے ہیں

❖

وہ دِن کھو گئے وہ زمانے گئے
نئے دوست آئے پُرانے گئے

بُہت دیر دیکھا کیسے ہم اُنہیں
بُہت دُور اُن کو منانے گئے

مِلے ہم کو بدلے میں آنسو بُہت
کِسی کو جو ہنسنے ہنسانے گئے

بچھڑنے کا جب فیصلہ ہوگیا
تو مِلنے کے سارے بہانے گئے

ہمیں دُشمنوں کا پتہ چل گیا
کہ جب دوستی آزمانے گئے

فریضہ رہا آئندہ نسل پر
یہ افسوس ہے ہم نہ مانے گئے

خطا ہم سے بلراج کیا ہو گئی
وہ نظریں گئیں وہ نِشانے گئے

دُنیا کا یہ دستُور گوارہ نہیں ہوتا
ہم سب کے ہُوئے کوئی ہمارا نہیں ہوتا

لے آئے ہیں کچھ لوگ ہر اک درد کا درماں
ہم درد وہ لائے ہیں کہ چارہ نہیں ہوتا

بارود کے موسم نے کھِلائے ہیں نئے گُل
سُنتے ہیں کہ اب ڈل میں شِکارا نہیں ہوتا

ہر ڈوبنے والا یہ سمجھ لیتا ہے آخر
تنکے کا سہارا بھی سہارا نہیں ہوتا

بلراج دِل و جان کو وُسعت کی طلب ہے
اب جسم کی سرحد میں گذارہ نہیں ہوتا

گُمانِ لمحہ کبھی وہمِ لازوال ہوئے
نِگاہِ اہلِ خرد میں کہاں بحال ہوئے

نہ جانے کیسے بنائی گئی ہے یہ دنیا
نہ کوئی شکل نہ صورت نہ خدّ و خال ہوئے

رَوا اقرار ہوئی جب سے ہم پہ مشقِ سِتم
نِشانہ باز کئی صاحِب کمال ہوئے

نظارے کوئی تو عکسِ نظارہ اور کوئی
اس اعتبار سے ہم آئینے میں بال ہوئے

تماشہ گر ہے تماشائی بھی تماشہ بھی
ظہوُر و کشفِ مناظر ہی جب بحال ہوئے

یہاں مقیم نہیں ہوتے آج کل بلراج
کوئی زمانہ ہوئے اُن کا انتقال ہُوئے

مِرے ہاتھوں کی لکیروں سے نِکل آئے
وہ اگر میرا مُقدر ہے تو چل کر آئے

با مُروّت ہیں رہِ عشق کے کانٹے یارو
آبلہ پا جو نہیں ہے وہ سنبھل کر آئے

وصل کا لُطف ذرا ور بڑھانے کے لئے
ہجر کی آگ میں جلنا ہے تو جل کر آئے

روز مِلتا ہے وہ اخبار کی سُرخی کی طرح
میری غزلوں، میرے اشعار میں ڈھل کر آئے

ایک تنکے کا سہارا بھی نہیں ہے بلراج
اب کے طوفان جو آئے تو مچل کر آئے

خورشید بسملؔ

Academy Urdu\Photos with name\Khursheed Bismil.jpg not found.

نام	:	خورشید احمد
قلمی نام	:	خورشید بسملؔ
تاریخ پیدائش	:	1947ء
جائے پیدائش	:	چندی مڑھ (پیر پنچال)
تعلیم	:	ایم۔ایڈ
پیشہ	:	ریٹائرڈ ہیڈ ماسٹر
تصنیف	:	ابرنیساں (شعری مجموعہ)
پتہ	:	تھنہ منڈی، راجوری، جموں وکشمیر
فون نمبر	:	9419385269

❖

○

میثاقِ ازل مجھ کو کچھ ایسے نبھانا ہے
آندھی میں مجھے جیسے اِک دیپ جلانا ہے

اِدراک ہی بے بس تھا، کچھ بھی نہ سمجھ پایا
آنے کا ہے کیا مطلب، کیوں لوٹ کے جانا ہے

احباب کی قبروں کو کیا دیکھنے آئے ہو؟
مٹی کے کھلونے تھے، مٹی ہی ٹھکانا ہے

جینا کسے کہتے ہیں آخر جو سمجھ آئی
''اِک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے''

ہے کاوش لا حاصل، انسان کی ہر کوشش
کہتے ہیں سکوں جس کو، اِک خواب سہانا ہے

اِک کربِ مسلسل ہے، سب مال و متاع بسملؔ
لٹتا ہے جو پاتا ہے، یہ قول پُرانا ہے

❖

لکیریں کھینچتا رہتا ہوں اکثر
اُبھر تا ہی نہیں ہے کوئی پیکر!
سمندر خامشی کاشش جہت ہے
اُبھر تا ،ڈوبتا رہتا ہوں اکثر!
مری آنکھوں میں ہے خوابِ پریشاں!
عجب ہے میری بیداری کا منظر!
ہے سارا صحن روشن قمقموں سے
تلاطم ظلمتوں کا گھر کے اندر!
سوا نیزے پہ سورج آگیا ہے
ہوئی ہے زندگی مانندِ محشر!
بکھرے قہقہوں کے پھول بسملؔ
مگر روتا رہا ہے کوئی اندر

❖

جھوٹ نکلے خواب سارے ،ساری تعبیریں غلط
سارے اندازے غلط تھے، ساری تفسیریں غلط

مجھ کو وہ اَلفاظ کے شیشوں میں کیسے ڈھالتا
اُس کی تدبیریں غلط تھیں، اُس کی تقریریں غلط

خاک جب ہم ہو گئے تو راز یہ اِفشا ہوا
اُس کے وعدے جھوٹ تھے سب اُس کی تحریریں غلط

چاند ،سورج میرے کوچے میں کبھی آئے نہیں
غالباً اس شہر کی ہیں ساری تعمیریں غلط

رنگ اور خاکوں کے رشتے ٹوٹ جائیں گے سبھی
اور پھر ہوجائیں گی بسملؔ یہ تصویریں غلط

❖

اب کے موسم کیا رنگ لایا　　ہر گل پر کانٹا اُگ آیا

کیوں آنکھیں ویرانے ڈھونڈیں　　کیوں بستی سے جی گھبرایا

اُن سے کچھ باتیں کر لی تھیں　　سینے سے پتھر سرکایا

پھر سے بازی ہار گیا وہ　　پھر سے اُس نے دھوکا کھایا

میں تحلیل ہُوا جاتا ہوں　　کیوں سورج چھت میں لٹکایا

مایوسی، محرومی، منزل　　ہم نے کیا رستہ اپنایا

ممی دونوں ہاتھ ہیں خالی　　ڈیڈی کچھ بھی ساتھ نہ لایا

کیوں الماری بند رکھی ہے　　بچے کو ہے کیوں ترسایا

دل نے ہم کو روکا، تھاما　　آنکھوں نے لیکن بہکایا

بسملؔ خود سے بھی چھُپتا ہوں
شیشے نے چہرا دِکھلایا

❖

نہ ہے دھرتی نہیں گگن میرا　　دوستو کیا یہی وطن میرا

بات کرنے کو جی ترستا ہے　　فکر کیسی، کہاں سخن میرا

پیڑ سب منتظر بہاروں کے　　زردیوں میں اَٹا چمن میرا

روح بھی اب تھکی تھکی سی لگے　　ریزہ ریزہ لگے بدن میرا

روز و شب خامشی میں کٹتے ہیں　　اب کہاں ہے وہ بانکپن میرا

زندگی کو کہاں سمجھ پاتا　　میلا میلا رہا ہے من میرا

چند ہی لوگ ساتھ چل پائے　　بے مزہ غالبًا چلن میرا

جب سے تجھکو چھوا ہے ہونٹوں نے　　شہد سا ہو گیا دہن میرا

کوئی محفوظ ہو نہ ہو بسملؔ
مجھ کو اچھا لگے ہے فن میرا

❖

Academy Urdu\Photos with name\Sagar Sahrayi.jpg not found.

ساغرؔ صحرائی

نام	:	عبدالقیوم گنائی
قلمی نام	:	ساغرؔ صحرائی
تخلص	:	پہلا تخلص سوزؔ رکھا بعد میں ساغرؔ
ولدیت	:	مرحوم حاجی محمد رجب گنائی
تاریخ پیدائش	:	۱۳/ مارچ ۱۹۴۹ء (بھدرواہ)
تعلیم	:	ایم۔اے، بی ایڈ
پیشہ	:	ریٹائرڈ زونل ایجوکیشن آفیسر
تصانیف	:	(۱) شعلۂ صحرا (۱۹۹۰)
		(۲) جنگل کی فریاد (۱۹۹۷)
پتہ	:	محلّہ الفت نگر/ حویلی، بھدرواہ جموں
فون نمبر	:	9419155030

❖

○

سُکھ کیا ہے کبھی دیکھا ہی نہیں
دُکھ سے میں کبھی اُلجھا ہی نہیں

اک عمر رہا کھویا کھویا
میں نے خود کو سوچا ہی نہیں

تھا نُور کا چرچا ہر جانب
میں نے سورج دیکھا ہی نہیں

ہاتھوں میں منازل کا دامن
اور پیروں میں راستہ ہی نہیں

تریاق لئے سب بیٹھے ہیں
پر سانپ مجھے ڈستا ہی نہیں

برسات گنہہ کی ہونے دو
دامن تو ابھی بھیگا ہی نہیں

ہم ایسے دیوانے ساغرؔ
سب کا ہے پتہ اپنا ہی نہیں

❖

ہونٹ خاموش تھے نظر خاموش
ایک آواز تھی مگر خاموش

اک ستارہ کہیں جو ڈوبا تو
ساز خاموش نغمہ گر خاموش

ایک طوفان تھا، تلاطم تھا
آج دریا ہے کس قدر خاموش

ناگہاں زندگی کو نیند آئی
ناگہاں ہوگیا سفر خاموش

شہرِ خاموش جیسا سناٹا
میری بستی کے بام و در خاموش

چیخ ایسی کہ روح کانپ اُٹھی
یوں بظاہر تھی رہگذر خاموش

منزلوں پر بھی روزِ محشر تھا
ہوگیا جب مرا سفر خاموش

کارواں لٹ کے رہ گیا ساغرؔ
کیوں رہا پھر بھی راہبر خاموش

❖

گونگی بستی بہرے لوگ
ہم تم سب بے چہرے لوگ

بے چہرے انسانوں کو
پہناتے ہیں سہرے لوگ

لوٹ گئے گھر آنگن آخر
بیٹھے تھے جو پہرے لوگ

جھوٹ کے سودا گر سمجھے ہیں
ہم کو ایرے غیرے لوگ

وقت نے بے بس کر ڈالے ہیں
گہری سوچ کے گہرے لوگ

خون سے گھر تعمیر کئے ہم
آخر ہم ہی ٹھہرے لوگ

غم کے بھنور سے نام نبیؐ کا
لیکر ساغرؔ پیرے لوگ

❖

○

اُس نے کہا کیا بات ہے
ہم نے کہا وہ ذات ہے
دن کو کہیں وہ رات ہے
اس میں نئ کیا بات ہے
گر چل سکے پلکوں پہ چل
یہ وادئ عرفات ہے!
مُفلس کا موسم عمر بھر
برسات ہی برسات ہے
اُن کی جفا ہو یا وفا
اپنے لئے سوغات ہے
صد شُکر ساغر کو ملی
دربار سے خیرات ہے

❖

○

یہ زنداں اور یہ زنجیر ہوگی
خبر کیا تھی مری تقدیر ہوگی
مرے بدلے مرے بچوں کے آگے
مرے گھر میں مری تصویر ہوگی
مری بیوی اُلجھ کر اُلجھنوں سے
مثالِ وادئ کشمیر ہوگی
اگر ٹوٹی ہوں نیندیں بے حسی کی
مری بستی بھی اب دلگیر ہو گی
ہماری حسرتوں کے قاتلوں کی
جبیں پُرخوف کی تحریر ہوگی
یقیں کر لو کہ ساغر کے لبوں پر
صداقت ہی سدا تحریر ہوگی

❖

فدؔا راجوروی

نام : عبدالرشید نائک

قلمی نام : فدؔا راجوروی

تاریخ پیدائش : ۱۳/اپریل ۱۹۴۱ء، موضع پوشانہ، تحصیل سرنکوٹ

تعلیم : ایم۔اے(اُردو)، ایم۔اے(سیاسیات)

پیشہ : ریٹائرڈ لیکچرر اُردو

تصانیف : رباعیات عمر خیام (پہاڑی ترجمہ)

مسافر حرمین (سفرنامہ حج)

مغل روڈ (مختصر تاریخ)

پتہ : بھروٹ راجوری۔

فون نمبر : 9469035276

❖

○

سو قربتوں کے بعد بھی سو فاصلے رہے
کچھ اس طرح دِلوں میں حوادث پلے رہے

آنا نہ تھا کسی کو نہ آیا کوئی ادھر
ویران راہ تکتے سبھی راستے رہے

اپنی بھی ہو سکی نہ کبھی کائناتِ دِل
بے سمتوں کی نذر سبھی واسطے رہے

کس کو پڑی ہے آ کے سُنے کچھ دِلوں کی بات
ہے کون جس کو دل کے یہاں ولولے رہے

دنیا عجیب شہر ہے چلتا ہے سب یہاں
سب لوگ اپنی فکر و نظر بانٹتے رہے

گو مدتوں کی راہ چلا تھا بصدخلوص
سب خواب میرے راہ میں بکھرے پڑے رہے

میری طرح سرراہ نہ کوئی لُٹے فدؔا
بکھرا کچھ ایسے سارے نشانے دھرے رہے

❖

گُمنامی

دُور اُس جنگل میں
یا صحرا میں یا
گہرے سمندر میں اُتر
اور پھر گمنام ہو
یہ ہی ہونا ہے
یہی ہوتا رہا ہے آج تک
اور آگے بھی یہی ہونا ہے
تا حدِ اَبد
ایک گم نامی مقدر ہے یہاں
سلسلہ جس کا ازل سے آج تک
یوں چلا آیا ہے جس کو کھوجنا
ہو کسی کے بس میں یہ ممکن نہیں

ایک ہی ذاتِ الٰہ ہے
عالم الغیب وخبیر
باقی سب کچھ ہے
فنا کا سلسلہ
سلسلہ بے نامیوں کا
وقت کے گہرے سمندر میں فنا
اور بقا جُز ذاتِ رب کے
ہے کسے
یعنی یبقٰی وجہ ربک ذوالجلال

گرفتارِ عذابِ آگہی ہوں
خدا وندا میں کیسا آدمی ہوں
ہزاروں میں بھی ہوں یکا و تنہا
بھرے اس گھر میں گویا اجنبی ہوں
کسی صورت نظر جمتی نہیں ہے
میں کس شہرِ نظر کا مُدعی ہوں
فضا ؤں میں بکھر کر کھو گیا ہوں
میں لمحہ لمحہ بہتی زندگی ہوں
بیاباں لگ رہے ہیں سب مناظر
میں بکھرے منظروں کی روشنی ہوں
ہواؤں سے نہیں مرعوب بے شک
فدؔا میں بھی تو لیکن آدمی ہوں

کیا کریں اپنی تمنائیں نثار
ہو گئے ہیں سارے موسم بے وقار
شام اک پُر ہول سناٹے کے بیچ
دن کی سب صحرا نوردی تار تار
خاک امیدوں کی اُڑتی ہر طرف
ہر طرف صحرا میں سورج بے شمار
تنگ دامانی پہ اپنی ایک نظر
ایک آئینے میں منظر بے قرار
دل کی چوکھٹ پر ہے ہنگاموں کی رات
خواب صحراؤں کے آنکھوں میں ہزار
دل کے آنگن میں ہوں پابند وفا
ہر طرف منظر فدؔا ہیں بے شمار

زخم دل وہ کتہ تازگی ہے ابھی
ان ہواوں میں برہمی ہے ابھی

چاک دامن رفو ہی کرنے دو
تھوڑی لمحوں میں آشتی ہے ابھی

سب پرندے اُڑان بھرتے ہیں
ایک دل ہے کہ اجنبی ہے ابھی

اعتبارات سارے ختم ہوئے
طرح نو ہے کہ دیدنی ہے ابھی

موت کی چُپ اُداسیوں کی امیں
یعنی پہلو میں زندگی ہے ابھی

تم ہمیں نا مراد کہتے ہو
ہم سمجھتے ہیں دل لگی ہے ابھی

سبزۂ و شاخ و برگ وبار فدؔا
سب کو موسم یہ اجنبی ہے ابھی

❖

گزرے نہیں ہیں جو میرے دل کے قریب سے
سب لگ رہے ہیں سائے وہ مجھ کو عجیب سے

اُن بستیوں میں شہر کی میں ڈوب ہی گیا
بستے جہاں تھے جھونپڑوں والے غریب سے

اونچی چھتوں پہ لوگ گئے تازہ دم رہے
باقی گلی میں ڈوب گئے ہیں نشیب سے

کروٹ بدل کے وقت چلا اپنی راہ پر
منزل کو ہم نہ پا سکے اپنے قریب سے

سب تھے اُسی تلاش میں لیکن الگ الگ
سب کھوجتے تھے راستے کیا کیا عجیب سے

پہچان اپنے سائے بھی میری نہ کر سکے
کچھ کہہ سکے نہ اپنے دِل نا شکیب سے

جو دے سکے کسی کو نہ دوائے دِل فدؔا
کیا زندگی کی آس رکھیں اُس طبیب سے

❖

بیتابؔ جے پوری

نام	:	جے کرشن پوری
قلمی نام	:	بیتابؔ جے پوری
ولدیت	:	متھر داس پوری
تاریخ پیدائش	:	۲۵/ستمبر ۱۹۴۷ء
جائے پیدائش	:	سرینگر (محلّہ چنکراں حبہ کدل)
تعلیم	:	ایف۔اے، ادیب فاضل، علی گڈھ
پیشہ	:	صحافی
انعام	:	بہترین اُردو اسکرپٹ رائٹر ایوارڈ
پتہ	:	پریم نگر، ڈھوک پلورہ جموں، نزدیک میجر اکیڈیمی
فون نمبر	:	9906283641

❖

○

بکھیر دے مجھے یا خود میں جذب ہونے دے
گناہ پہلے مجھے آنسوؤں سے دھونے دے

اُکھاڑنے دے یہ نفرت مجھے زمینوں سے
بدلتی رُت ہے تو اُلفت کے بیج بونے دے

جو مُجھ میں جھانک کے دیکھے تو اپنا چہرہ ملے
کسی کے واسطے آئینہ مجھکو ہونے دے

ہوا سے کہہ دو کہ گزرے نہ میرے آنگن سے
تمام عُمر کا جا گا ہوں مجھکو سونے دے

سُنا نہ بچے کو جنگ و جدل کے افسانے
وہ کچا ذہن ہے اُس کو فقط کھلونے دے

دِلا نہ تو مجھے فردا کی آس اے بیتابؔ
میں اپنے ماضی میں کھویا ہوا ہوں کھونے دے

❖

پہلے تُم خود سے رابطہ رکھنا
پھر زمانے سے سلسلہ رکھنا

کیا خبر کب ہو حادثہ در پیش
اُس کو سہنے کا حوصلہ رکھنا

جس پہ آتے ہوں پھَل مُرادوں کے
سایہ ایسے ہی پیڑ کا رکھنا

قُربتیں اور زہر گھولیں گی
اُن میں تھوڑا سا فاصلہ رکھنا

عجب اُوروں میں ڈھونڈنے والو
اپنے گھر میں بھی آئینہ رکھنا

گھر سے نکلو تو ساتھ اپنے تم
اپنے رشتوں کا بھی پتہ رکھنا

جینا تنہا محال ہے بیتابؔ
ساتھ یادوں کا قافلہ رکھنا

❖

پیش جب جب بھی حادثہ آیا
حوصلہ مجھ میں اِک نیا آیا

گمرہی نے جو پاؤں پھیلائے
آفتیں آئیں زلزلہ آیا

راہِ منزل سے وہ بھٹکنا میرا
درمیاں گھر کا راستہ آیا

کُھل گیا راز میرے ہونے کا
سامنے جب بھی آئینہ آیا

دوست دامن بچا گئے مجھ سے
ایک ایسا بھی مرحلہ آیا

سانس راحت کی جب نصیب ہوئی
پھر سے درپیش حادثہ آیا

دِن بدلنے کی دیر تھی بیتابؔ
ساتھ رشتوں کا قافلہ آیا

❖

دل نشیں گلیوں میں دیکھے دل شکن منظر بہت
نعرہ زن تھے لوگ ہاتھوں میں لئے پتھّر بہت

جب بھی گھر کی کھڑکیوں سے جھانک کر دیکھا کبھی
اک تپش تھی حادثوں کی چار سُو باہر بہت

کیا خبر کس موڑ پر پھیلے یہ خود ہی بے طرح
غم کا لاوا جو اُبلتا ہے مرے اندر بہت

مدتیں گذریں کسی سے گفتگو کی چاہ میں
بے طرح بیتابؔ اَب کے یاد آیا گھر بہت

اب کہ جب اہلِ خرد اہلِ جنوں میں مل گئے
کیوں نہ جل کر راکھ ہوں گے بستیوں میں گھر بہت

میں سُونے گھر میں کبھی یوں بھی آہٹیں مانگوں
کواڑ وا ہوں مگر پھر بھی دستکیں مانگوں

سمٹ کے رہ گیا ہوں خود میں میرا کرب ہے یہ
کریں جو خود سے شناسا وہ وسعتیں مانگوں

ستم زمانے کے کہہ دوں میں سرد جھونکوں سے
ہر اِک جھونکے سے میں دل کی راحتیں مانگوں

نہیں کئے جو جرائم ملے سزا اُن کی
میں اپنے واسطے ایسی عدالتیں مانگوں

ہے حادثات کی زد میں یہ کُل جہاں بیتابؔ
جو حادثوں سے ہوں مانوس دھڑکنیں مانگوں

Academy Urdu\Photos with ame\K.D.meni.jpg not found.

کے ڈی مینی

نام : کے ڈی مینی

ولدیت : آنجہانی شری دوندر مینی

تعلیم : ایم۔ایس۔سی

تصانیف : ۲۱ کتابیں، اُردو، انگریزی، پہاڑی اور پنجابی میں ہیں۔جن میں تاریخ پونچھ، تاریخ راجوری اور تاریخ شاہدرہ شریف قابل ذکر ہیں

اعزاز : (۱) کلچرل اکیڈیمی ایوارڈ
(۲) سٹیٹ ایوارڈ
(۳) آکاش وانی ایوارڈ

پتہ : پروجیکٹ کنسلٹنٹ، وارڈ نمبر ۱۷،
نزدیک سینک سرائے، پونچھ

○

جب اُڑانوں کے موسم گزر جائیں گے
پھر یہ غافل پرندے کدھر جائیں گے

ریت ہی ریت رہ جائے کی دُور تک
تیز دریا تو چڑھ کر اُتر جائیں گے

کوئی بھی تو نہیں جانتا شہر میں
چل پڑے ہیں مگر کس کے گھر جائیں گے

ٹوٹ جائے گا جب سائبانِ فلک
سارے موسم ہوا میں بکھر جائیں گے

کُو بکُو ہم کو ڈھونڈیں گے اہلِ جہاں
ہم ہوا کی طرح جب گُذر جائیں گے

○

صدائیں دے نہ ہواؤں میں بار بار مجھے
میں آس پاس ہوں دل سے ذرا پُکار مجھے

جو کشتیوں کو کنارے نہیں لگا سکتا
تو کشتیوں سے سمندر میں ہی اُتار مجھے

میں سخت جان ہوں صحرا عبور کر لوں گا
چمکتی دُھوپ کی راہوں سے تو گزار مجھے

کہیں بھی چوٹ بظاہر دکھائی دی نہ کبھی
ہر اک بار وہ دیتا ہے ایسی مار مجھے

ترے بغیر بکھر سا گیا ہے شیرازہ
اُلجھ گیا ہوں بہت آ کے اب سنوار مجھے

کئی دنوں سے وہی شخص جانے کیوں یارو
دکھائی دے ہر اک شے کے آر پار مجھے

❖

○

گئی زندگی یوں بسر کرتے کرتے
تری آرزو کا سفر کرتے کرتے

عجب سانحہ تھا تجھے کھو گئے ہم
ترے ساتھ گزر وبسر کرتے کرتے

اُڑانوں کی عادت کو ہی بھول بیٹھے
پرندے بسروں کو گھر کرتے کرتے

نہ جانے کہاں چھوڑ آیا میں خود کو
دلوں سے دلوں کا سفر کرتے کرتے

دُعائیں بھی دیتا رہا زندگی کی
مجھے خون سے تربتر کرتے کرتے

وہ بوتا رہا اس زمیں پہ خزاں بھی
درختوں کو برگ و ثمر کرتے کرتے

❖

○

پیاس ہونٹوں کی بجھی ہے پھر بھی
تشنگی دل میں وہی ہے پھر بھی

شہر میں غم کے سوا کچھ بھی نہیں
بھیڑ کیا ڈھونڈ رہی ہے پھر بھی

تری الفت کا اب نہیں سایہ
چھاؤں یادوں کی گھنی ہے پھر بھی

زندگی بھر کا کیا ہے وعدہ
زندگی کس کی ہوئی ہے پھر بھی

اب تری آرزو نہیں لیکن
ترے ملنے کی خوشی ہے پھر بھی

❖

○

تری قربت کے موسم سُہانے لگے
بعد مدت کے ہم مُسکرانے لگے

اس گلی میں بہت رونقیں لگ گئیں
جب سے ترے یہاں آنے جانے لگے

میں بہت تھک گیا ہوں مجھے تھام لو
آتے آتے یہاں تک زمانے لگے

ترا میرا ملن بھی عجب بات ہے
ہم حقیقت تو ہیں، پر فسانے لگے

یوں محبت کا اظہار ہونے لگا
ہاتھ میں ہاتھ لے کر دبانے لگا

❖

بشیر منظؔر

with name\bashir manzar2.jpg not found.

نام	:	بشیر احمد نائک
قلمی نام	:	بشیر منظؔر
تاریخ پیدائش	:	۱۶/ اپریل ۱۹۶۰ء
مقام پیدائش	:	ٹنگمرگ، کشمیر
تعلیم	:	ایم۔اے (انگریزی)
پیشہ	:	مدیر اعلیٰ "کشمیر امیجز" (انگریزی روزنامہ)
تصنیف	:	دائرے کا سفر (شعری مجموعہ)
پتہ	:	J-35 جواہر نگر، سرینگر
فون نمبر	:	9419001844

❖

○

کس اَدا سے وہ بن سنور آئی
جب اُداسی ہمارے گھر آئی

پھر دُعا عرش تک تو پہنچی تھی
لوٹ کرواں سے بے اثر آئی

میرا ماہِ صیام تمام ہوا
رات کھڑکی پہ وہ نظر آئی

ہم سے اُن کا تھا شام کا وعدہ
وہ نہ آئے مگر سحر آئی

ہر نیا سچ ہمیں ڈراتا ہے
جھوٹ کی ناؤ پھر سے بھرآئی

شیخ جی نے جو میکدے توڑے
آسمانوں سے ٹوٹ کرآئی

قتل کرکے مجھے نہ جانے کیوں
میرے قاتل کی آنکھ بھر آئی

میاں منظؔر سنبھل کے چلیئے گا
سامنے پھر وہی ڈگر آئی

❖

○

یہاں شاعر نہیں کرتے لب و رخسار کی باتیں
یہاں مقتل کے قصّے ہیں، فقط ہیں دار کی باتیں

قفس میں بلبلوں کا بس یہی معمول ہوتا ہے
گُل و گلشن کی، بجلی کی، صبا کی، خار کی باتیں

وصالِ یار کی موہوم سی اُمید کے صدقے
غبارِ دشت سے کرتے رہے گلزار کی باتیں

قلم کی عظمتوں کے گیت گائیں گے قلم والے
جنہیں کرنی ہیں وہ کرتے رہیں تلوار کی باتیں

نشیمن کب کا اپنا جل چُکا منظر مگر اب بھی
وہی مسکن کے قصے ہیں، درو دیوار کی باتیں

❖

دائرے کا سفر

کس نے پھینکا پُر سکون ساغر میں پھر
یاد کا کنکر کوئی

دایروں پر دایرے بنتے گئے
دور تک اک دایروں کا سلسلہ
اک مثلث سوچ والا دایرہ
دایروں کی بھیڑ میں گُم ہو گیا
اور مثلث کے تینوں زاویوں کے بازو
کیکڑے کے بازوؤں کی طرح
سوچنے والے سے لپٹ پڑے
دایرہ گھٹتا گیا، سمٹتا گیا
یہاں تک کہ سطحِ آب پر
فقط ایک نقطہ رہ گیا
پھر اس نقطے سے ہو کر
کتنے خطوط گزرے

مثلثیں بنتی رہیں
دایرے بنتے رہے
اوران تمام خطوط، مثلثوں اور دایروں کا خالق
نقطہ
اپنے چھوٹے پن سے اُکتا کر
اک نئے کنکر کی چاہ کرنے لگا

تقدیر

تم نے کہا تھا
بارش تم کو اچھی لگتی ہے
میں ساون کر ڈالا
اپنی آنکھوں کو
پھر تمہیں
دھوپ اچھی لگنے لگی!

❖

○

میں لمحوں کا شیدائی ہوں، دن ہفتے، ماہ و سال تیرے
میں نقطہ سطحِ دنیا پر، باقی جو ہیں احوال تیرے
آدم کو میں نے بنایا کیا؟ دُنیا کو میں نے بسایا کیا؟
اب ہوتا ہے جو خود بھگتو، یہ سب تو ہیں جنجال تیرے
تم نُور سراپا خوشبو ہو، خوشبو کا کوئی رنگ ہے کیا؟
کیا سمجھائیں اُن لوگوں کو، جو ڈھونڈیں خد اور خال تیرے
جو رینگ رہا ہے مٹی پر، رحمت پہ تیری اُس کی بھی نظر
آکاش کو جو چھو آتا ہے، اس کو بھی پر اور بال تیرے
دریا کی روانی بھی تیری، صحرا کی کہانی بھی تیری
دہقان تیرے، کھلیاں تیرے، کھیتی بھی تیری، آکال تیرے
ہیں گیت، غزل، نغمے تیرے، شاعر تیرے، منظر بھی تیرا
سنطور کی ہر اک تار میں تو، ہیں سارے سُر اور تال تیرے

❖

میرؔ حسام الدین

Academy Urdu\Photos with name\Mir Husam din.jpg not found.

نام : ڈاکٹر میر حُسام الدین

قلمی نام : میرؔ حُسام الدین

تاریخ پیدائش : ۸؍ جولائی ۱۹۳۸ء

مقام پیدائش : چرار شریف، کشمیر

تعلیم : بی۔ یو۔ ایم۔ ایس

ڈی لِٹ (علی گڈھ مسلم یونیورسٹی)

پیشہ : ریٹائرڈ سرکاری ملازم

تصنیف : ارمغان وادی (شعری مجموعہ)

پتہ : گاندربل کشمیر

فون نمبر : 9419761181

❖

نغمۂ یثرب

رگِ جاں سے پیارا نبیؐ ہے ہمارا بڑی شان والا نبیؐ ہے ہمارا

یہ خیر البشر ہے، یہ رحمت کا پیکر یہ اقبال والا نبیؐ ہے ہمارا

اِسی کا ہے سنسار میں بول بالا یہ اصحاب والا نبیؐ ہے ہمارا

کوئی اِس کے نُطقِ زباں کا نہ ثانی یہ اخلاق والا نبیؐ ہے ہمارا

یتیموں کا ماوا، غریبوں کا باوا یہ اِکرام والا نبیؐ ہے ہمارا

ضعیفوں کا حامی ہے دِلبر ہمارا یہی کملی والا نبیؐ ہے ہمارا

یہ برحق ہے ہادی، چمکتا ہے تارا یہی نُور والا نبیؐ ہے ہمارا

یہ رشکِ قمر ہے، یہی رشکِ خاوَر یہی سب سے بالا نبیؐ ہے ہمارا

یہ محبوبِ داوَر تو میرؔ جہاں ہے

یہ لو لوئے لالا نبیؐ ہے ہمارا

❖

○

دِل کی زباں ہے درد و محبت سے آشنا
بے مائگی میں صبر و متانت سے آشنا

خوابوں کی یہ دُنیا ہے گو خوش کُن و کیف زا
خوابوں کی ہے تکمیل مشقّت سے آشنا

ممنونیت سے جو کیا اِظہارِ شکریہ
دل ہے کہ ترے پاسِ مُروّت سے آشنا

یک گونہ اِلتفات تغزل کا ہے باعث
ہم ہیں کہ تیرے بارِ امانت سے آشنا

بُھولے کہاں رقیبِ ازل کی وہ جِھڑکیاں
مستِ ازل ہیں ہم تو اِنابت سے آشنا

بے رونق و بے کیف ہے گُلشن ترے بغیر
گُل ہا و عنا دل یہاں اُلفت سے آشنا

ہم اجنبی ٹھہرے جو اپنے ہی وطن میں میرؔ
ہر چند کہ ہم ہیں تابِ حمیّت سے آشنا

❖

○

مانتے ہیں مُسکرانا چاہیئے
ظرف کو بھی کھنکھنا نا چاہیئے

ہم تو عرضِ شوق کے پابند رہے
وہ تو چاہیں آز مانا چاہیئے

عمر بھر کرتے رہے جُرمِ رفو
اور کیسا تازیانہ چاہیئے

جب بُلا وے کا ہو حُسنِ اِتفاق
پھر تو جی بھر ہَڑ بڑانا چاہیئے

دل کی وادی کا وہی سرخیل ہے
جو کہے وہ کر دِکھانا چاہیئے

خونِ دل سے ہر دِیا جلتا رہے
روشنی کا پھر زمانہ چاہیئے

دِل کی یکسوئی کے لئے اب تو میرؔ
دِل رُبا جیسا ترانہ چاہیئے

❖

میر حسام الدین

میرا چاند

چاند تاروں نے کئی کئی بار جھانکا تھا

مرے صحنِ باغ میں، تب میں چھوٹا تھا

چھُپ چھُپائے میں نے دیکھا تھا کہ یہ جِھلملاتے ہیرے

آکاش میں جُڑے ہیں یا تیر رہے ہیں

سرگوشیاں کر رہے ہیں اور

مجھے اِشاروں سے بُلا رہے ہیں

میں کھو گیا کہ بس سوچتا رہا، سوچتا رہا

کاش میں بھی اُڑ کے چاند پر پہونچ جاتا

کہ چاند کا چہرہ کتنا معصوم اور حسین ہے

مگر اُفّ ! اُفّ

پھوپھی اماں نے ایک دن کہا تھا

کہ جب چاند کو گہن لگ جاتا تو ایک راکشس

اُفّ ! ایک راکشش آ کے چندا ماماں کو کھا جاتا ہے

یہ کتنا ظلم ہے اُفّ !

لیکن مرے سوچ کا آئینہ چُور رہوا

کہ جب آپا اماں مجھے بُلا رہی تھیں

گھر کی دہلیز پر آ کھڑی تھیں

لیکن پھر دوسرا شاید جھٹکا لگا

کہ جب کمرے سے باہر کسی نے دروازے پر دستک دی

میں اندر موجود تھا بیڈ پر

دراصل مرا بچپنا مجھ سے چھوٹ گیا تھا

اور پھر ایک ہی جست میں مرا بچپنا

پھاند کر مرے اندر چھُپ گیا

Academy Urdu\Photos with name\Khursheed Kirmani.jpg not found.

خورشید کرمانی

نام	:	خورشید احمد کرمانی
قلمی نام	:	خورشید کرمانی
تاریخ پیدائش	:	۲۳؍جون ۱۹۵۳ء، فتح پور، پونچھ
تعلیم	:	بی۔اے
پیشہ	:	استاد
تصانیف	:	(۱) دُکھ کے موسم (اُردو شعری مجموعہ)
		(۲) اِک مٹھی زمین (پہاڑی شعری مجموعہ)
پتہ	:	محلّہ شنکر نگر، پونچھ
فون نمبر	:	9419825854

○

گھر میں لگتی ہے بیابانی مجھے
چاٹ نہ لے دشتِ امکانی مجھے

امتحاں یوں میرے رہبر نے دیا
دے گیا اِک سمت انجانی مجھے

پیاس بجھنے کا کوئی امکاں نہیں
آگ کر دیتا ہے اب پانی مجھے

میرے حق میں اب دُعا کرتے رہو
مار نہ دے میری سلطانی مجھے

کیا پتہ ہے اب کہاں لے جائے گی
اس بدن دریا کی طغیانی مجھے

❖

اُس کے رُخ سے اٹھی نقاب توبہ توبہ
وہ شعلہ تھا یا مہتاب توبہ توبہ

کالے سائے مجھے نچائیں بھیانک ناچ
میں یہ دیکھوں کیسے خواب توبہ توبہ

نئ صدی میں نیا مسیحا اب تو بھیج
نئ صدی کے نئے عذاب توبہ توبہ

بستی دن کی ساری ڈوبی لمحے میں
حسن تیرا تھا یا سیلاب توبہ توبہ

میکدہ تھا تشنگی تھی اور میں
اک خلا تھا تیر گی تھی اور میں

مجھ پہ نازل تھے اجالوں کے عذاب
ہر طرف بس روشنی تھی اور میں

جوں ہی اُترا قبر میں میرا شعور
کرب تھا اِک آگہی تھی اور میں

کون رکھتا میرے قدموں کے حساب
زندگی تھی وہ گلی تھی اور میں

میں نے پھینکے یاد کے کنکر بہت
ایک ساحل تھا ندی تھی اور میں

❖

○

جب سے آ کر وہ بسا ہے مجھ میں
اک عجب حشر بپا ہے مجھ میں

میں نے آنکھوں سے نچوڑا تھا بہت
اب بھی کچھ درد بچا ہے مجھ میں

سانس لیتا ہوں تو لگتا ہے مجھے
کچھ نہ کچھ ٹوٹ رہا ہے مجھ میں

مارے میری ہی آنا سے مجھکو
لوگو کیسا یہ خدا ہے مجھ میں

وہ تو رگ رگ میں اتر کر دیکھے
جانے کیا ڈھونڈ رہا ہے مجھ میں

❖

○

اِک کشتی ہے دریا بھی ہے اللہ ہو
دشت ہے اندر صحرا بھی ہے اللہ ہو
باہر دھوپ عذاب کا موسم دستک دے
اک طوفان سا اندر بھی ہے اللہ ہو
خوشبو خوشبو کا جل آنکھیں ہونٹ گلاب
لال ہری اِک چادر بھی ہے اللہ ہو
تیکھا موسم گُم سُم پیڑ اُداسی ہے
اور پرندہ بے پر بھی ہے اللہ ہو
حافظ ملاّ کی تقریریں نقلی ہیں
لا ہے اندر باہر بھی ہے اللہ ہو
اِک کربل ہے میرے اندر ایک فرات
ایک یزیدی لشکر بھی ہے اللہ ہو
میں کیا یوں ہی غزلیں کہنے بیٹھ گیا
جانا مجھکو دفتر بھی ہے اللہ ہو

❖

امیؔن بانہالی

نام	:	محمد امین بانہالی
قلمی نام	:	امیؔن بانہالی
ولدیت	:	مرحوم فضل الدین
تاریخ پیدائش	:	۱۷ر مئی ۱۹۵۳ء، بانہال
تعلیم	:	ہائیر سیکنڈری Elective ۱۹۷۳ء
تصانیف	:	اندھیروں کا مسافر (شعری مجموعہ)
پتہ	:	۳۲۰/اے پی دلپتیاں، جموں
فون نمبر	:	9906208604

❖

○

نہ میں ہنس سکا نہ وہ رو سکا نہ میں جا سکا نہ وہ آسکا
نہ وہ یاد مجھ کو ہی کر سکا نہ میں دل سے اُس کو بھُلا سکا

وہ کمال تھا وہ عجیب تھا، وہ مرے بہت ہی قریب تھا
مِرے دِل کی بات ہی سُن سکا نہ جو اپنے دِل کی سُنا سکا

کسی طور مجھ سے جدا نہ تھا کہوں کیسے میں وہ مرا نہ تھا
نہ یہ بات اُس سے کہی گئی نہ یہ راز میں ہی چھُپا سکا

کریں ہم زمانے سے کیا گلا، جو نصیب میں تھا وہی ملا
نہ وہ مجھ سے آنکھ ملا سکا نہ میں اُن سے آنکھ چُرا سکا

اُسے کیا ملا مجھے کیا ملا، کہ رُکا ایسے یہ سلسلہ
نہ مجھے ہی کوئی ہنسا سکا نہ اُسے ہی کوئی رُلا سکا

تیرے ہاتھ میں کوئی ہاتھ دے، ترا کس طرح کوئی ساتھ دے
کسے کام تجھ سے امیؔن ہو، تو خود اپنے کام نہ آسکا

❖

یہ الگ بات کبھی کُھل کے نہ اظہار کیا
میری اُلفت سے کب اُس شخص نے انکار کیا

صرف جینا ہی نہیں مرنا بھی دشوار کیا
وقت نے یوں ہمیں رُسوا سرِ بازار کیا

جس کی نیّت پہ ہمیشہ ہی سے شک تھا مجھ کو
خوابِ غفلت سے اُسی نے مجھے بیدار کیا

موت کو ہی اِدھر آنے کی فراغت نہ ملی
ہم نے مرنے کا ارادہ بھی کئی بار کیا

اور ہوں گے جو کہیں اور تجھے ڈھونڈتے ہیں
ہم نے اس دل ہی میں اکثر تیرا دیدار کیا

سیکھ لیں اہلِ خرد، اہلِ جنوں سے اب بھی
عشق نے آتش نمرود کو گلزار کیا

کون دشمن ہے کسی کا بھی زمانے میں امینؔ
سب کو اپنی ہی خطاؤں نے دل آزار کیا

❖

مبتلائے کرب ہوں لیل و نہار
رحم کر مجھ پر میرے پروردِگار

تھم نہ جائے زندگی کا کاروبار
ہاتھ رکھ کر ہاتھ پر بیٹھو نہ یار

کب کوئی بھی میری قُربت میں رہا
کس کی فرقت میں ہوں آخر بے قرار

میں تیرا کس درجے کا مہمان ہوں
یہ بتا اے میزبان ذی وقار

ظالموں کو شرم کیسے آئے گی
وقت کے مظلوم کیوں ہے شرم سار

موت کا اپنی مناتے کیوں نہ جشن
زندگی میں جو رہا ہو سوگ وار

آخری ہچکی جب آتی ہے امینؔ
ختم ہو جاتے ہیں سارے انتظار

❖

○

شہر کا شہر ہراساں دیکھا	چار سُو موت کا ساماں دیکھا
بھوکے ننگوں کو پشیماں دیکھا	کھاتے پیتوں کو پریشاں دیکھا
بے وفائی کو تو ارزاں دیکھا	بس وفاداری کا فقداں دیکھا
غمِ دوراں، غمِ جاناں دیکھا	کسی غم کا بھی نہ پُرساں دیکھا
اور بھی پھول تھے گلشن میں مگر	ایک گُل رشکِ گلستاں دیکھا
کوئی ہندو تو مسلمان کوئی	چند ہی لوگوں کو انساں دیکھا
اے غم دل تری عظمت کو سلام	کوئی ایسا بھی نہ مہماں دیکھا
اب بھی کچھ لوگوں میں ہے خوف خدا	یہ بھی اُس ذات کا احساں دیکھا
کِس کی ہمدری پہ نازاں ہو کوئی	خود کو بھی خود سے گریزاں دیکھا

ایک محروم، بصارت نے امینؔ
''اپنی تربت پہ چراغاں دیکھا''

❖

○

مِرا ہی بس ہے نہ دِل پر کچھ اختیار ترا
میں کیوں کہوں کہ نہیں مجھ کو اعتبار ترا
مجھے ملے نہ ملے تو مگر یہ کم تو نہیں
کہ میرے جاننے والوں میں ہے شمار ترا
ترِے ہی لطف و کرم سے ملے گی اس کو اماں
ترِے ہی در سے جُڑا ہے گناہ گار ترا
خدا کے بعد تمنّا یہی ہے دوست مِری
مِری زبان پہ ہو ذکر بار بار ترا
قرار تجھ سے ملا کتنے بے قراروں کو
بتا کہ آج کہاں کھو گیا قرار ترا
مجھے خبر ہے نہ آئے گا تو کبھی لیکن
تمام عمر کروں گا میں انتظار ترا
بھُلا سکا ہے نہ اپنا سکا ہے تجھ کو امینؔ
بری ہَوا، نہ مقیّد ہے قرض دار ترا

❖

منشوؔر بانہالی

Academy Urdu\Photos with name\Manshoor Banhali.jpg not found.

نام	:	عبدالغنی
قلمی نام	:	منشوؔر بانہالی
تاریخ پیدائش	:	۴؍جنوری ۱۹۴۸
تعلیم	:	ایم۔اے، بی ایڈ
پیشہ	:	ریٹائرڈ پرنسپل
تصانیف	:	(۱) جمّو صوبَس منز کأشر زبان تہٕ ادبُک تأریخ (کشمیری)
		(۲) تحسین جعفری (اُردو)
پتہ	:	بانہال، پن کوڈ نمبر ۱۸۲۱۴۶
فون نمبر	:	9906395650

❖

نعتِ رِسالت مابؐ

جمالِ مصطفٰےؐ کی ہے ضیّا باری زمانے میں
جلالِ مصطفٰےؐ کی ہے شہر یاری زمانے میں
وہ جن کے نُور نے زرّات کو تابند گی بخشی
وہ جس دم ظُلمتوں کا دور تھا طاری زمانے میں
سلیقہ دے دیا صحرا نشینوں کو تُدّبر کا
تجاوز کر چکی تھی جب تباہ کاری زمانے میں
لُٹا یا راہ حق میں جس نے اپنا مال و زر سارا
مُسلسل بے کسوں کی، کی نگہداری زمانے میں
یہ اُن کے فیض رحمت کا ہے صدقہ پورے عالم پر
سمیٹ کر آ گئیں جو بر کتیں ساری زمانے میں
تبھی تو آس ہے منشوؔر بس اُن کی شفاعت کی
سوا اُن کے نہیں اُمید غمخواری زمانے میں

❖

راہیں تمہاری جانِ غزل دیکھتے رہے
تاحدِ نظر ہم مُسلسل دیکھتے رہے

وارفتگی ہر موجِ تخُیل دُھواں دُھواں
جذبات کی دنیا میں خلل دیکھتے رہے

ہم کاسۂ مفلس کی طرح منتظر رہے
وہ تشنۂ نگاہوں کی شکل دیکھتے رہے

کٹتی رہیں حیات کی ناشاد ساعتیں
یہ وعدہ ہائے طول و اکل دیکھتے رہے

خوش فہمیوں میں لُٹ گئے احباب کوتاہ بین
موہوم سرابوں میں کنول دیکھتے رہے

اہلِ ہوس کو پاسِ مرّوت کہاں منشوؔر!
اُن کا بھی مکافاتِ عمل دیکھتے رہے

❖

لہو لہو، راستے ہیں سارے نِشاں اِدھر بھی نشاں اُدھر بھی
دبی دبی سی خموشیوں کا، سماں اِدھر بھی سماں اُدھر بھی

یہ وقت کا ایک سانحہ ہے سمندروں کی زبان چُپ ہے
سفینہ اُسکا ہے درمیاں میں، چٹان اِدھر بھی اُدھر بھی

شفیق وعدوں کا نرم لہجہ، یقیں کی حد میں سمائے کب تک
طویل مُبہم رفاقتوں کا بیاں اِدھر بھی بیاں اُدھر بھی

یہ زرد موسم میں خوبصورت سے پھول کتنا جھُلس چکُے ہیں!
سُنائی دیتی ہے شاخِ گل سے فغاں اِدھر بھی فغاں اِدھر بھی

وہ سود قرضے کا لے چکُے ہیں ہمارے کھاتے کے نام تھا جو
ہمیں تو سہنا پڑا ہے لیکن زیاں اِدھر بھی زیاں اُدھر بھی

دلوں کی آنکھوں پہ خوابِ غفلت بہت ہے طاری نہیں تو اب بھی
حرم کے گنبدے سے آرہی ہے اذان اِدھر بھی اذاں اُدھر بھی

یہ کھیل آندھی کا گُل نہ کر دے تمام شمعوں کی روشنی کو!
فصیلِ راہ پر ہیں دونوں جذبے جواں اِدھر بھی جواں اُدھر بھی

یہاں تو منشوؔر ہر قدم پر مُحبتوں کی دُکان سجے ہے
متاعِ مہر و وفا مگر ہے گراں اِدھر بھی گراں اُدھر بھی

❖

جب فروخت خود ہی میرِ کارواں ہو جاتے ہیں
قافلے والے بچارے بے زباں ہو جاتے ہیں

کیوں دبالیتی ہے انگاروں کو رُک رُک کر ہوا؟
دیکھنا !ایسے میں شعلے آسماں ہو جاتے ہیں

بوئے مالی نے کانٹے خود ہی اپنے باغ میں
اب یہ کیوں نوکِ سناں پر سرگراں ہو جاتے ہیں

غم سے گھبرا نہیں کرتے کبھی روشن ضمیر
پھول کانٹوں کے ہی پہرے میں جواں ہو جاتے ہیں

جو حق وانصاف کو رکھتے ہیں جان سے بھی عزیز
وہ کبھی مرتے نہیں ہیں جاوداں ہو جاتے ہیں

ہم تو اک ایسے چوراہے پر ابھی تک ہیں جہاں
خواب صدیوں کے اشاروں میں دھواں ہو جاتے ہیں

کون ہوتا ہے یہاں منشور اب وعدہ وفا
لوگ مضروضوں پہ یوں ہی شادماں ہو جاتے ہیں

ایک احساسِ شکست زیست دامن گیر ہے
زرد پتوں پر خزاں کی داستان تحریر ہے

آدمی انسانیت کو نوچ کر کھانے لگا!
خندہ زن تعذیب خانے کی ہر اک زنجیر ہے

اب کوئی کیوں کر سجائے گا چراغوں کی دُکان
روشنی تو عام ہے، اندھا ہر اِک راہ گیر ہے

خوف، تنہائی، ہلاکت، بے یقینی انتشار
آج کے ہر فرد کا یہ حاصلِ تقدیر ہے

یہ عنایت خودسروں کے ہوس کی منشور ہے
ہر کسی کے سر پہ اک لٹکی ہوئی شمشیر ہے

جان محمد آزاد

نام	:	جان محمد آزاد
تاریخ پیدائش	:	۴ر فروری ۱۹۴۸ء
تعلیم	:	ایم ،اے (اردو)، ڈپلوما ان جرنلزم
پیشہ	:	ریٹائر سرکاری ملازم
تصانیف	:	وادیاں بُلا رہی ہیں
		کشمیر جاگ اُٹھا (ناول)
		آداب صحافت
		برفیلے لمحوں کا جنگل (ناول)
		جموں وکشمیر کے اردو مصنفین
		الوداع موسمی پنچھی (شعری مجموعہ)
		آشیاں سے آسماں تک (افسانوی مجموعہ)
پتہ	:	صورہ سری نگر
فون نمبر	:	9622681428

❖

○

پتھّروں کی وادی میں تم گلاب ہو جانا
بنجروں میں گوہر سا لاجواب ہوجانا
نیم شب کی خاموشی دل نشین ہے کتنی
جھینگروں کا جنگل ہے تم رباب ہو جانا
ہجرتوں کے کہرے میں موسمی پرندے ہیں
آگہی کے امبر کا آفتاب ہوجانا
سرزمین کی سانسیں سِن رسیدہ لگتی ہیں
خوشبوؤں سے مہکانا پُر شباب ہوجانا
تتلیوں کے پنکھوں کی ست رنگی دھنک بن کے
پت جھڑوں کے خوابوں کا ایک باب ہو جانا
پربتوں کے ماتھے پہ احمریں عبارت میں
جو کلام بکھرا ہے وہ کتاب ہوجانا

❖

جان محمد آزاد

○

حِنا سے یہ کہنا تحمل کرے
خدا کے کرم پر توکّل کرے

یہ کہنا کہ عالی ہے اُس کا مقام
کہانی کو صرفِ تسلسُل کرے

تکلّم ہو بادِ صبا کی طرح
تدّبر سے شوقِ تبدل کرے

بُلندی ہے اُس کی عُلوُ ہمّتی
نہ بونوں سے مشقِ تقابل کرے

زباں کو بنائے دبستان گُلِ
بیاں واقف طرزِ بلبل کرے

کبھی جب سبھی راستے بند ہوں
درِ مصطفیٰؐ سے توسُل کرے

❖

جان محمد آزاد

ہائیکو

جھولیاں خالی رہیں
گنبدوں میں کھوگئی
ہر دُعائے نیم شب

☆

پاسباں اُنگلیاں
کٹ کے بھی رٹتی ہیں
داستاں درد کی

☆

اُترا ہے آسماں
تارے سبھی لئے
اِس سرزمین میں

☆

بُت بنی تھی فاختہ
ڈل ابھی یخ بستہ تھا
صبح نوسرپوش تھی

☆

جہلم کے کنارے نم آنکھیں
پتھرائیں ہیں پڑھتے پڑھتے،
زخم کی ایک ضخیم کتاب

☆

پلکوں پہ صُبح کی
لرزے ہے اشک سی
زخمی یہ سرزمیں

☆

قطرہ قطرہ پی
ست رنگی اِس ساگر کی
امرت زہریلی

☆

بکھرتے بکھرتے زمانے ہوئے
سمٹنا ہمارا مقدر نہ تھا
یہ جھرنے کبھی جھیل بن نہ سکے

☆

سب صحیفوں کو چونچ میں لے کر
فاختائیں فلک کے پار اُڑیں
اب زمینوں پہ قہر برسے گا

☆

بونوں کے بن میں
یخ کے تودوں پر تن کر
کرنوں میں کچھ لوگ

☆

قطرہ شبنم کا
امبر سے بے گھر ہو کر
نکھرا پتے پر

☆

دست چنار کی حنا
رستے بہار کے سبھی
تیری طرح لہو ہوئے

صاحبہ شہریار

Academy Urdu\Photos with name\Sahibah Shaharyarjpg not found.

نام	:	صاحبہ
قلمی نام	:	صاحبہ شہریار
تاریخ	:	۶؍جون ۱۹۵۳ء، سرینگر، کشمیر
ولدیت	:	ایم۔این۔رینہ
تعلیم	:	ایم۔اے
پیشہ	:	درس وتدریس
تصانیف	:	شاخِ لرزاں (۲۰۰۴ء)
		برگِ چنار (۲۰۰۷ء)
پتہ	:	پی۔۱۸، اینڈ ویوز گنج، ایکسٹنشن
		نئی دہلی۔۱۱۰۰۴۹
فون نمبر	:	9868883743

❖

O

تُجھ کو سوچوں تو میں اِک پیار کا دریا دیکھوں
جس طرف دیکھوں ترا جلوہ ہی دیکھوں

دھوپ صحرا کی مرے دل کو جلائے آ کر
عرش سے اُترا تیرے پیار کا سایا دیکھوں

میرے دنیا کا تو مالک ہے کرم فرما ہے
اپنے دامن کو تیرے آگے ہی پھیلا دیکھوں

تُو ہی محسن ہے مرا اور تو ہے مُنصف بھی
اپنے ہر درد کا میں تجھ میں مداوا دیکھوں

جانتی ہوں کہ چراغوں میں ہے تو ہی روشن
ہر قدم زندگی میں نُور کا رستا دیکھوں

❖

اپنے کاندھے پر رکھے سر دیر تک روتی رہی
آنسوؤں سے چہرا اُس کا دیر تک دھوتی رہی

کون تھا اپنا یہاں مجھ کو جو دیتا حوصلہ
اپنے غم کا بوجھ تنہا خود ہی میں ڈھوتی رہی

وہ محبت کا فرشتہ سوگیا تھا چین سے
نفرتوں میں گھِر کے اپنے آپ کو کھوتی رہی

شام سے پہلے ہی اس دن پھر اندھیرا ہو گیا
آنسوؤں کے بیج ویرانوں میں، میں بوتی رہی

ٹیڑھے میڑھے راستوں پر وہ مجھے چلنا سکھا کر
سانسیں لمحہ لمحہ اس کی مختصر ہوتی رہی

❖

مجھ کو ہر لمحہ نئی ایک کہانی دے گا
ہر کہانی میں ترِا رنگ دکھائی دے گا

کل جو اِک لفظ نہ سنتا تھا صفائی میں مری
آج وہ شخص مرے حق میں گواہی دے گا

جس نے قائم کیا یہ رشتہ قلم سے میرا
اب کہاں وہ مجھے دنیا میں دکھائی دے گا

وقتِ آخر نہ ملاقات میری اس سے ہوئی
ہر غزل میں میری یہ نوحہ سنائی دے گا

ایک مصرعے کی طرح وہ تو اکیلا ہی رہا
جب بھی دیکھو گے اکیلا ہی دکھائی دے گا

کیوں ہوا تیز چلی نیند سے وہ جاگ پڑا
خواب ٹوٹا ہے تو الزام مجھے ہی دے گا

❖

صاحبہ شہریار

ایک لمحہ

وہ ایک لمحہ
میرے لئے بیش قیمت ہے
جب میری روح سے جسم کا
بوجھ اُتر جاتا ہے
وہ لمحہ
مجھے لے جاتا ہے دور............!!
بہت دور
خلا میں کہیں
ایک روشنی کی جھیل میں............!!
میری روح تیرنے لگتی ہے
وہ لمحہ
لفظوں کا پیرہن
پہنا کر
کاغذ پر اُتار نہیں سکتی
وہ لمحہ......میرے لئے
بیش قیمت ہے!

❖

صاحبہ شہریار

مختصر نظمیں

یہ فاصلہ
مجھے ہی طے کرنا ہے
جاننا ہوگی وہ حقیقت
جو چھُپی ہے
ایک جنم سے دوسرے جنم تک
زندگی اور موت کی!
شاخِ لرزاں

☆

ہاں......
ایک آواز
کھنکھناتی ہوئی سی
میرے سامنے ایک چہرہ تھا......
لیکن......!
آنکھیں اور ذہن
کہیں دور......؟
کسی انجانے سفر پر رواں......؟

❖

پریمی رومانی

Academy Urdu\Photos with name\primi romani.jpg not found.

نام : سبھاش چندر رایہ، قلمی نام : پریمی رومانی

والد : ڈاکٹر برج پریمی

جائے پیدائش : رنگٹینگ عالی کدل سری نگر

تعلیم : پی۔ایچ۔ڈی

پیشہ : درس وتدریس

تصانیف : (۱) جدید اُردو شاعری۔چند مطالعے

(۲) اوراق، (۳) انتخاب مضامین (۴) تحریر وتقریر،

(۵) ردِ عمل، (۶) تاثرات (۷) سنگِ میل

(۸) پیش رفت، (۹) اقبال اور جدید اُردو شاعری،

(۱۰) میزان، (۱۱) مظہر امام۔حیات اور شاعری

(۱۲) بھگوان گوپی ناتھ، (۱۳) اعتراف، (۱۴) توازن

پتہ : 1/3 نصیب نگر، جانی پور، جموں۔180007

فون نمبر : 9419192978

❖

○

تافلک ہے خوشبوؤں کا سلسلہ
پھینک دے مجھ کو خلاؤں میں ذرا

چاندنی پگھلی ہوئی تھی رات کی
دِن نہ جانے کس اُداسی میں رہا

اب کبھی شاید نہیں آئے گا وہ
دِن بھی ڈوبا رات نے پہرہ کیا

آج بھی باہر نہ دِن بھر جاسکا
راستہ تھا دھند میں لپٹا ہوا

زندگی نے درد جو مجھ کو دیا
شاعری سے وہ کسی حد تک مٹا

○

میں رہا ہوں عمر بھر خود سے جُدا　　مجھ سے سایہ بھی مرا بچ کر چلا

جب مٹا تہذیب کا قصرِ حسیں　　فکر کا مینار ہی پہلے گرا

رات بھر تنہا رہا جس کیلئے　　بھیڑ میں تاروں کی وہ کیوں کھو گیا

گر گئی دیوار اپنے بوجھ سے　　مٹ گیا خود درمیاں کا فاصلہ

دور سے مجھ کو نظر آیا نہ کچھ　　پاس جب پہنچا ملا اپنا پتا

اس کی تنہائی بھی معنی خیز تھی　　زندگی ہر سوچ میں ڈوبا رہا

اجنبی تنہا اکیلا دِن میں تھا
شب کو میں اک بھیڑ میں پھر کھو گیا

❖

○

زیبِ تن کر لیجئے گا خود شناسی کا لباس
ہو اگر تم کو مٹانی زندگی بھر کی یہ پیاس

اس لئے بھی دھوپ کی شدت بھلی لگنے لگی!
عمر بھر کرتی رہی ہے ہم کو بارش بدحواس

اس کے دروزے پہ مدت سے کوئی دستک نہیں
بند کمرے میں رہا کرتا ہوں میں بے حد اُداس

ڈھیر ہے بس خشک پتوں کا نظر میں دور تک
میں نے کب دیکھی بہارِ زندگی کی سبز گھاس

مل گئی مجھ کو پریمی وادیٔ احساس میں
کاروانِ زندگی میں منزلِ اُمید و یاس

❖

پریمی رومانی

○

قید آپ اپنے ہی میں رہا ہوں غلط نہیں
میں صورتِ خیال جیسا ہوں غلط نہیں

پانی کا بلبلہ ہے حقیقت میں زندگی
پھر بھی میں واہموں میں پڑا ہوں غلط نہیں

آئینہ دیکھتا ہے مجھے آئینے کو میں
یوں عکس عکس ٹوٹ گیا ہوں غلط نہیں

سائے کو میرے دیکھ کے یہ مان لیں گے آپ
میں آپ اپنے قد سے بڑا ہوں غلط نہیں

پریمی اگر کہوں کہ کسی کے بغیر میں
خود سے بھی اجنبی ہی رہا ہوں غلط نہیں

پریمی رومانی

○

تنہائیوں کے گھر میں رہا ہوں تمام عمر
میں کس لئے جہاں میں جیا ہوں تمام عمر

تیرے بغیر آج مجھے لگ رہا ہے یوں
اِک اجنبی نگر میں بسا ہوں تمام عمر

آئینہ دیکھ کے یہ ہوئی آگہی مجھے
دُنیا میں اِک خیال رہا ہوں تمام عمر

اندر کی تیرگی مجھے کہتی ہے بار بار
بے فائدہ جہاں میں جلا ہوں تمام عمر

پریمی کوئی جو پوچھے میرا حال تو کہوں
دُنیا میں اِک تماشا بنا ہوں تمام عمر

لیاقتؔ جعفری

Academy Urdu\Photos with name\liyakat.jpg not found.

نام : لیاقت علی سلطان

قلمی نام : لیاقتؔ جعفری

تاریخ پیدائش : ۱۸رفروری۱۹۷۱ء، پونچھ

ولدیت : خواجہ غلام اکبر سلطان

تعلیم : پی۔ایچ۔ڈی (اُردو)

پیشہ : اسسٹنٹ پروفیسر (کالج)

پتہ : 243/A، نزدیک پوسٹ آفس،
پوسٹ آفس لین، جیون نگر،
نیو پلاٹ، جموں۔۱۸۰۰۰۵

فون نمبر : 9419184052

ای میل : liaqatj@gmail.com

❖

○

شکن آلود جبیں سے میرا سجدہ روشن
''اور اشکوں کے ستاروں سے مصلیٰ روشن''

نہ کوئی چاند نہ تارا نہ ستارا کوئی
گھپ اندھیرے میں ہوا اور بھی دریا روشن

اس کو ویران ہوئے ایک صدی بیت چکی
کر دیا کس نے حویلی میں دریچہ روشن

ایک ابلیس نے فانوس کے شیشے توڑے
پادری کر نہ سکے پھر وہ کلیسہ روشن

دشت در دشت عجیب نور کا کوندا لپکا
کر دیا کس نے اندھیرے میں یہ صحرا روشن

کون تھا جس نے میرے جسم پہ کالک مل دی
کر دیا کس نے میری روح کا رستہ روشن

❖

جب کہ دریا کی جانب بھی رستہ تھا
میں صحرا کے ساتھ بہت وابستہ تھا

وہ زرخیز زمینوں کے دن ہوتے تھے
شہر اُجڑ جانے کے بعد بھی بستا تھا

سارے موسم آخر کو تھک ہار گئے
پیڑ بہت گہرائی تک پیوستہ تھا

گھر کے ہر کمرے میں دوڑ رہے تھے سانپ
اور آنگن میں ہرا بھرا گلدستہ تھا

وہ بھی دن تھے جب میرے ویرانے میں
تیرے آجانے سے نور برستا تھا

جان بوجھ کے پہلے اُسے کھُو دیتا تھا
پھر اُسکو پانے کے لئے ترستا تھا

سر پہ سجنے کو جو تیار ہے میرے اندر
گرد آلود سی دستار ہے میرے اندر

جس کے مر جانے کا احساس بنا رہتا ہے
مجھ سے بڑھ کر کوئی بیمار ہے میرے اندر

روز اشکوں کی نئ فصل اگا دیتا ہے
ایک بوڑھا سا زمیں دار ہے میرے اندر

دب کے مر جاؤں گا اِک روز میں اپنے نیچے
ایک گرتی ہوئی دیوار ہے میرے اندر

کتنا گھنگھور اندھیرا ہے مرے رگ رگ میں
کس قدر روشنی درکار ہے میرے اندر

کون دیتا ہے یہ ہر وقت گواہی میری
کون یہ میرا طرف دار ہے میرے اندر

میرے لکھے ہوئے ہر لفظ کو جھٹلاتا ہے
مجھ سے بڑھ کر کوئی فن کار ہے میرے اندر

کوئی مجنوں نہیں، فرہاد میرا کوئی نہیں
مقتلِ عشق میں ہمزاد میرا کوئی نہیں

نیند بستی میں بھی بیدار بدن گھومتا ہوں
کوچۂ خواب بھی آباد میرا کوئی نہیں

میں بھی سب بھول چُکا اُن کا کیا اور دھرا
اور اُن کو بھی سِتم یاد میرا کوئی نہیں

بس کہ لے دے کے بچا پایا ہوں دو چار حریف
اُن میں بھی اب سِتم ایجاد میرا کوئی نہیں

ایک ایک کر کے سبھی کمروں میں بچّے بھر گئے
گھر میں اب گوشۂ فریاد میرا کوئی نہیں

کرچیوں کے درمیاں اِک حادثہ موجود تھا
آئینے کے اُس طرف بھی آئینہ موجود تھا

کچھ تکونیں اور بھی تھیں کچھ تِکونوں کے پَرے
دائروں کے بعد بھی اِک دائرہ موجود تھا

آنکھ لگتے ہی کئی آسیب آتے تھے نظر
میری ہر اِک نیند میں اِک سانحہ موجود تھا

کچھ سمجھ کر ہی حوالے کر دیا اپنا وجود
خود سے بچنے کا اگرچہ راستہ موجود تھا

زلزلہ تھمنے کے فوراً بعد اِک ٹھہراؤ تھا
اور اُس ٹھہراؤ میں بھی زلزلہ موجود تھا

کیل ٹھونکی جا رہی تھی ہڈیوں کے درمیان
اور عیسیٰ کی رگوں میں معجزہ موجود تھا

میرے ہاتھوں کے نوالوں سے مٹی تھی تیری بھوک
اب بھی میری انگلیوں پر ذائقہ موجود تھا

حیات عامر حُسینی

نام : ڈاکٹر محمد حیات عامر حُسینی

پیدائش : کلوسہ، بانڈی پورہ

تعلیم : پی۔ایچ۔ڈی (فلسفۂ اسلامی)

ڈی لِٹ (نہج البلاغہ)

تصانیف : (۱) نیم وحشی رات (شعری مجموعہ)

(۲) اب کے جنگ کہاں پر ہوگی (شعری مجموعہ)

(۳) سیاہ شب کی کہانیاں (شعری مجموعہ)

(۴) فلسفہ ادب اور تصوف

(۵) اقبال اور مابعد التاریخ

(۶) (عوارف المعارف (سات جلدیں)

(۷) وجودیت (فلسفہ)

(۸) اور دیگر تین انگریزی کتابیں

پتہ : ڈیپارٹمنٹ آف فلاسفی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

فون نمبر : 09997284580

❖

نظم

چلو ایسا کریں
پھر خواب کی صورت اُتر آئیں
خرابوں میں
حجابوں میں
سرابوں میں
بکھر جائیں،
گلابوں کی ڈھڑکتی کسمساہٹ
میں سمٹ جائیں
بکھری ریت کے ہر نقشِ پا میں
آگ بن جائیں
عذاب جاوداں کی آگ کے
مدفن بنیں
اور پھر
مہکتے، مُسکراتے
نغمہ گیں چشمے کی صورت میں
اُبھر آئیں
چلو ایسا کریں
خود کو محو کر لیں
پھدکتی تتلیاں بن جائیں
کچھ معصوم بچوں کے
کھلونے بن کے
اُن کے چہروں پر
جگا کر، اُن کے لرزتے لڑکھڑاتے قدموں کے
گیت بن جائیں
چلو ایسا کریں
کسی ڈُفلی بجاتی
لہلہاتی، بنجارن کی
اُنگلیوں کا ساز
بن جائیں
چلو ایسا کریں
کہیں دیپک بنیں
جلیں اور روشنی بن کر
جہاں کو چاندنی کر دیں

❖

حیات عامر حسینی

نِشان

نہ کوئی آگ، نہ پانی، نہ ہوا
چہار طرف، عجب منظر
خموشی کا،
نہ کوئی بُھوک
نہ پیاس
شجر طیُور سے خالی
پھلوں میں سوکھا پن
یہ الگ بات
کہ میں نے کہہ ڈالی
وہ ایک بات
جو رُتوں کی خوشبو ہے
مگر سوال یہ اپنی جگہ
اب بھی قائم ہے
کہ میرا نام، میری شناخت کیا ہے

نہ کہیں آگ
نہ گھنٹی
نہ سوئیوں کا رقص
نہ پانی، نہ ہوا
فقط ہے سُوکھا پن
میرے قریب
مرا کوئی سایہ بھی نہیں
کہ جس کی چھاؤں میں
رہ کر
کبھی میں کہہ دیتا
نفس کی آگ
میں رقصاں
کہاں ہو تُم
مجھے بتا دو
میرا، مرے گھر کا نشان

❖

نظم

آ ؤ رقص کریں
ستارے کب کے مر گئے
اور پانی گدلے دلدل میں اُتر گیا
صُبحیں بنجر اور جلے ہوئے جنگلوں کی
داستانیں ہیں
رقص کریں
کہ بالیاں
جہنم کی بدبُو دار پیپ سے اٹے ہوئے
بہرے کانوں کی زمہریری لوؤں پر
تھرک رہی ہیں
مفلوج خشک پتے
دلدل کے سینے پہ ماتم کُناں ہیں
چاند گہری کھائی میں
ڈُوب چکا ہے
اور سورج سیاہیوں کی اتھاہ دلدل کے
گھیرے میں

کرم خوردہ، آئینے کی طرح
سانسیں لے رہا ہے
رقص کریں
کہ آنکھوں کی ڈُوبتی پُتلیوں
کی گہرائیوں میں
لہراتی تلواروں......اور
اونٹوں اور گھوڑوں کی قطاروں کے
سائے
اُتر رہے ہیں
رقص کریں
کہ شاید
کسی بوڑھے کمر خمیدہ پہاڑ کی
کسی مسلی ہوئی نس سے
ٹھنڈے پانی
کی بوند لرز اُٹھے
رقص کریں
آ ؤ رقص کریں

❖

نظم

ریت، آگ اور خون کا رشتہ
بہت پُرانا ہے
کوہ قاف کی پریوں کے پر
گروزنی کے
ٹوٹے آنگنوں کی
برف پر بکھرے پڑے ہیں
بدر کی ریت پر
بارشوں نے گڑھے بنا دئے ہیں
اُر کے میدان میں آگ کے شعلے
سبز آسمان پر پھیلے
ستاروں سے باتیں کر رہے ہیں
زیتون، چنار، سیب اور کھجور
زمرزم سے جہلم تک
حمرا کی کہانیاں سُنا رہے ہیں
گھوڑوں کی ٹاپ
غزہ اور خان یونس کے صحرا میں
اونٹ سواروں کے گیت سنا رہی ہے
بوسنیا اور قندھار کی
گلیوں میں چھایا سناٹا
کربلا کی ریت پر
سوئے بچوں کو
بُلا رہا ہے
کھجور بکھرے پڑے ہیں
چناروں کے پتوں پر راکھ
پھیلی ہوئی
وُلر کی چھاتیاں سوکھ چکی ہیں
صومالیہ کے کھیتوں میں
سفید ریچھ فصلوں کو
روندرہے ہیں
کشتیاں جلانے والے
غزہ کے بچوں کی سوئی آنکھوں میں
سندھ کے صحراؤں میں
کوندتی تلواروں کی روشنیاں
اُتار رہے ہیں
خواب میں

انا اعطینا ک اور غلبت الروم
کے نغمے
بلند ہو رہے ہیں
دُور آسمان کی اونچائیوں سے
آگ برس رہی ہے
زینبؑ اور سکینہؑ
جلے خیموں میں
پھیلے قافلے کو سمیٹ رہی ہیں
خون کے سمندر میں
ڈُوبے بچے
بُوڑھے
خیبر کے دروازوں کو
اُکھاڑ رہے ہیں
رات گہری، بہت گہری
بہت گہری
صبح ہونے کو ہے

❖

نظم

حیات عامر حسینی

چلو ایسا کریں
تصوّر کی صُبحِ پارینہ کے
پٹ کھولیں
حدیثِ دلبری لکھ کر
برق رفتار گھوڑوں کو
تڑپتے بادلوں کے رُو برو کر دیں،
رِداؤں کی گھٹاؤں کے
سیاہ پرچم بُلند کر دیں
مہکتے، لہلہاتے گیت
رُوحوں کی گھپاؤں کے
درو دیوار پر لکھ دیں،
بدر سے کربلا
کیا کیا ہوا
اُسے تسبیح شب کر کے
نئے موسم رقم کر دیں

❖

Academy Urdu\Photos with name\Sajad Hussain.jpg not found.

سجاد حسین

نام	:	سید سجاد حسین
قلمی نام	:	سجاد حسین
تاریخ پیدائش	:	۱۹۵۵ء
مقام پیدائش	:	فرید آباد، ڈوڈہ
تعلیم	:	ایم۔اے (اُردو)، ڈپلوما جرنلزم
تصانیف	:	(۱) اُڑان، (۲) دامن کے تار
		(۳) پنچے، (۴) سایہ
		(۵) ننگی (ناولیں)
پیشہ	:	سرکاری ملازم
پتہ	:	حسین لین، چھانہ پورہ، سرینگر۔
فون نمبر	:	9419093465

❖

○

کیا جانے کہاں ہے نہ یہاں ہے نہ وہاں ہے
آنکھوں میں کوئی خواب، وہ دل ہے نہ زباں ہے

یہ حاصلِ ایثار، محبت کا صِلہ ہے
کچھ راکھ ہے پروانے کی اور شمع دھواں ہے

ہر ایک سے روٹھا ہے اُسے کون منائے!
بیزار سراپا وہ عیاں ہے نہ بیاں ہے

جلوؤں کی قیامت ہے نظاروں کے مزے ہیں
بس ایک وہ مخمور نظر جانے کہاں ہے؟

آ پھر سے اُسی خواب جزیرے کو تلاشیں
پریوں کی کہانی میں حقیقت کا گماں ہے

مفرور کناروں سے وہ سیماب طبیعت
خاموش کسی جھیل میں اب آبِ رواں ہے

❖

نصیب میرے بھی کوئی کہیں ڈگر لکھ دے
اگر عذاب ہی لکھنا ہے عمر بھر لکھ دے

سفر سراب کا سائے اُداس راتوں کے
تمام کرب میرے نام ہم سفر لکھ دے

ہزار راستے بدلے گا وہ کہ پانی ہے
کہاں نصیب ہے ہجرت مجھے شجر لکھ دے

تیرا حصول بھی میرے جنوں میں شامل ہے
ٹھِٹھرتی برف سی راتوں میں اک شرر لکھ دے

مجھے یقین ہے میرا وجود سالم ہے
یہ اعتماد ہے میرا اِسے ہنر لکھ دے

ایک پل کی ہی سہی یاد اگر رہتی ہے
آگ سینے میں لگی آٹھ پہر رہتی ہے

بوند بھر پیاس سمندر کی طلب ہوتی ہے
پا بہ صحرا کی سرابوں پہ نظر رہتی ہے

آدمی دُھول، دھوئیں، دُھند میں کھو جاتا ہے
نقش پا رہتے ہیں، منزل نہ ڈگر رہتی ہے

دُور تک راہ میں قدموں کے نشاں رہتے ہیں
سنگ میلوں کو مُسافر کی خبر رہتی ہے

پھر سے دہکاتی ہے شعلوں کو ہوا دیتی ہے
راکھ کے ڈھیر میں تاثیر شرر رہتی ہے

کشمیر عظمیٰ

آبشاروں جھیل جھرنوں کوہساروں کی زمیں
اے میرے کشمیر تو ہے چاند تاروں کی زمیں

جاں فزا تیری ہوائیں تیری ندیاں سلسبیل
مثلِ جنت رشکِ دُنیا مہ پاروں کی زمیں

ہم نوا ہم دوش ہم سر آسماں تیرے چنار
سرفلک شمشاد سرکش دیوداروں کی زمیں

چومتا ہے آسماں تیرا بدن تیری جبیں
سرفروشوں دردمندوں جاں نثاروں کی زمیں

آب رو ہے جستجو ہے تو ہماری آن ہے
جاں فدا سو بار تم پر اے نظاروں کی زمیں

❖

سوچ کا زہر

کبھی سوچتا ہوں
ستاروں سے آگے
کہا ہے کسی نے جہاں اور بھی ہیں
ہنستے جھپٹتے، لڑتے، لپٹتے
وہ لوگ ہوں گے، یہی لوگ ہوں گے
کبھی دھوپ ہوگی
کبھی چھاؤں ہوگی
بدلتے مناظر شب و روز ہوں گے
کبھی سوچتا ہوں
میں کیوں سوچتا ہوں
زمیں، چاند، سورج، سیارے ستارے
فقط قمقمے کیا فریبِ نظر ہیں!
خموشی کا عالم ہے کچھ بھی نہیں ہے
میں خود نہیں ہوں خدا بھی نہیں ہے
کبھی سوچتا ہوں
میں کیا سوچتا ہوں!

❖

حسن ساہو

نام : حسن ساہو

تاریخ پیدائش : ۷/اکتوبر ۱۹۳۴ء

تصانیف : (۱) پھول کا ماتم

(۲) بستی بستی صحرا صحرا

(۳) اندھا کنواں

(۴) گردش دوران

پیشہ : ایڈیٹر ہفتہ روزہ ''دوران''

پتہ : ہمدانیہ کالونی بمنہ، سرینگر

فون نمبر : 9906439491

❖

○

یہ زمین آسمان باقی ہیں
زندگی کے نِشان باقی ہیں

دیکھتا ہوں درخت راہوں میں
یعنی کچھ مہربان باقی ہیں

راکھ ہر چیز ہو گی جل کر
شہر میں کچھ مکان باقی ہیں

ہو چکی ہے زبان آلودہ
پھر اہلِ زبان باقی ہیں

ڈھہ گئیں ہیں حویلیاں ساری
اور کچّے مکان باقی ہیں

دیکھ ڈوبی ہیں کشتیاں ساہو
ہاں مگر بادبان باقی ہیں

ذرا سوچو تو جائیں گے کہاں لوگ
پڑے ہیں ہر طرف بے خانماں لوگ

زمیں کیوں تنگ ہوتی جارہی ہے
کریں گے کیا یہاں، جائیں کہاں لوگ

کوئی در وا نہیں ہے اُن کی خاطر
کہاں جائیں گے آخر بے اماں لوگ

یونہی پٹتے رہیں گے زندگی بھر
نہ سمجھیں گے اگر سود و زیاں لوگ

نہ جانے کون گذرے گا یہاں سے
کھڑے ہیں راستے میں بے نشاں لوگ

ہوئی ہر بار کیوں وعدہ خلافی
ہوئے ہر ایک سے کیوں بدگماں لوگ

اُداس ہے شمع دان اپنا
پڑا ہے خالی مکاں اپنا

ہوا کچھ اس طرح سے چلی ہے
اُکھڑ گیا سائیبان اپنا

ابھی تو آنکھوں کے سامنے تھا
کہاں گیا نوجوان اپنا

کوئی یہاں ہے کوئی وہاں ہے
بٹا ہے یُوں خاندان اپنا

سفینہ کیوں ڈوبنے لگا ہے
کہاں گیا بادبان اپنا

لبوں پہ تالے پڑے ہوئے ہیں
دُھواں دھواں ہے مکان اپنا

تلاش جاری رہے تو ساہو
ملے گا آخر نشان اپنا

❖

○

جانے رستے سے کون گزرا ہے
کانپ اُٹھے بام و در مکانوں میں

اب زمین ہی نہیں رہی باقی
کیا اگائیں شجر مکانوں میں

چاندنی کا کوئی نشان ہی نہیں
چھا گئی دوپہر مکانوں میں

صبح پھیلا ہوا ہے سناٹا
شور تھا رات بھر مکانوں میں

اُن کی فریاد سُن میرے مولا
ڈھونڈتے ہیں جو گھر مکانوں میں

آگ جنگل میں لگ گئی ساحوؔ
آ گئے جانور مکانوں میں

❖

○

جسم اپنا ہے تو شعلہ اپنا
آج دیکھیں وہ تماشہ اپنا

نظر آنے لگے منظر سارے
کِس نے کھولا ہے دریچہ اپنا

وقت کچھ آن پڑا ہے ایسا
نظر آتا نہیں سایہ اپنا

میں تھا اِستادہ عمارت کی طرح
اَب نظر آتا ہے ملبہ اپنا

اب تو اُڑنے کی بھی ہمت نہیں رہی
کیا کروں توڑ کے پنجرہ اپنا

خود کو ہر حال میں ڈھونا ہے مجھے
بُوجھ اپنا ہے تو شانہ اپنا

ایک مدت سے رواں ہے ساحوؔ
کہیں تو ٹھہرئے گا دریا اپنا

❖

Academy Urdu\Photos with name\imdad saqi.jpg not found.

امداد ساقی

نام	:	مولوی امداد حسین
قلمی نام	:	امداد ساقی
تاریخ پیدائش	:	۱۵ جنوری ۱۹۵۴ء، فتح کدل سرینگر، آروٹ
والد	:	مرحوم مولوی غلام محی الدین
تعلیم	:	گریجویشن، اُردو آنرز
پیشہ	:	صحافی
ادارت	:	روزنامہ ''دبستان''
		ہفت روزہ ''صدائے حق''
اعزاز	:	گول میڈل، آل انڈیا اُردو ہندی سنگم لکھنو
پتہ	:	پرتاب پارک، ریذڈنسی روڈ سرینگر

نعت شریف

بخشا ہے جس نے شوق محمدؐ کی چاہ کا
احسان ہے کرم ہے اُسی بارگاہ کا

جلوئے سمٹینے کے لئے کائینات کے
دامن بچھا رہا ہوں میں اپنی نگاہ کا

یارب تیرے حضور میں ہے بس یہ التجا
ہو زوق و شوق مجھ کو محمدؐ کی چاہ کا

ہو جس کو خود اپنا ہوش نہیں اس جہاں میں
وہ کیا پتہ بتائے مدینے کی راہ کا

سرکار بخشوائینگے میدان حشر میں
انبار لے چلا ہوں اٹھا کر گناہ کا

ساقی نہ جانے والے سمجھتے ہیں اب مجھے
میں ہوں غلام احمدِ رحمت پناہ کا

شکوہ زبانِ شوق پہ آیا نہیں ہنوز
نظروں نے دل کا حال سنایا نہیں ہنوز

بُھولے سے میں نے اُن کو بھلایا نہیں کبھی
اس پہ بھی ان کو یاد میں آیا نہیں ہنوز

دیکھی کہاں ہے آپ نے رنگینیٔ بہار
پلکوں پہ دل کا خون تو آیا نہیں ہنوز

منہ ہے زبان ہے مگر پاسِ ادب ہے
ذکرِ ستم لبوں پہ بھی لایا نہیں ہنوز

بس جی رہا ہوں جینے کی تہمت لیے ہوئے
کوئی سہارا عشق کا پایا نہیں ہنوز

تیری جفا کا مجھ پہ اثر ہو تو کس طرح
دل نے تیری وفا کو بھلایا نہیں ہنوز

ساقی جو دردِ دل کے پردوں میں ہے چھپا
ہمراز میں نے کسی کو بنایا نہیں ہنوز

نہ جانے کیا ہوئی خطا کہ آپ ہیں خَفا خَفا
کبھی تو تھے قریب تر کبھی تو ہیں جدا جدا

جو داغِ دل عیاں ہوا تو رو پڑے شجر حجر
نفس نفس نظر نظر زمیں زمیں سَما سَما

گھُٹی گھُٹی ہے زندگی بُجھے بُجھے نفس نفس
چراغِ دِل جلا مگر زباں پہ ہے خُدا خُدا

تُو پیکرِ جمال ہے، تُو حُسنِ بے مثال ہے
بہار نَو اَدا اَدا ، گلوں کی لَو وفا وفا

غزل غزل کی جان تُو رباعیوں کی شان تُو
تیرا کوئی بھی روپ ہو مجھے لگے بھلا بھلا

جو ہے نظر میں شعلگی تو رُخ پہ ہے شگفتگی
تیرا مزاج مختلف، تیری ادا جَدا جَدا

خدا کرے کہ عمر بھر تُو مسکر اتا پہ رہے
یہ لفظ ، لفظ ہی نہیں ،سراپا میں دُعا دُعا

اگر میری تلاش ہے تو کافی ہے غزل میری
ملے گا ساقی خود وہیں ، یہ رٹ ہے کیوں پتا پتا

حُسن ہستی زیست کے نازوادا لے جائیگا
چھین کے یہ وقت مجھ دے اور کیا لے جائیگا

ہمسفر کوئی نہیں ساتھی نہ کوئی مہرباں
جسطرف چاہے مجھے میرا خُدا لے جائیگا

اپنی غزلوں میں میرے اشعار کو وہ ڈھال کر
اس گماں میں ہے ردیف و قافیہ لے جائیگا

لب پہ پھولوں کے تبسم ہیں نہ کلیوں کی ادا
اب کے موسم زندگی سے جانے کیا لے جائیگا

وقت کے تیور ابھی اچھے نہیں اب تو سنبھل
ورنہ یاتھوں سے تیرے رنگِ حنا لے جائیگا

ایک دن ایسا بھی آئیگا مسیحا خود مرا
درد کی دے کر چُھبن ساری دوا لے جائیگا

چند غزلیں، کچھ کیابیں کچھ خطوط مہرباں !
لُوٹ کر وہ گھر سے میرے اور کیا لے جائیگا

یہ نہ سوچا تھا کبھی ساؔقی کہ جس پر ناز تھا
وہ فریبِ راحتِ فردا میں ڈالے جائیگا!

چمن سے گُل سے کلی سے نہ سبزہ زاروں سے
قرار ملتا نہیں دل کو شاہ پاروں سے

سُرور و کیف سے نہ ضوفشاں نظاروں سے
ہے تشنہ رُوح مِری سرد برف زاروں سے

ہے انتظار کیسے وقت کی نوازش کا !
خزاں کی زد میں گئے چل کے ہم بہاروں سے

یُوں خشک برگ کی صورت بھٹک رہے ہیں لوگ
کہ رشتہ اب نہ رہا کوئی لالہ زاروں سے

وہ زخم پائے نشاں تک نہ مٹ سکا یارو !
جھلس گئے ہیں جو حالات کے شراروں سے

بھنور میں ہے مری کشتی تو غم نہیں اس کا
جو میرا اپنا ہے دے گا صدا کناروں سے

اُدھر لبوں پہ تبسم کی خوشنما سطریں
اِدھر ہے رشتہ غمِ دل کو غم کے ماروں سے

تم آکے دیکھ لو ساؔقی کی کائناتِ دل
کرو گے تبصرہ پھر دل کے بیقراروں سے

Academy Urdu\Photos with name\mushtaq mehdi.jpg not found.

مشتاق مہدیؔ

اصلی نام	:	مشتاق احمد شاہ
قلمی نام	:	مشتاق مہدیؔ
تاریخ پیدائش	:	۱۳ر فروری ۱۹۵۲ء، خانیار، سرینگر
پیشہ	:	ریٹائرڈ سرکاری ملازم
تصانیف	:	مٹی کے دیئے (اردو افسانے، سال 1976)
		آنگن میں وہ (اردو افسانے، سال 2010)
پتہ	:	مدینہ کالونی، ملہ باغ، حضرت بل سرینگر
فون نمبر	:	9419072053

بات ہو کچھ پھولوں کی

کچھ پھول
جو اچھے لگتے ہیں
آنکھوں میں
ستاروں کی مانند
چھُپ جاتے ہیں
جب شام
تنہائی کی ہوتی ہے
رات بڑھتی ہے
پھلتی ہے
تب یہ ستارے
چُپکے سے باہر
نکل آتے ہیں
سارا منظر جگمگا دیتے ہیں
رات سہانی ہو جاتی ہے
خُوشبو سانس میں ناچ اٹھتی ہے

❖

شہادتِ بے نظیر

پھیلے ہوئے صحرا میں
ایک گلاب شاداب سا
کِھل رہا تھا
علاقہ مہکا مہکا
لگ رہا تھا
مگر وائے
آج ۔۔۔
کہیں سے (۔۔۔)
نا معلوم آگئے
دھماکے سے
درخت اکھاڑ گئے
اور ۔۔۔
گلاب، ہائے مر گیا

❖

○

آئینہ ہے دھواں سا کہ منظر جلے جلے
اسِ دھوپ کے نگر میں پڑے کیسے مرحلے

اب کس مکاں میں آ کے ملے ہیں بچھڑنے کو
یہ تو بتادے ،کس سے ملیں ہیں یہ سِلسلے

دو رنگ کی دِشا میں جہاں میرا کھو گیا
اور ساتھ میں بکھر گئے خوشبو کے قافلے

کس نے چھُپا دیا ہے شرر خاکِ دل میں یُوں
اک عکسِ بے نشاں کا کرشمہ ہے سب جلے

❖

ایک نظم

دل کہتا ہے ایک بوسہ لوں ترا
اخلاقیات کہتی ہے ایسا سوچنا
معیوب ہے
دل کہتا ہے۔۔۔
بچپن کی حسین گلیوں میں
ایک بار پھر گھوموں۔۔
کھیلوں۔۔۔ناچوں
ذہن کہتا ہے۔۔
تم اُس اکیلے درخت کی مانند ہو
جسکے پتے خزاں میں گرتے ہیں
دل کہتا ہے۔۔
یہ زنجیر توڑ دوں
اُڑ جاؤں کہیں دُور
جہاں سے میں پھر لوٹ کے نہ آوں
ذہن کہتا ہے۔۔۔
خاک ہو کے اسی مٹی میں
چھُپ جانا ہے

❖

Man oh man

غائب ہے

لیکن دیکھا ہم نے کچھ بھی نہیں

You

The man

o

تیرے ہی لئے راتوں نے

شبنمی نقاب اوڑھ لئے

تیرے ہی لئے سورج نے

چکر جاری رکھا

۔۔۔یہ سب پہلے سے طے تھا

Man oh man

تیرے ہی لئے

چاند نے گھونگھٹ اوڑھا

منہ چھپایا۔۔۔پھر نکل آیا چاند

چودش دکھایا

پورن ماشی

پھر شب قدر

(متبرک عظیم رات)

اماوس

پھر ہلال عید۔۔۔

Man oh man

تو مگر ٹوٹا ہے اپنے ہی خوابوں سے

گر جاتا ہے

نادان بچوں کی طرح

بار بار۔۔۔اُسی دورا ہے پر

Man oh man

ہیں آنسو تیرے زخم پتھروں پر پہلے ہی

یہ عذاب مگر تم ہی جانو۔۔۔!

❖

مشتاق مہدی

عجب ہی حیرتوں کا کشتِ جاں ہے

اسی پیکر میں ہے تو پر کہاں ہے

نشاں اس کا ملے گا خوشبوؤں میں

چمکتی بجلیوں میں بھی نہاں ہے

مجھے توڑا اگر کہ گرہِ شب نے

لکھی کس شوق سے یہ داستاں ہے

یقیناً وسوسہ اک پیڑ سا ہے

نہ جب کاٹا گیا تو پھر چٹاں ہے

رفیق انجم

with name\Rafiq Anjum.jpg not found.

نام : محمد رفیق انجم آوان قلمی نام : رفیق انجم

تاریخ پیدائش: جنوری 1962ء کلائی، حویلی، پونچھ

تعلیم : ایم بی بی ایس پیشہ : ڈاکٹر

تخلیقات : خواب جزیرے (اُردو شاعری ۱۹۹۳ء)، دِل دریا (گوجری شاعری ۱۹۹۴ء)، غزل سلونی (منتخب گوجری غزلیں ۱۹۹۵ء)، سوچ سمندر (جدید گوجری شاعری)، کورا کاغذ (گوجری افسانے ۱۹۹۶ء)، گوجری ادب کی سنہری تاریخ ۱۹۹۶ء)، سوغات (گوجری شاعری ۲۰۰۴ء)، گوجری کہاوت کوش ۲۰۰۴ء)، گوجری انگریزی ڈکشنری ۲۰۰۵ء، گوجری گرائمر ۲۰۰۵ء، کاش! (اُردو شاعری ۲۰۰۶ء)، سدھراں سلونیاں (پنجابی شاعری)، قدیم گوجری ادب ۲۰۰۶ء، جدید گوجری ادب ۲۰۰۶ء گوجری افسانہ، جدید گوجری غزل، تذکرہ گوجری شعراء، مختصر گوجری ڈکشنری، گوجری ہندی ڈکشنری، انجم شناسی،

اعزازات : جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لنگویجز ایوارڈ

پتہ : ڈریم لینڈ، کالج روڈ، رجوری۔۱۸۵۱۳۱،

بامِ ثُریا، چنڈک پُونچھ ۱۸۵۱۰۱

فون نمبر : 9419054203

○

پریشاں زندگی ہے اور ہم ہیں
تیری بیگانگی ہے اور ہم ہیں

شبِ تاریک میں یادوں کی خوشبو
ذرا سی چاندنی ہے اور ہم ہیں

اُدھر موجِ جوانی اور تم ہو
اِدھر تشنہ لبی ہے اور ہم ہیں

ہماری زندگی کیا زندگی ہے
کہ جاں تو چِھن گئی ہے اور ہم ہیں

غموں کی بھیڑ میں کھوئے ہیں انجم
بس اِک اُنکی کمی ہے اور ہم ہے

❖

○

دل کی بات زمانے کو سنا دی میں نے
خود کو رُسوائی کی سنگین سزا دی میں نے

غمِ دوراں کے دریا میں جو طوفاں آیا
ہر امید غنیمت سے بہا دی میں نے

اب کوئی دیکھے میرے سینے کی صفائی یارو
دل سے ہر اک تصویر مٹا دی میں نے

دوستوں کی بھیڑ نے نہ پلٹ کر دیکھا
سرِ راہ کس کس کو نہ صدا دی میں نے

موت آئی تو یہ احساس بھی جاگا انجم
اک طویل عمر پل بھر گنوادی میں نے

○

سو کر اکثر جاگتے رہنا کتنا اچھا لگتا ہے
کبھی کبھی یادوں میں کھونا کتنا اچھا لگتا ہے

اپنوں کی ہر شے اچھی ہر بات تعلّق بھی لیکن
کبھی کوئی انجان بیگانہ کتنا اچھا لگتا ہے

رہنے دو زلفوں کو رُخ پہ کیسا خوب یہ چلمن ہے
بدلیوں میں چاند کا چھپنا کتنا اچھا لگتا ہے

خرد کی دیواروں کو ڈھا کر اہل جنوں میں شامل ہیں
خرد کو اب تماشہ بننا کتنا اچھا لگتا ہے

کوئی سر پہ ہاتھ نہ رکھے، کوئی نہ ہو پرسان حال
تنہا چپکے چپکے رونا کتنا اچھا لگتا ہے

❖

دل لگانا چھوڑ جا نا ہم کو آتا ہی نہیں
یہ سلیقہ چاہتوں کا ہم کو آتا ہی نہیں

ہم اسی جانب بڑھیں گے جس طرف یہ لے چلے
دل لُٹا کر لوٹ جانا ہم کو آتا نہیں

نہ سہی بوئے وفا پر ہم اسی کو چاہیں گے
خوشبو ہر گُل سے چرانا ہم کو آتا ہی نہیں

عشق کے دستور ہم سے سیکھ کر کہتے ہیں اب
دل سلیقے سے لگانا ہم کو آتا ہی نہیں

کس طرح ترکِ تعلق کا ارادہ ہم کریں
تلخیوں کو بھو ل جا نا ہم کو آتا ہی نہیں

اُنکے دل کی بات انکے رو برو بولیں گے ہم
دانتوں میں انگلی دبانا ہم کو آتا ہی نہیں

وہ گھروندا جس پہ ٹوٹا آسماں میرا ہی تھا
بجلیاں جس پہ گریں وہ آشیاں میرا ہی تھا

زخم کھا کر دے دعائیں جو تجھے اس شہر میں
ہے کوئی یہ تو خلوصِ بے کراں میرا ہی تھا

دیکھتا تھا سب مگر کچھ مصلحت تھی چُپ رہا
جل رہا تھا سامنے جو آشیاں میرا ہی تھا

دوستوں کی رنجشیں کچھ تلخیاں ماضی کی یاد
گذرا تنے حادثوں کے درمیاں میرا ہی تھا

تنکا تنکا خواب میرے منتشر کرتی گئیں
آندھیوں کی ذرپہ انجم بس مکاں میرا ہی تھا

سجّاد پونچھی

نام	:	شیخ سجاد حُسین
قلمی نام	:	سجّاد پونچھی
تاریخ پیدائش	:	۱۰/دسمبر ۱۹۴۶ء
تعلیم	:	ایم۔ایس۔سی،جغرافیہ
پیشہ	:	ریٹائرڈ سرکاری ملازم
تصنیف	:	فصلیں بولتی ہیں (شعری مجموعہ،۲۰۰۷)
پتہ	:	338۔جھولا کاں محلّہ، جموں (توی)
فون نمبر	:	9419104353

نعتِ شریف

خدمت میں عرض لایا ہوں خیرالانام میں
مدحت میں صُبح و شام کروں ہر سلام میں

جس کی نہیں مثال جہاں کے نظام میں
معجز نما سا رنگ ہے اُس کے کلام میں

اے آمنہ کے لال تو اس کو قبول کر
کِس درجہ ہیں عقیدتیں میرے سلام میں

اہلِ زمانہ کو ہوئی ہر آگہی نصیب
اہلِ جہاں سرنگوں ہے احترام میں

تن من کروں حضور کے صدقے ہزار بار
حاضر ہے میری زندگی بھی احترام میں

بادِ صبا کے عَلَم میں خوبیاں تمام
شامل ہے تیرا لمس ہر موجِ خرام میں

سجّاد زندگی میں ہے یہ دائمی سُرور
خیر الوریٰ کو یاد کروں صُبح شام میں

یہ مانا بے بسی میں ہر بشر، خاموش رہتا ہے
مگر کب تک دبانے سے ہُنر، خاموش رہتا ہے

کہا صُبحِ ازل نے پھُول سے، شبنم سے، خوشبو سے
شُعاعِ نُور میں ظُلمت کا در، خاموش رہتا ہے

شجر ہر روز سہتا ہے جگر پروار آدم کے
بہاتا ہے فقط آنسو مگر، خاموش رہتا ہے

سمندر آشنا ہو جا کہ ہست و بُود سے آگے
سمجھ پائے گا کیونکر بحر و بر خاموش رہتا ہے

بُرے افراد کا غوغا کوئی معنی نہیں رکھتا
دبا ہونٹوں میں تیرے سچ اگر خاموش رہتا ہے

نسیمِ صُبح گلشن میں گُلوں سے کہہ رہی تھی یہ
فصیلِ شب میں تاروں کا جگر، خاموش رہتا ہے

اسیروں کی حمایت میں تعجب ہے ہمیں سجّاد
فصیلیں بولتی ہیں اور نگر خاموش رہتا ہے

بیٹھ کر دریا کنارے کہہ رہا تھا ماہی گیر
جال میں پھر لال مچھلی کو میں کر لوں گا اسیر

ایک بُلبل بین کرتی تھی چمن کی گود میں
پھر خزاں نے کر لیا مجھکو بہاروں میں اسیر

پھر تلاشِ صُبح میں ہونٹوں کی جنبش دیکھ لی
پھر سرِ کاکل کے شب نے کر لیا اُس کو اسیر

پھر مَسل ڈالا کسی نے اک کلی کو راہ میں
پھر ریا کاری کے بستر نے کیا اُس کو اسیر

پھر تصور میں اُٹھی اِک یاد لہروں کی طرح
پھر سمندر نے کیا ہے میری آنکھوں کو اسیر

عُمر بھر جس نے اٹھائی ہے پریشانی سجّاد
وقت کی وحشت نے پھر سے کر لیا اُس کو اسیر

موسمِ گُل کا پتہ لے کے صَبا آئی ہے
سبز پتوں میں نکھرتی ہوئی رعنائی ہے

گیت گاتی ہوئی تتلی نے گلوں سے پُوچھا
کچھ تو کہیئے کہ صبا دست میں کیا لائی ہے

چہچہاہٹ میں پرندوں کے عجب سرگم ہے
ساز سے غنچوں کے کھِلنے کی صدا آئی ہے

کُو بہ کُو پھولوں سے شبنم کے ٹپکتے بادل
باغباں دیکھ کیا رحمت کی گھٹا چھائی ہے

اے گُلِ لالہ تیری بزم میں ہے موجِ بہار
سِل گئے زخم کہ خوشبوئے صنم آئی ہے

اِک مصّور کے تصوّر کو سمجھنا ہے محال
فن کی تجدید میں پھیلی ہوئی گہرائی ہے

پھیر کے مُنہ وہ گُزر جاتے ہیں اکثر سجّاد
جن سے رشتہ بھی ہے، برسوں کی شناسائی ہے

❖

شور تھا اس شور میں ابھری کوئی آواز تھی
پر نہ تھے اسِ سوچ کے پھر بھی محوِ پرواز تھی

اکِ مخفی راز تھا بیتاب دیواروں کے بیچ
در نہ تھا در میں مچلتی ساز کی آواز تھی

ایک قُدرت میں تھی قُدرت دور تک پھیلی ہوئی
ایک نقطے میں فروزاں ایک شمعِ ناز تھی

ایک پیکر میں کئی پیکر تھے اندازا نہ تھا
زندگی کے نقش میں نَو رس بھری اکِ ناز تھی

پھول تھے پھولوں کی خوشبو دُور تک آتی رہی
کوندتی تھیں بجلیاں غنچوں میں وہ غمّاز تھی

دیکھ کر عقدِ ثریا دم بخود سی ہو گئی
جلوہ آرائی میں جلوہ مہ لکا گلناز تھی

آنسوؤں کی دُھند تھی سجّاد آنکھوں سے ہیں دُور
پردہ مہمل میں بیٹھی تھی کوئی گلناز تھی

❖

رفیق ہمراز

نام	:	رفیق احمد شیخ
قلمی نام	:	رفیق ہمراز
ولدیت	:	عبدلاحد شیخ
تاریخ پیدائش	:	۲۶/جنوری ۱۹۵۴ء (سرینگر)
تعلیم	:	ایم۔اے (کشمیری)
پیشہ	:	بینک ملازم
پتہ	:	B-43، خان کالونی، چھانہ پورہ، سرینگر
فون نمبر	:	9419408158

❖

○

ہاتھ کی آوارگی چہرے کی بے حالی میں ہوں
بول چشمِ معتبر کس دشت کا باسی میں ہوں

اور پھر برگد کی چھاوں سے اُبھر آئی صدا
پھونک دو سب بستیوں کو میں فقط کاشی میں ہوں

اب کسے پہچانیے سب ایک جیسے ہیں یہاں
گھر سے باہر آ کے میں بھی کیا فراوانی میں ہوں

ہائے کس کافر ادا سے وہ یہ سب کچھ کر گئی
چاک کر میری قبا بولی پزیرائی میں ہوں

اس سے پہلے کہ سمندر خون تشنہ ہو اُٹھے
آو! اے میرے دُلارو میں اُسی کشتی میں ہوں

❖

○

نا شنیدہ گناہوں کی خواہش کریں
لذتوں سے ملیں اور سازش کریں

زرد پتے ہیں بکھرے ہوئے دور تک
آو ! اپنی بقا کی نمایش کریں

پانیوں پر تسلط ہے اپنا میاں
کھولدو بادباں آزمایش کر یں

اپنے آنگن محبت کی کھیتی کریں
اور چھت سے اخوّت کی بارش کریں

○

بکھرے جو فرصتوں میں خیالات سے اُگے
سمٹے تو رقصِ پارے طلسمات سے اُگے

زخموں کی تتلیاں و تغافل کی سلوٹیں
پیکر بھی کیسے کیسے تیری ذات سے اُگے

رفتار چاہتوں کی رکابوں کی تاک میں
اِسپِ ثبات درہ سوغات سے اُگے

ہم بے ہنر تھے قافلوں کو لوٹ کیا سکے
وہ با کمال دستِ کرامات سے اُگے

زرخیز ساعتوں کے تھرکتے لبوں پہ ہم
دشتِ طلب میں وادئ ظلمات سے اُگے

❖

شعاعِ شمس مرادوں کی تتلیاں لکھنا
ہمارے گھر کی فصیلوں پہ کھڑکیاں لکھنا

ردائے سر تو اداسی بھی رکھ سنبھالی ہے
زہے نصیب فرشتوں سی شوخیاں لکھنا

قمر سے بات بنے یا تیرے تعلق سے
سیاہ شب پہ وہ خوابوں کی کشتیاں لکھنا

میں پر شکستہ تعاقب ہوں اپنے ہونے کا
کسی منڈیر پر ٹھہروں جو سرخیاں لکھنا

اسیرِ حرف تیرا دائرہ وسیع کردوں
صریرِ خامشی، لمحوں کی ہچکیاں لکھنا

سر سے اُتر گیا جو یہ ماءِ فعال ہے
سر سے گزر گیا تو پھر ضرب ا لمثال ہے

حرفِ تمام ہو گیا ہر ایک کا کلام
مِن جُملہ اعتراض بھی رہنِ خیال ہے

اے شہرِ آرزو تیرا آشوب کیا کہوں
حرفِ سیاہ ضبط کے شیشے میں بال ہے

اب میں بھی ایک سائلِ مشتِ قرار ہوں
اب تو بھی ایک عاشقِ ناگفتہ حال ہے

کشکول بھی بڑھائیں تو لیجائیں کس طرف
اس شہر میں کہیں پہ نا در ہے نہ ڈال ہے

❖

نذیر احمد نظیرؔ

نام : نذیر احمد خان

قلمی نام : نذیر احمد نظیرؔ

تاریخ پیدائش : ۹؍مئی ۱۹۴۷ء، سرینگر

تعلیم : ایم۔اے

پیشہ : ریٹائرڈ ایڈمنسٹریٹو آفیسر

تصانیف : یادوں کے سایے (افسانوی مجموعہ)

سراب (شعری مجموعہ)

سیلاب (شعری مجموعہ)

پتہ : ۳۰۵/سیکٹر سی، حیدر پورہ بائی پاس، سرینگر

فون نمبر : 9419087451

❖

○

ذہن کاغذ کی ہتھیلی پہ نچاتے کیوں ہو
شعلۂ فکر ،بلندی پہ اُٹھاتے کیوں ہو

روز آخر وہ اُتر آئے گا سب سے ملنے
روز سورج کی طرف ہاتھ بڑھاتے کیوں ہو

ابھی بیمار ہے احساس کے لمحوں کا وجود
لمس کے آئینے خوابوں کو دکھاتے کیوں ہو

گر بھی جانے دو یہ سوکھی ہوئی تہذیب کے پیڑ
نئے آنگن میں صلیبوں کو سجاتے کیوں ہو

خون جدّت کا لگائے ہوئے سوچوں اے نظیرؔ
نام اپنا نئے لوگوں میں لکھاتے کیوں ہو

❖

○

موج و طوفاں کو رو رہے ہیں لوگ
خود سفینہ ڈبو رہے ہیں لوگ

پھر نہ کیوں رہزنوں کی بَن آئے
جاگتے میں بھی سو رہے ہیں لوگ

کل یقیناً وہی وہ کاٹیں گے
آج جو جنس بو رہے ہیں لوگ

ہر طرف شور ہے قیامت کا
اور ایسے میں سو رہے ہیں لوگ

پھول آکر بچھائے گا پھر کون
خود ہی کانٹے جو بو رہے ہیں لوگ

ایسا وقت آگیا ہے ، تیغ اپنی
خون سے بھائی کے دھو رہے ہیں لوگ

کبھی ایسا بھی اے نظیرؔ دیکھا ہے
شب ہے بیدار ، سو رہے ہیں لوگ

○

ظلم زندہ ہے اندھیرے میں بسر ہونے تک
شمع کی شعلہ مزاجی ہے سحر ہونے تک

خودکشی دیکھو نہ بن جائے غمِ آزادی
سر بھی باقی رہے دیوار میں در ہونے تک

دیکھنے والے نہ تحقیرِ صدف کر کہ گُہر
اسی آغوش میں پلتا ہے گُہر ہونے تک

دیکھنا ہے ہمیں انجام جفائے شبِ تار
زندہ رہنا ہے بہرحال سحر ہونے تک

عشق کی رسم تو زندہ ہی رہے گی نظیرؔ
ہم اگر مر بھی گئے زُلف کے سر ہونے تک

❖

بجلی سے شراروں سے خبردار ہی رہیے
گُلزار میں رہنا ہے تو ہوشیار ہی رہیے

پتھر کی بارش ہے کسی شیشۂ دل پر
ہر گام پہ ہر موڑ پہ ہوشیار ہی رہیے

یہ سادہ مزاجوں سے بھی کرتے ہیں تعرض
اس شہر کے لوگوں سے خبردار ہی رہیے

بجلی ہو شرارے ہوں ، خزاں ہو کہ بہاریں
ہر حال میں گلشن کے وفادار ہی رہیے

دنیا کسی معصوم کو جینے نہیں دیتی
دنیا کی نگاہوں میں گنہگار ہی رہیے

وہ آئیں عیادت کو اگر یہ تمنّا ہے
پھر آپ نظیرؔ شوق سے بیمار ہی رہیے

کیوں ٹوٹ گیا سلسلۂ شام و سحر آج
کانٹوں کی ترازو پہ تُلے ہیں گُلِ تر آج

دیوانگیٔ عقل ہے کس درجہ بھیانک
اس بات کو بھولے ہوئے ہیں سارے بشر آج

ہم آبلہ پاؤں کا لہو جس نے پیا ہے
دُشوار ہوئی ہم پہ وہی راہ گزر آج

ہیروں کا گماں ہوتا ہے ذرّوں کی چمک پر
ڈالی گئی دھرتی پہ عجب رُخ سے نظر آج

دھو ڈالو نظیرؔ آئینہ دل کی کدورت
ہے اشک فشاں دیر سے یہ دیدۂ تر آج

Academy Urdu\Photos with name\ashraf aasari.jpg not found.

اشرف آثاریؔ

نام : محمد اشرف شاہ

ولدیت : مرحوم پیر احسن شاہ (احسن پارساؔ)

تاریخ پیدائش : ۱۴؍اپریل ۱۹۵۴ء

تعلیم : ایم۔اے (عربی) کشمیر یونیورسٹی

پتہ : صدرہ بل حضرت بلِ، پوسٹ آفس نسیم باغ، سری نگر ۱۹۰۰۰۶، کشمیر

ای میل ایڈرس : drashraf@dataon.in

فون نمبر : 09419017246

❖

○

ہے نیا شہر نئی راہ گذر کہہ کے گیا

باندھ لینا ہے تجھے رختِ سفر کہہ کے گیا

جیسے گزرے ہیں شب و روز مرے، بن تیرے

ویسے گزرینگے تیرے شام و سحر کہہ کے گیا

ہم پشیماں نہ رہیں بے سرو سامانی میں

خس و خاشاک میں رکھ دی ہے شرر کہہ کے گیا

ایک ہی شخص مقابل کا تھا سو وہ نہ رہا

چھوڑ جائے گا وہ کل میرا شہر کہہ کے گیا

مجھ سے بنوائے گا تاج محل بھی لیکن

پھر وہ کاٹے گا مرے دستِ ہنر کہہ کے گیا

اختلافات نہ تھے باعثِ رنجش پھر بھی

اُس نے کر لی ہے جو اپنی ڈگر کہہ کے گیا

اس سے پہلے کہ جدائی کا گلہ شکوہ ہو

اشرفؔ آثاری ذرا اور ٹھہر کہہ کے گیا

❖

میرا خلوص تھا جو بے مثال کم نہ ہوا
تمہارا پیار بھی تھا لا زوال کم نہ ہوا

لٹک رہی تھی ہمارے سروں پہ تلواریں
ہمارے شانوں پہ جو تھا وبال کم نہ ہوا

گُزرتے وقت نے دے دی ہیں جھریاں لیکن
ہمارے چہرے کا جاہ وجلال کم نہ ہوا

ہزار کوششیں کیں ہم نے شاد رہنے کی
مگر یہ اپنا غمِ لازوال کم نہ ہوا

سلگتے ریت پہ اب تک ہوں اشرف آثاری
تمہارا صدمہ ابھی تک بلال کم نہ ہوا

تیری دہلیز پہ بیٹھا ہوں میں کب دیکھ تو لے
میری رنجش کا بھلا کیا ہے سبّب دیکھ تو لے

تم جسے کہتے ہو لکھتے ہو کہ ہے زندہ زباں
شاعری اس کی ہے کیا؟ اس کا ادب دیکھ تو لے

ہر گزرتا ہوا لمحہ ہے قیامت کی طرح!
ایک اک سانس مری جیسے کرب دیکھ تو لے

اس کو کندھے پہ نہیں سر پہ بٹھا رکھا ہے
جتنا کرنا تھا اس کا ادب دیکھ تو لے

کل ترے شہر میں تھا آخری دن یونہی گیا؟
اب ترے شہر میں ہے آخری شب دیکھ تو لے

ہے نظر تیری مداوائے غم جنگ و جدل!
سب کے ہاتھوں میں ہے سامانِ حرب دیکھ تو لے

مجھ سے ملنے کی ،ملاقات کی چاہت نہ سہی
تُو مری چاہ مرا شوقِ طلب دیکھ تو لے

کس نے کھولی ہے یہاں اپنی زباں میرے بغیر
کون دیتا ہے تجھے جائے اماں میرے بغیر

کوئی القاب نہیں نام کی تختی بھی نہیں
شہر میں کون ہے، بے نام ونشاں میرے بغیر

گھر گرہستی کی جو دہلیز پہ رکھنا ہے قدم
ڈگمگاتے ہیں یہاں سارے جواں میرے بغیر

کون رکھتا ہے بزرگوں کی خبر اس یگ میں
کام ہے سب کے لئے بارگراں میرے بغیر

لاکھ مل جائینگے جو پرسش غم کر لینگے
کس کی آنکھوں سے بہے سیلِ رواں میرے بغیر

میرے بچوں کی طرح گھر میں مرے جانے پر
زندہ رہنا ہے تجھے اردو زباں میرے بغیر

اشرفؔ آثاری سبھی ملزم و مجرم منصف
روز بدلے ہیں یہاں اپنا بیاں میرے بغیر

کچھ گزارے کیلئے سامان ہو
اک کٹوری دال آدھی نان ہو

چھوڑ دو اے ناصحو تنہا مجھے!
مجھ پہ بس اتنا بڑا احسان ہو

جب نکل جاؤں میں اپنی ذات سے
پھر تمہاری ذات کا عرفان ہو

چھُو سکوں تیری قد وقامت کو میں
بس یہی حسرت یہی ارمان ہو

ایسی جنّت دے میرے مولا مجھے!
جس کا دروازہ نہ ہو دربان ہو

زندگی سے جیسے میں انجان ہوں
ویسے کوئی اس سے نہ انجان ہو

حوصلہ اُس پل بھی رکھنا ہے تجھے
جب یہاں خطرے میں تیری جان ہو

پھر توقع کیجئے کیا عدل کی!
ہاتھ میں جب قتل کا فرمان ہو

رشتہ داری بیچ میں لاتا ہوں میں
جب خسارے کا قوی امکان ہو

دوستی کو بھول جاتا ہوں میں تب
ایک پیسے کا اگر نقصان ہو

یوں گزاری جا سکے فٹ پاتھ پر
زندگی کیا اسقدر آسان ہو

بات کرتا ہوں الگ ہر ایک سے
اس لئے میری الگ پہچان ہو

کر رہے ہو کن سے امیدِ وفا!
اشرفؔ آثاری بہت نادان ہو

نکہت فاروق نظرؔ

نام : ڈاکٹر نکہت سعید قریشی

قلمی نام : ڈاکٹر نکہت فاروق نظرؔ

ولدیت : محمد سعید قریشی

زوجیت : سید فاروق کبروّی

تعلیم : ایم۔اے، ایم۔فل، پی۔ایچ۔ڈی، بی۔ایڈ۔

پیشہ : پروفیسر، گورنمنٹ کالج آف ایجوکیشن، جموں

تصانیف : (۱) قہر نیلے آسماں کا (افسانوی مجموعہ)

پتہ : ملک مارکیٹ، جموں

فون نمبر : 9419138215

❖

○

اِک آگ کے دریا سے گزرنا پڑا ہمیں
اپنے وطن میں اجنبی ہونا پڑا ہمیں

ہم چاہتے تو اوڑھتے ساری تراوتیں
اپنی انا کی آگ میں جلنا پڑا ہمیں

وہ سرمئی چہرہ تھا کس لمس سے پرے
چھونے کی آرزو میں بکھرنا پڑا ہمیں

سارے شہر میں اپنا شناسا کوئی نہ تھا
پھر کس کے انتظار میں رُکنا پڑا ہمیں

تنہائی کا اِک موڑ تھا ایسا بھی سفر میں
جب اپنے آپ ہی سے بچھڑنا پڑا ہمیں

اُس کی محبّتوں میں کہاں کھوٹ تھی نظرؔ
اپنی ہی چاہتوں کو پرکھنا پڑا ہمیں

○

دیکھنا ایک دن بال و پر آئیں گے
اونچی پرواز کے سب ہنر آئیں گے

ہوں شناور یہ کوئی ضروری نہیں
جن کے ہاتھوں میں لعل و گہر آئیں گے

جگنوؤں کی ضیا بھی کوئی ہے ضیا
مرے آنگن ستارے اُتر آئیں گے

پنچھیوں کی طرح راہ بھٹکے تھے وہ
لوٹ آنے دو اپنے ہی گھر آئیں گے

موسموں کا بدل جائے گا اب مزاج
سوکھے اشجار پر اب ثمر آئیں گے

کود جائے گی لل جلتے تنور میں
شاہؒ جیسے جو دو اک نظر آئیں گے

اپنے حصّے میں تم دیکھنا اے نظرؔ
ماہ و انجم، طلعت، بحر و بر آئیں گے

○

چاند کب، کس کو ملا ہے چاہتوں کے باوجود
فاصلے ہی فاصلے ہیں قربتوں کے باوجود

شب گئے خود سے کیا کرتے ہیں اکثر یہ سوال
غم زدہ رہتے ہیں کیوں ہم راحتوں کے باوجود

راستہ کیا دیکھتے ہو لوٹ کر کب آئے ہیں
دل کے پنچھی اڑ چکے ہیں سرحدوں کے باوجود

ہے دریدہ جسم، الجھی زلف اور ویراں نظر
زندگی زندہ ہے پھر بھی حادثوں کے باوجود

بستیاں اجڑیں مگر وہ کھوکھلا بوڑھا شجر
پورے قد سے کیوں کھڑا ہے آندھیوں کے باوجود

خود شناسی کا درس دیتا رہا جو عمر بھر
خود سے ہی وہ کب ملا ہے فرصتوں کے باوجود

موسموں کے سازشیں تھیں یا سیاست وقت کی
اے نظرؔ فصلیں جلیں کیوں بارشوں کے باوجود

❖

○

ہم تھے اور تھے تنہائی کے سائے کچھ
تیری یاد نے آ کر دیئے جلائے کچھ

اِدھر سے پنچھی نکلے تو تھے جھنڈ کے جھنڈ
سرحد پار سے واپس لوٹ کے آئے کچھ

رات بھی کالی زلفیں کھولے بیٹھی ہے
پھیل رہے ہیں مایوسی کے سائے کچھ

شاید لوٹ کے آئے گا وہ پچھلے پہر
اس اُمید پہ ہم نے دیئے جلائے کچھ

دہشت نگل رہی ہے بستی بستی کو
بھاگ رہے ہیں اپنی جان بچائے کچھ

شاخ شجر کی کاٹ نہ دینا تم ہرگز
پیار کا پنچھی گیت وفا کے گائے کچھ

نظرؔ حقیقت دنیا کی بس اتنی ہے
پانی پر ہیں اس نے نقش بنائے کچھ

❖

○

صورتِ شمع میں جلتی ہوں سحر ہونے تک
آنچ سے اپنی پگھلتی ہوں سحر ہونے تک

بیتی یادوں کے چراغوں کو لئے ہاتھوں میں
دشت در دشت بھٹکتی ہوں سحر ہونے تک

اب تو اِک بار برس ابرِ بہاراں مجھ پر
تپتے صحرا میں ترستی ہوں سحر ہونے تک

مرے آنگن میں کبھی اُترے گا وہ چاند مرا
اس لئے شب کو سنورتی ہوں سحر ہونے تک

کیسی مٹی کی بنی ہوں تمہیں کیا معلوم
بن کے سو بار بگڑتی ہوں سحر ہونے تک

وہ تو پنچھی کی طرح شاخ سے اُڑ جاتے ہے
شب کی رانی سی مہکتی ہوں سحر ہونے تک

اپنے ہی ریزوں کو چُنتی ہوں نظرؔ سارا دن
شام کو پھر سے بکھرتی ہوں سحر ہونے تک

❖

محمود الحسن محمودؔ

Academy Urdu\Photos with name\Mehmood Hassan.jpg not found.

نام	:	محمود الحسن محمودؔ
قلمی نام	:	محمود الحسن
تاریخ پیدائش	:	۷؍جولائی ۱۹۳۷ء
جائے پیدائش	:	پونچھ
تعلیم	:	بی۔اے،بی۔ایڈ
پیشہ	:	ریٹائرڈ مدرس
تصنیف	:	متاعِ خیال (شعری مجموعہ)
پتہ	:	محلّہ کھوڑی ناڑ،وارڈ نمبر ۸،تحصیل حویلی،ضلع پونچھ

○

اُوج پر فکرِ مبیں ہو تو غزل ہوتی ہے
موجزن دل میں یقیں ہوتو غزل ہوتی ہے

روبرو پردہ نشیں ہوتو غزل ہوتی ہے
دل کو تسکین کہیں ہو تو غزل ہوتی ہے

شعر ہوتا ہے رقم خونِ جگر سے لیکن
زوق شاعر کا حسیں ہوتو غزل ہوتی ہے

محض الفاظ سے ہوتی نہیں تخلیقِ غزل
عشق بھی دل میں مکیں ہوتو غزل ہوتی ہے

شعر گوئی پہ جنہیں ناز ہے اتنا سن لیں
میرؔ و غالبؔ کی زمیں ہوتو غزل ہوتی ہے

❖

○

سینے کو حادثوں میں سپر کر لیا کرو
یہ کام ہے کٹھن سا مگر کر لیا کرو

جن پر ہوں مشکلات کے سائے پڑے ہوئے
اُن راستوں میں عزم سفر کرلیا کرو

اے گلشنِ حیات کے پھولوں کے شائقو
کانٹوں میں کچھ تو وقت بسر کر لیا کرو

غیروں کی نکتہ چینیاں کرنے سے پیش تر
اپنے عیوب پر بھی نظر کر لیا کرو

فکرِ معاش اور غمِ زندگی کے ساتھ
فکرِ خدا بھی شام و سحر کرلیا کرو

❖

○

بے وفائیِ یار نے مارا
اس وفا کے وقار نے مارا

میں کہ اک سرد جان تھا لیکن
اس کے قول و قرار نے مارا

لوگ دورِ خزاں کے شاکی ہیں
مجھکو فصلِ بہار نے مارا

عفتوں، عصمتوں کی دیوی کو
جھوٹے لوگوں کے پیار نے مارا

نسلِ انساں کو اے ندیم اکثر
خود نمائی کی مار نے مارا

اندلیبوں کو باغبانوں کے
کج ادا اختیار نے مارا

لوگ سو سو طرح سے مرتے ہیں
مجھکو ایک انتظار نے مارا

❖

○

مطلعِ عالم جو ابر آلود ہے
کوششیں امن و اماں بے سود ہے

آگ بڑھکائیں گی تقریریں اگر
تو دھماکوں کے لئے بارود ہے

حیف کہ جمہوریت کے دور میں
شاہراہِ زِندگی مسدود ہے

نسلِ انساں کو مٹانے کے لئے
ہر جگہ نقشِ دوئی موجود ہے

کون سا رہبر ہے جسکو آج کل
رہنمائی قوم کی مقصود ہے

❖

○

اگر ضامنِ عیش ہے بے حیائی
تو کس کام کی دوستو پارسائی

عدالت سے مالک کو دلوا نہ پائی
کسی نے دبائی دوکاں جب پرائی

خدایا عطا کر مجھے جنسِ غیرت
نہ رکھوں کسی پنچ سے آشنائی

محبت مداوائے درماندگی ہے
اِسی میں ہے نوعِ بشر کی بھلائی

وہ جس بات کا عارفوں میں ہے چرچہ
وہی شیخ جی کی سمجھ میں نہ آئی

❖

Academy Urdu\Photos with name\parvez manoos.jpg not found.

پرویز مانوسؔ

نام : پرویز احمد بٹ   قلمی نام : پرویز مانوسؔ

پیدائش : ۶/مارچ ۱۹۶۶ء، سرینگر

تعلیم : ایم۔اے۔اُردو، پیشہ : مدرّس

تصانیف: ۱۔بیتے لمحوں کی سوغاتیں،۲۔موسم اڑان کا،

۳۔چاندلس،گلاب (شعری مجموعے)

۱۔شکارے کی موت،۲۔مُٹھی بھر چھاؤں (افسانوی مجموعے)

اعزازات: ۱۔سٹوڈنٹس کلچرل کونسل جموں یونیورسٹی،لٹریری ایوارڈ ۲۰۰۴

۲۔ادبی کُنج جموں،لٹریری ایوارڈ ۲۰۰۵،

۳۔لوک لکھاری سبھا جالندھر،لالہ جگت نارائن لٹریری ایوارڈ

۴۔ریاستی کلچرل اکیڈمی، بیسٹ بک ایوارڈ ۲۰۰۷

۵۔انجمن ترقی اُردو کشتواڑ، لٹریری ایواڈ ۲۰۰۸

پتہ : 115۔آزاد بستی نٹی پورہ ویسٹ سرینگر۔190015

فون نمبر : 9419463487

❖

نعتِ رسولِ مقبولؐ

خوشبو مِری سانسوں میں مدینے کی بسی ہے
خواہش ترِے دربار میں آنے کی جگی ہے

صدیوں کی عبادت سے تو بہتر ہے وہ ساعت
گُزرے ترِےؐ دربار میں جو ایک گھڑی ہے

کلیوں کے لبوں پر ہیں دَرودوں کی صدائیں
مہکی ترِےؐ جلوؤں سے مدینے کی گلی ہے

چُومے ہے تبھی پائے مبارک کو یہ شبنم
پھولوں میں ترِے پاک پسینے کی نمی ہے

اکسیر سے بڑھ کر ہے بہت خاکِ مدینہ
پائی ہے شفا،جس نے یہ آنکھوں سے مَلی ہے

آقاؐ تیرِی چوکھٹ سے کہاں جاؤں میں اُٹھ کر
تُوؐ نے مُرادُوں سے ہر اِک جھولی بھری ہے

پایا ہے لقب آپؐ نے جو ختم الرّسولؐ کا
خلعت یہ عطا آپؐ کو نبیوںؑ میں ہوئی ہے

مُشرک اُسے بھٹکائے گا کیا دیں کی ڈگر سے
لَو جس کی زمانے میں محمدؐ سے لگی ہے

محشر میں بخشوائیں گے اُمت کو یقیناً
مانوسؔ گنہگار کو اُمید بڑی ہے

❖

شبیرؑ کی بستی میں

ظُلمت کی چلی صرصر ،شبیر کی بستی میں
محشر تھا بپا گھر گھر ،شبیر کی بستی میں

لشکر میں یزیدوں کے ہلچل سی مچی ہے
عباسؑ علم لے کر، شبیرؑ کی بستی میں

نرغے میں لعینوں کے جب حضرت زینبؑ تھیں
سہمی تھی ہر اک دُختر، شبیرؑ کی بستی میں

بے نُور ہوا عالم اقدام یزیدی پر
سورُج کا کٹا جب سر، شَبیر کی بستی میں

اصغرؑ کا دہن چُھونے مچلی تھیں کئی موجیں
پہرہ تھا کنارے پر ،شبیر کی بستی میں

ہر پھُول تھا افسردہ، لرزا تھا فلک جس دم
قربان ہوئے اصغرؑ، شبیر کی بستی میں

دی تھی جو صدا تُو نے اے ابن علی حق کی
گونجے ہے وہی اکثر،شبیر کی بستی میں

کرتے ہیں حُسینی کا دعویٰ تو سبھی لیکن
کُھلتا ہے مگر یہ در، شبیر کی بستی میں

مانوسؔ یزیدوں کی بیعت نہ کبھی کرنا
یہ جان بھی جائے گر، شبیر کی بستی میں

❖

○

روز سجتے ہیں جو منظر جھیل کی آغوش میں
ہے کوئی پُر نُور پیکر ،جھیل کی آغوش میں

پھر کھلِانے آگئے ہیں فکر کے تازہ گلاب
شہر کے سارے سخنور،جھیل کی آغوش میں

ڈس لیا پنچھی کو جس دم خواہشوں کے سانپ نے
گر پڑے اُمید کے پر، جھیل کی آغوش میں

پیرہن خوشبو کا اوڑھے شام جب اُتری یہاں
رکھ دیا سورُج نے بھی سر، جھیل کی آغوش میں

لاجوردی عکس کی لہروں پہ پڑھ کر آیتیں
آگئیں پر یاں اُتر کر ،جھیل کی آغوش میں

امن کی خلعت چناروں نے ہے کر لی زیب تن
اب خزاؤں کا نہیں ڈر، جھیل کی آغوش میں

پھر بھی اُس کی کوکھ خالی ہو سکی نہ ڈُوب سے
ہم نے ڈالا کس قدر زر ،جھیل کی آغوش میں

پھُول سے چہرے ہتھیلی پر سجا لیتے اُسے
کاش ہوتا چاند کا گھر، جھیل کی آغوش میں

آشنائے درد ہو جاؤ گے خود مانوسؔ تم
جب گرو گے بن کے کنکر، جھیل کی آغوش میں

❖

بحرِ ظلمات کو اِک نُورِ سحر، دے مولا
پھر اسیروں کو رہائی کی خبر، دے مولا

اُڑ کے آجائے وہ بارُود کی اِس بستی میں
اِک فرشتے کی طرح امن کو پر، دے مولا

میرے اشعار کی خوشبو سے معطر ہو جہاں
پھول سے لفظ برتنے کا ہُنر، دے مولا

بس ہتھیلی کی سیاہی کو تُو جگنو سے نواز
میں نے کب تجھ سے کہا شمس وقمر دے مولا

جسم سے آج بھی مِٹی کی مہک آئے گی
ذہن میں گاؤں کی اِک یاد اگر ،دے مولا

کب سے ترسے ہیں کسی حُور کو آنکھوں کے گلاب
اِن کو دیدار کی شبنم سے تُو بھر دے مولا

ایک مُدت سے خرابوں میں بسر کرتے ہیں
ہم فقیروں کو بھی اِک چاند نگر، دے مولا

بے چینی میں جب بھی ہم نے خوشبو کی فرمائش کی
گلشن میں انگارے بوئے موسم نے یہ سازش کی
کتنے ہیں کم ظرف یہ شعلے، میرے گھر تک آپہنچے
بھُول گئے کہ برسوں ہم نے اِن کی خوب ستائش کی
بہتے جھرنُوں کا یہ پانی سُرخ ہوا ہے جو اتنا
لگتا ہے بے وقت یہاں ہر جذبوں نے کچھ لغزش کی
اشکوں سے تر دامن کر کے دھُوپ میں جگنو مانگ رہا
بچّے کی اس ضد کو سمجھو بات نہیں ہے خواہش کی
ایک کونا مل نہ پایا ہم کو پاک کدُورت سے
چپہ چپہ کھوج کے ہم نے ذہنوں کی پیمایش کی
تب جا کر یہ اَمن کی کونپل دل کی ٹہنی پر پھُوٹی
ہاتھ اُٹھا کر درگاہوں میں سو سو بار گزارش کی
دیکھ کے جوبن فصلوں کا جب دہقاں سارے اِترائے
غُصے میں سوُرج نے آ کر شعلوں کی وہ بارش کی
گُلشن کی روداد سُنانے جُرات کر کے نکلے تھے
سَر گوشی میں چُپ رہنے کی صرصر نے فہمائش کی
ہم تو بس لفظوں کے موتی چُننے نکلِے تھے مانوسؔ
فنکاروں میں شامل کر کے اُس نے خوب نوازش کی

اشرف عادلؔ

نام	:	شیخ محمد اشرف
قلمی نام	:	اشرف عادلؔ
تاریخ پیدائش	:	۱۹۶۴ء، خانیار، سرینگر
تعلیم	:	بی۔ کام
پیشہ	:	ملازمت (کشمیر یونیورسٹی)
تصنیف	:	لذّتِ گریہ (شاعری) 2002
پتہ	:	بڈوباغ، خانیار، سری نگر ۱۹۰۰۰۳ کشمیر
فون	:	9906540315

کم سُخن سے گفتگو کرتے رہے
دل کی دُنیا کو لہو کرتے رہے

جب تلک وہ گفتگو کرتے رہے
سارے گھر کو مشکبو کرتے رہے

ماجرا ہے خود کلامی کے سِوا!
ہم یہ کس سے گفتگو کرتے رہے؟

رہنماؤں کی بتائیں کیا دلیل
شہر کو بے آبرو کرتے رہے

ایک نغمہ، اِک نظم اور اِک غزل
جنگ میرے جنگجو کرتے رہے

اک وفا ہم ڈھونڈتے پھرتے رہے
اک دغا بس خوبرو کرتے رہے

سورج کی غلامی میں تنویر مبارک ہو
آزاد فضاؤں کی زنجیر مبارک ہو

دُنیا میری ٹکڑوں میں تقسیم کی ہے کس نے؟
تخریب کی دھرتی پر تعمیر مبارک ہو

اب چاند ستاروں کی آواز سُنوں کیسے؟
چڑھتے ہوئے سورج کی تنویر مبارک ہو

سایا نہیں ملتا ہے سورج کی حکومت میں
شبنم کے سمندر پر تحریر مبارک ہو

کچھ رنگ حقیقت کے ملتے نہیں دُنیا میں
احساسِ تصوّر میں تصویر مبارک ہو

انسان ہی انسان کا پیتا ہے لہو اب کے
انسان کو انسان کی توقیر مبارک ہو

ایوانِ عدالت میں عادلؔ بھی پریشاں ہے
انصاف کے ہاتھوں یہ تاخیر مبارک ہو

گُلِ تر اور ہوا کے ساتھ خوشبو
پریشاں ہے صبا کے ساتھ خوشبو

کسی کی بد دُعا سے جل رہی ہے
ہتھیلی پر حنا کے ساتھ خوشبو

سفر کرتی رہی ہے مدتوں سے
یہاں آب و ہوا کے ساتھ خوشبو

ہواؤں میں ہوئی تحلیل اکثر
چلی جب بھی پیا کے ساتھ خوشبو

گئی ہے تتلیوں کے دیس جب بھی
گئی ہے کس اَدا کے ساتھ خوشبو

اثر ایسا دُعا میں دے مرے رب
اُٹھے دستِ دُعا کے ساتھ خوشبو

دُعائیں جب سفر کرتی ہیں عادلؔ
نظر آئی خُدا کے ساتھ خوشبو

○

دِل جلا یا تیرگی نے رات بھر — مُنہ چھپایا روشنی نے رات بھر

استعارے بیخودی میں جھوم اُٹھے — جام اُچھالا شاعری نے رات بھر

ہے دھویں کا رقصِ بسمِل دُور تک — دِل جلایا دل لگی نے رات بھر

ہم نے جھانکا آگ میں خود فکر کی — ہم کو پرکھا آگہی نے رات بھر

اب ٹھکانے آگئے ہیں ہوش بھی — ہم کو سوچا بیخودی نے رات بھر

لب کشائی خامشی کی ہے عجب — گیت گایا خامشی نے رات بھر

جل رہا تھا شہر اپنی فکر میں — دِل بُجھایا شعلگی نے رات بھر

صبح دم رادھا نے سکھیوں سے کہا — جی چُرایا بانسری نے رات بھر

کچھ ستارے بہہ گئے جذبات میں
غُل مچایا چاندنی نے رات بھر

❖

○

بے ثمر پیڑوں کا سایا چیخ اُٹھا
دھوپ سے بے حال رستا چیخ اُٹھا

بستیوں پر قہر برسایا گیا
ایک گھر کیا شہر سارا چیخ اُٹھا

جب زمیں کی تیرگی روشن ہوئی
آسماں پر ایک تارا چیخ اُٹھا

دیوتا تھا آپ اپنے میں مگن
اک پُجاری غم کا مارا چیخ اُٹھا

جام جب اُس نے پلائے تھے مجھے
جھیل سی آنکھوں کا دھارا چیخ اُٹھا

آہٹیں نزدیک جب آنے لگیں
مکڑیوں کا ایک جالا چیخ اُٹھا

پھر پکڑ میں آگیا اک بے قصُور
دیکھ! چوراہے کا ناکا چیخ اُٹھا

❖

with name\farooq anwar mirza.jpg not found.

مرزا فاروق انوآر

نام	:	مرزا محمد فاروق
قلمی نام	:	ڈاکٹر مرزا فاروق انوآر
تاریخ پیدائش	:	۲۹/اکتوبر ۱۹۶۴ء
تعلیم	:	پی ایچ ڈی (اُردو)
تصانیف	:	چانن (پہاڑی شعری مجموعہ)
اعزاز	:	جموں اینڈ کشمیر کلچرل اکیڈیمی ایوارڈ
پیشہ	:	سرکاری ملازمت (ایڈیٹر کم کلچرل آفیسر، پہاڑی)
پتہ	:	جموں اینڈ کشمیر اکیڈیمی آف آرٹ، کلچر اینڈ لینگویجز۔
فون نمبر	:	9596929801

❖

○

سب کی زباں پہ تھا ترا چرچا تمام رات
چھت پہ تمہاری چاند بھی ٹھہرا تمام رات

ہم نے سُنا ہے بُلبلوں کو بھی ہے رَت جگا
پھولوں نے گایا ہے ترا سہرا تمام رات

جس کے لئے تھی آنکھ مری فرشِ راہ سی
آیا وہ جب تو غیر کے ٹھہرا تمام رات

میں ہی نہ اک وجود کی صورت سمٹ سکا
دیکھا اُسے تو ریت سا بکھرا تمام رات

نکلا تھا بحرِ بیکراں کی سیر کے لئے
لیکن میں بوند بوند کو ترسا تمام رات

انوآر ظلمت شب ہجراں میں تو ہی بس
اک آسرا تھا، آس تھا، تنہا تمام رات

❖

زلزلے، سفّاک موسم اور آنکھوں میں عتاب
کیسے پڑھ پاؤں گا میں یہ موسمائی سی کتاب

یہ سُلگتی ریت، بڑھتے فیصلے کٹ جائیں گے
خار خود دے جائیں گے کِھلتے ہوئے تازا گلاب

ٹوٹ کر بکھریں گے اپنی نادمی کے خوف سے
میری پژمردہ نگاہی کے لکھے سارے سراب

دل کو بہلائے گا پھر اِک جاں فزاء رُت کا سرو
جب بھی کملائے گا اک تازہ صنوبر کا شباب

ہو درونِ قلب بھی تاریک گوشوں پر نظر
آسماں در آسماں تو کھولدے خود پر حجاب

موسموں کی آگ کے پہلو پہ رکھ اپنی نظر
ہو نہ ہو انوآر ہو اس میں بھی اک تازا عذاب

قرب زار تھا فاصلے منظر بھی وحشت ناک تھے
سادہ لوح تھے راہبر، تو راہزن چالاک تھے

کس طرح ممکن تھا میرے چاک دامن کا رفو
اِس چمن میں جس قدر گُل تھے گریباں چاک تھے

کیا ہوا جو اُس کا خنجر میرے خوں سے تر ہوا
ہاتھ اُس کے تو بہر صورت لہو سے پاک تھے

کچھ دنوں سے اُڑ رہا تھا آسمانوں پر دماغ
اور ہے یہ بات کہ وہ خود تہہِ افلاک تھے

کس قدر رہے اُن کی نظروں میں تکلّف آج کل
پچھلے موسم میں تو یارب وہ بڑے بے باک تھے

ویسے اُن کو دیکھتے ہی اُڑ گئے اپنے حواس
ورنہ کیا کم تھے کہ ہم بھی صاحبِ ادراک تھے

تو ہواؤں کی طرح انوآر گزرا ہے کہ وہ
ساتھ تیرے ہو لئے جیسے خس و خاشاک تھے

ہوگیا آنکھوں سے اوجھل موڑ کھا کے راستا
اجنبی سا ہوگیا ہے دُور جا کے راستا

وہ ہوا کے دوش پہ اُڑتا چلا جائے گا جب
دیکھتا رہ جائے گا یہ تِلملا کے راستا

آبلے پاؤں کے میرے جب بھی پھٹ جائیں گے پھر
مُنہ چڑھائی گا، ہنسے گا مسکرا کے راستا

کس نے تنہائی کے عالم سے پکارا ہے مجھے
بے وجہ خاموش ہے مجھ کو بُلا کے راستا

دور تک انوؔار کتنے خار بکھرے ہیں یہاں؟
آزماتا ہے مجھے کیوں آزما کے راستا

❖

درد کی لذّت ماشاء اللہ
صبر کی عادت ماشاء اللہ
زخموں کو گلزار لکھے گا
وہ باہمت ماشاء اللہ
وہ کتنا خوش فہم ہے لوگو
میری بابت ماشاء اللہ
دھول میں بھی پہچان جائے
لعل کی عظمت ماشاء اللہ
کل اخباروں میں بھی ہوگی
میری شہرت ماشاء اللہ
مانے گا انوؔار بھی تیرے
فن کی رفعت ماشاء اللہ

❖

Academy Urdu\Photos with name\satish vimal.jpg not found.

ستیش وِمل

نام : ستیش وِمل

تاریخ پیدائش : ۱۹۶۶ء، بوچھو، ترال

تعلیم : ایم۔اے، انگریزی

تصانیف: (۱) وِناش کا وجیتا (ہندی شعری مجموعہ)

(۲) گئی رُتوں کے ساتھی (فاروق نازکی کی اُردو شاعری کا ہندی روپ)

(۳) دَگ چھِ گُنی (منتخب ہم عصر عالمی شاعری کا کشمیری ترجمہ)

(۴) دِی شاورِنگ فلیمز (ستیش وِمل کی کشمیری شاعری کا انگریزی ترجمہ)

انعامات : وجے سمان ایوارڈ، وَندے ماترم ایوارڈ، پرتھوی پُتر ایوارڈ، شاعرِ وطن انعام، تین بار قومی راج بھاشا ایوارڈ، سرسوتی اروڑہ قومی ایوارڈ۔

شاعری کی ویب سائٹ: www.poetofkashmir.blogspot.com

پتہ : پوسٹ بکس نمبر 1089، جی پی او، سری نگر، سری نگر

فون نمبر : 9419059179

❖

○

پیشِ منظر سے جُدا، شورِ تما شا سے الگ
کف بسر بیٹھے رہے، ہم تیری دُنیا سے الگ

صِرف اِک سانس کا رشتہ ہے تو وہ بھی کب تک
دیکھ کِس طرح کیا خود کو تمنّا سے الگ

اور اب کِتنا تصرّف ہو ہوائے غم کا
گُل صد برگ دلِ داغ سوِدا سے الگ

وقت کی لہر بہائے لئے جاتی ہے ہمیں
ایک دریائے خس و خاک ہے دریا سے الگ

اے جنوں تیرے بہلانے کو کہاں سے لاؤں
روز اِک دشت نیا، دل و دُنیا سے الگ

خواب ہَم راہ اگر جائیں تو چل کر دیکھیں
دور کناروں کے سِوا تیسرا دریا سے الگ

اِک نشہ بھی ضروری تھا بہ قدرِ غم و جان
زندگی کیسے گذرتی سرو سودا سے الگ

❖

○

بیٹھا ہوا ہے کب سے تُو اِن ساحِلوں پہ کیوں
لِکھتا نہیں ہے نقش کوئی پانیوں پہ کیوں

جو تجھ کو منزلوں سے لئے جا رہا ہے دور
مُدت سے چل رہا ہے اِنہی راستوں پہ کیوں

پتّھر تراش لینے کا بھی سیکھا ہے ہُنر
موقوف زِندگی ہے تیری آئینوں پہ کیوں

رشتہ اگر نہیں ہے تیرا قتل و خون سے
دھبے لہو کے آئے ہیں پھر دامنوں پہ کیوں

کیا چاہتے ہیں سر کے بِنا لوگ اب رہیں
خنجر بہ کف ہوا ہے زمانہ سروں پہ کیوں

زخمی اِدھر ہیں سینے تو آنکھیں اُدھر ہیں نَم
پہرے لگے ہوئے ہیں وِملؔ سرحدوں پہ کیوں

○

چھیڑ دی کِس نے بانُسری شاخوں پر
خواب کو نیند آ گئی شاخوں پر

تَن کو میرے ڈھک کے رہ گیا جاڑا
رُوح جَب اُڑ کے لگ گئی شاخوں پر

ان اندھیروں میں جلتی ہے چشمِ نم
تیرہ شب میں ہے روشنی شاخوں پر

پھر خیالوں میں رات کے پھولوں پر
شاہزادی مجھے مِلی شاخوں پر

آشیاں محلوں میں بَنا چڑیوں کا
بس گیا آج آدمی شاخوں پر

❖

اُنہیں فِکر اُگائے وہ کون سا سورج
غروب ہو گیا اِک ایک ظلم کا سورج

عجیب چیز یہ احساسِ جُرم ہوتا ہے
سیاہ کاموں پر اپنے سیاہ تھا سورج

وہ بچے جِنکو نسیمِ سحر سُلاتی تھی
سروں کے اُن پہ ہے اب غرقِ بوجھ کا سورج

خُدا بچائے بصیرت کو اور بصارت کو
اندھیرا دِل میں ہے اور سر پہ قہر کا سورج

عجیب ہیں لوگ اُجالوں کی بات کرتے ہیں
اندھیرا دُور کرے اور ڈوبتا سورج

چھن کے آئینوں سے پتھر نِکل آئیں گے تو
تَن کے گُل دانوں سے خنجر نِکل آئیں گے تو

گھیر کر کاٹ دیئے جائیں گے بازو میرے
اور جعفرؓ کی طرح پَر نِکل آئیں گے تو

ایک سَر آپ نے خواہش کا اُتارا تو کیا
اب جوراوَن کے کئی سَر نِکل آئیں گے تو

آپ پہچان بھی لیں اُنکو تو کیا کرلیں گے
وہ کمیں گاہ کے باہر نِکل آئیں گے تو

درو دیوار کے آثار غلط ہیں لیکن
ہم ہی بُنیاد کے اندر نِکل آئیں گے تو

Academy Urdu\Photos with name\Khursheed Qazmi.jpg not found.

خورشیدؔ کاظمی

نام	:	سید اشتیاق حسین کاظمی
قلمی نام	:	سید خورشیدؔ کاظمی
تاریخ پیدائش	:	۱۸؍جنوری ۱۹۳۷ء، جموں
تعلیم	:	بی ایس سی (ایگریکلچر)
		ایم ایس سی (فاریسٹ)
پیشہ	:	ریٹائرڈ سرکاری ملازم
پتہ	:	۳۳۸/ دلپتیاں جموں۔۱۸۰۰۰۱
فون نمبر	:	9419079144

❖

○

دیکھے ہیں زندگی کے بیاباں کہاں کہاں
ہم نے کیے ہیں چاک گریباں کہاں کہاں

ہم نے تمام عمر گنوا دی تلاش میں
جانے زمین پر ہیں گُلستاں کہاں کہاں

ہم بھی شکستہ دل تھے پریشان وہ بھی تھے
دونوں کی بے بسی تھی نُمایاں کہاں کہاں

کچھ بھی خبر نہیں ہے کہ وہ گُم کہاں ہوئے
بیٹوں کو جا کے ڈھونڈے بھلا ماں کہاں کہاں

جن کی ہمیں تلاش تھی اُن کو نہ پا سکے
نکلے تھے ہم بھی ڈھونڈنے انساں کہاں کہاں

ہم پر تو کُھل سکا نہ کبھی رازِ زندگی
پھرتے رہے ہیں ہم بھی پریشاں کہاں کہاں

خورشیدؔ کو کبھی نہ تمنا تھی داد کی
یوں تو رہا ہمیشہ غزل خواں کہاں کہاں

❖

سر گرم رہے جُھوٹ کا بازار کہاں تک
یہ دیکھئے حق گو ہُوں سردار کہاں تک

سہتے رہیں باطل کی بھی یلغار کہاں تک
سر پر یہ لٹکتی رہی تلوار کہاں تک

حق بات یہاں کس نے سُنی ، کون سُنے گا
اِس دور میں یہ خوبیِ گُفتار کہاں تک

پُر خار جو رَستے ہیں میں ڈرتا نہیں اُن سے
یہ روک سکیں گے مری رفتار کہاں تک

اپنے پہ بھروسہ ہے تو پھر بات بنے گی
ہم اوروں کے دیکھیں دَر و دیوار کہاں تک

دنیا کے بدلنے کے تو آثار نہیں ہیں
انسان رہے بر سرِ پیکار کہاں تک

خاموش اگر دل ہیں تو بولیں گی یہ آنکھیں
ہوگا نہ بھلا پیار کا اظہار کہاں تک

کہنے کی تمنا ہے مگر کہہ نہیں پاتے
اس بے بسی کا ہم کریں اِقرار کہاں تک

اس کو بھی گزرنا ہے گزر جائے گی خورشید
گزریگی نہ آخر یہ شبِ تار کہاں تک

❖

دل میں گھر کرتا ہمارے کبھی مہماں کوئی
یہ تو مشکل ہے بہت یہ نہیں آساں کوئی

اُس کی یادوں کی چبھن لطف بڑا دیتی ہے
چھین لے مجھ سے نہ یہ خارِ مُغیلاں کوئی

کاش حالِ دل ناداں کوئی سمجھا ہوتا
کاش مل جاتا کہیں درد کا درماں کوئی

غمِ دَوران نے عجب حال بنا رکھا ہے
کوئی پژمُردہ ہے جینے سے گُریزاں کوئی

اک ملاقات میں ہم نے انہیں سمجھا اپنا
تُم نے دیکھا ہے بھلا ہم سا بھی ناداں کوئی

وقت نے اتنا ستایا ہے مجھے اے خورشید
کوئی خواہش ہے میرے دل میں نہ ارماں کوئی

❖

○

ہے خزاں اور ہے بہار کبھی — دیکھے اُجڑے بسے دَیار کبھی

بے بسی کا عجب عالم ہے — ایسا دیکھا نہ انتشار کبھی

عزمِ محکم ہے تو نہیں کچھ غم — لگ ہی جائے گی ناؤ پار کبھی

لاتعلق بھی میں رہا اُس سے — اور اُس پر کی جاں نثار کبھی

غم بَرَد آزما رہے مجھ سے — میں نے لیکن نہ مانی ہار کبھی

وقت نے کب ساتھ دیا اپنا — وقت پر ہوتا اختیار کبھی!

ہم بھی دیکھیں ذرا اُدھر کیا ہے — ''آ، چلیں سرحدوں کے پار کبھی''

مشکلوں سے کھیلنا ہے تجھے — ناو طوفان میں اُتار کبھی

زندگی آج بے حقیقت ہے — تھی یہ کتنی ہی پُر بہار کبھی

ذہن و دل کو ملے سکون خورشیدؔ
دور جو ہو یہ انتشار کبھی

❖

○

کسی طرح وہ ہمارے قریب آجائیں
اِس ایک بات کی کب ہم نے کی سبیل نہیں

زمانہ گزرا ملی تھی ہمیں جب آزادی
مگر یہ کیا کہ کوئی اب بھی خود کفیل نہیں

کسی کے عُہدے سے مرغوب ہم نہیں ہوتے
کسی کا عہدہ کوئی عہدۂ جلیل نہیں

یہ زُعم سب کو جہاں میں بڑے ہی دانا ہیں
کریں جو غور تو اُن میں کوئی عقیل نہیں

کسی نے کب یہ کہا ہے کہ حَرفِ آخر ہو
مگر یہ سچ ہے کہ تم سا کوئی جمیل نہیں

بقول عرشؔ خُدا اسلئے خُدا ہے کہ وہ
''سزائیں دیتا ہے لیکن کوئی دلیل نہیں''

ہمیں اَزل ہی سے خورشیدؔ بیر ہے اُن سے
بخیل ہو کے جو کہتے ہیں وہ بخیل نہیں

❖

Academy Urdu\Photos with name\sham talib.jpg not found.

شام طالبؔ

نام	:	شام لال
قلمی نام	:	شام طالبؔ
تاریخ پیدائش	:	یکم جولائی ۱۹۴۱ء
جائے پیدائش	:	اَکل پور، جموں
تعلیم	:	ایم۔اے (اُردو) علی گڈھ مسلم یونیورسٹی
پیشہ	:	ریٹائرڈ سینئر اُردو ٹیچر
تصنیف	:	دردِ دل (اُردو شعری مجموعہ)
انعام	:	پنجاب کیسری ایوارڈ
پتہ	:	سشیل نگر، گول گجرال روڈ، مکان نمبر ۶۵۲ تالاب تلو جموں
فون نمبر	:	9419787665

○

لہجہ ہے کیا زمانے کا پہچانتا نہیں
وہ شخص پتھروں کی زباں جانتا نہیں

چہرے کی بات دل ہی میرا جانتا نہیں
یہ آئینہ بھی اب مجھے پہچانتا نہیں

میں نے قبول کی ہے شکستِ انا مگر
ہارا ہوں میں ہی بازی یہ دل مانتا نہیں

پھر کھو گیا ہوں شورشِ ہستی میں اس طرح
اپنے وجود کو بھی میں پہچانتا نہیں

ہم کس سے پوچھتے یہاں منزل کا راستہ
اِس شہر میں کسی کو، کوئی جانتا نہیں

مجھ سے میرا جو نام و پتہ پوچھتا ہے پھر
کیسے کہوں وہ شخص مجھے جانتا نہیں

برسوں رہا ہے واسطہ میرا حیات سے
لیکن میں جی رہا ہوں یہ دل مانتا نہیں

طالبؔ کسی دیوار کی تصویر ہوں کوئی
سب دیکھتے تو ہیں کوئی پہچانتا نہیں

❖

چہرے سے اترنے کا تماشا نہیں کرتے
ہم لوگ کسی سے کوئی وعدہ نہیں کرتے

اِس دور کا شیوہ ہے ذرا سوچئے پھر سے
اپنوں پہ بھروسہ بھی زیادہ نہیں کرتے

چلنا ہے تو پھر راہ سے تم دوستی کر لو
گِرتے ہوئے کو لوگ سنبھالا نہیں کرتے

درویش تو اک بار صدا دیتے ہیں صاحب
سائل ہیں مگر کوئی تقاضا نہیں کرتے

کیوں ناخدا کے ماتھے پہ اُبھری ہیں لکیریں
اس پار اترنے کا ارادہ نہیں کرتے

اب تو یہی بارود کے سائے ہیں محافظ
سانسوں سے الجھنے کا ارادہ نہیں کرتے

دیوار سے اُلجھا ہوا آئینہ خفا ہے
اس گھر کے ہی چہرے اِسے دیکھا نہیں کرتے

یہ راہ کہاں جاتی ہے مت پوچھئے طالبؔ
اس شہر سے منزل کا تقاضا نہیں کرتے

❖

گردِ سفر کو اپنی پلکوں سے چومتا ہے
دیوانہ وار کوئی پھر خود کو ڈھونڈتا ہے

دیوار و در پر سائے پھر گنگنا رہے ہیں
آسیب گھر کے اندر بے خوف گھومتا ہے

سمجھا نہیں وفا کی بے لوث لرزشوں کو
بے سود کوئی خود سے ہر بار روٹھتا ہے

میں بھی اُداس چہرا چھوڑ آیا آئینے میں
اک عکسِ بے زباں کیا پھر مجھ سے پوچھتا ہے

پتھر کے اس بدن میں شیشے کی دھڑکنیں ہیں
ہر بار کوئی لمحہ اس دل میں ٹوٹتا ہے

دستک نظر کی لب کے در پر رُکی ہے کب سے
کیسا فسوں ہے کوئی لب ہی نہ کھولتا ہے

❖

چہرے پہ کوئی میری نظر لے کے گیا ہے
مجھ سے میرے ہونے کی خبر لے کے گیا ہے

پاؤں ہیں اسی کے مگر یہ مجھ کو پتہ ہے
چلنے کے لئے میری ڈگر لے کے گیا ہے

بے خوف شناور کی اداؤں پہ فدا ہے
کاغذ کے سفینوں کا سفر لے کے گیا ہے

چہرے کے شوالوں میں اسی کے ہیں مناظر
اپنی ہی دعاؤں کا اثر لے کے گیا ہے

بستی کی اُجالوں کی ضیاء آج بھی خاموش
نظروں میں وہی خوف وخطر لے کے گیا ہے

ماں باپ کے قدموں کی ہی برکت ہے طالبؔ
اس دل کی دعاؤں کا اثر لے کے گیا ہے

❖

راستہ کچھ اس قدر بیدار کر
کانٹوں پر بھی زندگی ہموار کر

آج بستی میں میری پہچان ہے
جُرم کیا تو نے کیا اقرار کر

جانیں کب ٹوٹے گی خاموشی میری
منتظر ہوں پھر کوئی اصرار کر

کیوں چراتا ہے نگاہیں بار بار
ہے وفا دشوار تو اقرار کر

عمر کی ان سیڑھیوں سے پھر اُتر
ٹوٹ کر پھر مجھ کو وہ پہلا پیار کر

وقت نے طالبؔ ہراساں کر دیا
رفتہ رفتہ توں مجھے بیدار کر

❖

مجید عاصمی

Academy Urdu\Photos with name\majeed asmi.jpg not found.

نام	:	عبدالمجید حکیم
قلمی نام	:	مجید عاصمی
تاریخ پیدائش	:	۲۳؍جنوری ۱۹۵۲ء
تعلیم	:	ایم۔اے (انگریزی)
ادارت	:	شیرازہ انگریزی، کشمیری، انسائیکلوپیڈیا
پیشہ	:	ریٹائرڈ ملازم
پتہ	:	نوگام چوک، نزدیک ای ڈی بینک سرینگر
فون نمبر	:	9596192373

❖

کبھی پاس کبھی دور

دِن کی روشنی میں
سورج کی تمازت سے
تمناؤں کی چھلنی جیسی چھت سے
میرے ذہن میں
یادوں کی جمی ہوئی برف ____
ایسی پگھلتی ہے
دُھند میں جیسے کسی ____
با اُمید اجنبی کی پرنم آنکھوں سے
حالتِ خاموشی میں
آنسو بہہ نکلیں ____ اور اچانک
اپنے آپ کا راستہ کھو بیٹھے ____!!!

❖

کُرید

شام کی تاریکیوں میں
جھیل کے شفاف چہرے پر رواں
ایک کشتی روشنی کی
یا کسی کالے شجر کا سایہ
یا کوئی عہد جنوں کی یاد
میرے ذہن میں
سایوں کا رقص
کون ہے جو آج بھی نِشتر چبھوتا ہے
گُلوں میں
شام کی تاریکیوں میں
آسماں سے خون رستا ہی رہا

○

سما جاتی ہے رگ رگ میں تمناؤں میں ڈھلتی ہے
میرے خوابوں میں آ کر وہ میری دُنیا بدلتی ہے

بھٹکتا ہے خیالوں میں حیات و موت کا سایہ
میرے احساس کی جب چاندنی آنگن میں ڈھلتی ہے

تمہاری نیلی آنکھوں پر اُجالے ناز کرتے ہیں
تمہاری کالی زُلفوں سے سُہانی رات جلتی ہے

خطا اِس میں تیری کوئی نہیں میرا مقدّر ہے
کہ پَرچھائیں بھی میری مجھ سے اکثر دور چلتی ہے

اُنہی کی روشنی میں داغ اکثر دیکھ لیتے ہیں
نہاں خانوں میں دل کی یار کی جو شمع جلتی ہے

❖

○

دھیان دھوپوں کے سایوں پہ چلتا رہا
چاند تاروں کو ہر دم مسلتا رہا

وہ ہواؤں میں چہرے بدلتا رہا
میں بہاروں کی آہٹ میں ڈھلتا رہا

تیرے ہاتھوں میں بادل کھنکتے رہے
میرے ہاتھوں میں سورج پگھلتا رہا

سڑک تھی نہ میں تھا نہ لمحہ کوئی!
کوئی عکس تھا ساتھ چلتا رہا

سونی نظروں میں کوئی بھی رنگت نہ تھی!
خالی خاکوں میں یونہی مچلتا رہا

جن فضاؤں سے پھیکی پڑی چاندنی!
اُن کے آنگن میں کوئی سُلگتا رہا

عاصمی کے تصوّر میں راتیں تو تھیں
دِن کے ماتھے پر کوئی چمکتا رہا

❖

سفر

چلتے چلتے
اچانک
میرے قدم رُک گئے تھے
یہ سڑک ____؟
پھر میرے اندر
اور میں اس کے اندر
چلنے لگا
اُس سڑک کی پلکوں پر رات ہوئی ہوتی ہے
اسے نہ جگاؤ تم
میں پھر چلنے لگا ہوں

❖

پیارے ہتاش

نام	:	پیارے لال ہنڈو
قلمی نام	:	پیارے ہتاش
تاریخ پیدائش	:	۱؍مارچ ۱۹۴۸ء، اننت ناگ، کشمیر
تعلیم	:	ایم۔اے (اُردو)، ایم۔اے (ہندی)
پیشہ	:	ریٹائرڈ سرکاری ملازم
تصانیف	:	کربِ وجود، لمحاتِ گمشدہ، گردشِ ایام، یادِ زعفران
پتہ	:	ستی سر، دوردرشن گیٹ لین، جانی پور جموں
فون نمبر	:	908661194

❖

○

کوئی راحت نہیں ہے دِل کے پاس
من کا آنگن بہت اُداس اُداس

کِسی دہشت کی تیز آندھی ہے
ہر طرف چھا رہا ہے خوف و ہِراس

کوئی اُس شخص سے مِلائے کبھی
جِس کو آئی ہے زِندگی راس

کیا کہیں اپنے دِل کی کیفیت
مِل کے وہ کرگئے ہیں اور اُداس

جو بھی لمحہ ہے مضمحل سا ہے
یہ طبیعت ہے کُچھ دِنوں سے اُداس

بات اِتنی ہتاش سے پُوچھیں
کون ہے زِندگی کا نبض شِناس

❖

○

زندگی بھر ہم کو رنج و غم ملے

سوچتے ہیں پھر بھی کِتنے کم ملے

اپنی قِسمت پر کرے گا ناز وہ

جِس بشر کو دیدہ پُرنم ملے

شُکر ہے وعدے پر وہ قایم رہا

کیا گِلہ اِس کا کہ کِتنے غم ملے

زِندگی میں دُشمنوں کا ذِکر کیا

دوست بھی اکثر ہمیں برہم ملے

کاش ملتے اہلِ دُنیا اِس طرح

جِس طرح خندہ دِلی سے ہم ملے

اُن کے احسان کِس قدر تھے اے ہتاشؔ

ہم ملے ہیں اُس سے جب سرخم ملے

❖

○

دیکھ کر خُود کو وہ ڈر گیا

اِک عجیب حادثہ کر گیا

اُس کو دعویٰ تھا حق گوئی کا

پھر ضمیر اُس کا کیوں مرگیا

ذات اُسکی تھی ایک انجمن

دہر سے اِک سخنور گیا

مُشکلات آئیں جو راہ میں

معر کے سب وہ سرکرگیا

اے ہتاشؔ اُس کو رکھیں گے یاد

کام دُنیا میں جو کر گیا

❖

○

اجنبی ماحول سارا دُور تک
اب نہیں کوئی ہمارا دُور تک

تُم نہیں ہو جب تو بے مقصد ہے یہ
مہکا مہکا سا نظارا دُور تک

وہ میری آواز سُن پایا نہیں
میں نے تو اُس کو پُکارا دُور تک

اب یہ عالم ہے نظر آتا نہیں
میری کشتی کو کِنارا دور تک

غیر ممکِن ہے یہ روشن ہو سکے
میری قسمت کا سِتارا دُور تک

اجنبی رہ کا مسافِر ہے ہتاشؔ
چلتا رہتا ہے بچارا دُور تک

❖

○

اپنوں سے کسی طور رفاقت نہ ملے گی
حق یہ ہے کہ دُنیا میں مُحبت نہ ملے گی

ہوتے تھے کِسی وقت عبادت کا یہ مرکز
اب دیر و حرم میں بھی عبادت نہ ملے گی

کیا کام نہیں ہوتا یہاں وجہِ ندامت
چہروں پہ مگر پھر بھی ندامت نہ ملے گی

فُرصت ہی کِسے ہے کہ کرے کام کی تفسیر
دُنیا میں کِسی شے کی وضاحت نہ ملے گی

ایسا نہیں کہ آج کوئی کام نہیں ہے
سَو کام مگر اُن میں نفاست نہ ملے گی

اِس دور کا اِنسان ہتاشؔ ایسا نہیں ہے
اِس دور کے اِنسان میں شرافت نہ ملے گی

❖

Academy Urdu\Photos with name\ameen sabonya.jpg not found.

امینؔ صابونیہ

نام : دین محمد امین صابونیہ

تخلص : امینؔ

تاریخ پیدائش : ۲۱/فروری ۱۹۴۸ء

مقام پیدائش : ڈنسال تحصیل وضلع جموں

تعلیم : بی۔اے (آنرز)

پیشہ : رجسٹرار جموں وکشمیر سٹیٹ کنزیومر پروٹیکشن کمیشن

تصنیف : ذکرِ یار

پتہ : ۹۹/ پیر مٹھا جموں

○

پُوچھ پُوچھ کر عقل سے چلنا ،دیوانوں کا کام نہیں
دن میں دیپ جلے تو جلنا ،پروانوں کا کام نہیں

اہلِ جنوں کی سنگت میں کچھ سال بِتانے پڑتے ہیں
عشقِ بُتاں کی باتیں کرنا ،وِدوانوں کا کام نہیں

اُن کی مے میں مستی ہے اور اِن کی مے میں عشق ہی عشق
اہلِ حرم کا شیوہ ہے جو، میخانوں کا کام نہیں

تاج ،حکومت چُھوڑ کے عاشق ،بن باسی بن جاتے ہیں
عشق و محبت ٹوٹ کے کرنا ،فرزانوں کا کام نہیں

دل کی بستی کیسے اُجڑی ،بستے گھر و یران ہوئے
میرے اپنے ہی ہے دشمن ،بیگانوں کا کام نہیں

ذکر یار ذرا چھیڑو تو ،ایک غزل ہو جاتی ہے
عشق کی باتیں ظاہر کرنا ،افسانوں کا کام نہیں

دردِ دل ہے دردِ جگر ہے ،دردِ سر ہے عشق امینؔ
عشق کی اُلجھن کو سُلجھانا ،ایوانوں کا کام نہیں

❖

○

ایسا لگتا ہے سرِ شام پڑی ہو جیسے
میرے دروازے پہ پھر رات کھڑی ہو جیسے

شام ڈھلتی ہے تو یہ چیخنے لگ جاتے ہیں
میرے زخموں کی ابھی عمر بڑی ہو جیسے

ایسے کُھل کے میری آنکھوں کا برسنا شب بھر
فرقتِ یار کی پہلی سی جھڑی ہو جیسے

اب بھی یاد آتا ہے رہ رہ کے وہ ہنسنا اُسکا
رونے دھونے کے لئے عمر پڑی ہو جیسے

یہ لہو بن کے نگاہوں سے ٹپکتی یادیں
زخموں کو برسنے کی عادت سی پڑی ہو جیسے

دوڑ تی چلتی سی سانسوں کا تسلسل توبہ
زندگی لگتی ہے بس چار گھڑی ہو جیسے

دوقدم چل کے ہی تھک جاتا ہوں اکثر میں امینؔ
میرے اِن پیروں میں زنجیر پڑی ہو جیسے

❖

○

ذکر پھر دست حنائی سے ہمارا لکھ دے
ایک خط درد بھرا دوست دوبارا لکھ دے

جانِ من تُو نے جیسے ٹوٹ کے چاہا تھا کبھی
اجنبی تھا وہ تجھے جان سے پیارا لکھ دے

تیری ایک ایک ادا پر جو غزل کہتا تھا
اب ہے کس حال میں وہ درد کا مارا لکھ دے

کیسے کٹتی ہیں تیری ہجر میں راتیں ہمدم
حالِ دل اپنا صنم آج تو سارا لکھ دے

ہم نے افسوس تیرے وصل کی مانگی تھی دُعا
ٹوٹتے رشتوں کو اِس دل کا سہارا لکھ دے

نظر آتے نہیں اب رشتے نبھانے والے
کوئے جاناں سے نہ ہم گزریں دوبارا لکھ دے

کُوچے کوُچے میں یہ دیوانہ صدا دیتا ہے
کُورے کاغذ پہ کوئی نام تمہارا لکھ دے

دوست دُنیا سے جو بیزار نظر آتے ہیں
اُنکی پیشانی پہ تُو درد ہمارا لکھ دے

پھر سے طُوفاں نے ڈبونے کی قسم کھائی ہے
میری کشتی کے مقدر میں کنارا لکھ دے

وہ محبت بھی کچھ اِس طور سے کرتا ہے امیںؔ
جیسے شاعر کوئی ذرّے کو ستارا لکھ دے

امیںؔ صابونیہ

○

جینے پہ اعتراض نہیں، زندگی تو ہو — کم ہی سہی حیات میں لیکن خوشی تو ہو

ہم غم تمام ہجرتوں کے بھول جائیں گے — بیتی رُتوں کی زندگی میں واپسی تو ہو

آؤ پھر ایک بار گلے مل کے روئیں ہم — اس ریتلی زمین میں تھوڑی نمی تو ہو

اب چھالے میرے دیکھ کے یہ سوچتے ہیں لوگ — بدنام میرے ساتھ یہ آوارگی تو ہو

دیتا ہے وہ مُحبتیں خیرات کی طرح — یہ سوچتا ہے قربتوں میں کچھ کمی تو ہو

جگنو جو بھیجتا ہے میری چھت پہ شب ڈھلے — وہ چاہتا ہے گھر میں میرے روشنی تو ہو

قدموں کو اُسکے چوُم لوُ بڑھکر خلوص سے — انسان چاہے ہو نہ ہو وہ آدمی تو ہو

اک رُوز سیکھ جائے گا تو بحر و وزن بھی — کچھ سر پھروں سے پہلے تیری دوستی تو ہو

اب آخری پڑاؤ پہ ہے زندگی میری — مولا مصیبتوں میں میری کچھ کمی تو ہو

ہنس ہنس کے مل رہے ہیں گلے وہ امیںؔ سے
کچھ پاس اور ہوں تو ذرا دل لگی تو ہو

❖

فریدہ کول

نام	:	فریدہ کول
تخلص	:	فریدؔ
ولدیت	:	مرحوم علی محمد کول
تعلیم	:	پی۔ایچ۔ڈی (اُردو)
پیشہ	:	پروفیسر (اُردو) وومنز کالج، سرینگر
تصنیف	:	سلگتی بہاریں (شعری مجموعہ)
پتہ	:	وانہ بل، راولپورہ سرینگر
فون نمبر	:	9419092531

○

بزمِ وہم و گماں میں رہتی ہوں
ہر گھڑی امتحان میں رہتی ہوں

سنگ دل لوگ ہیں ہر اک جانب
پتّھروں کے جہاں میں رہتی ہوں

کوئی بھی تو نہیں کہ بات کروں
ایک خالی مکاں میں رہتی ہوں

رات دن ہے جو برق کی زد میں
میں کسی آشیاں میں رہتی ہوں

مجھ کو بھی یہ خبر نہیں ہے فریدؔ
کس کے دل کس کی جاں میں رہتی ہوں

آئینہ بھی اسقدر لرزاں نہ تھا
عکس قایم تھا مگر حیراں نہ تھا

خوب واقف تھا یہ میرے عزم سے
وقت میرے حال پہ خنداں نہ تھا

حادثوں کا جب تھا پل پل سامنا
کوئی بھی گوشہ میرا پنہاں نہ تھا

جانتا تھا زندہ رہنے کا ہنر جو
زندگی میں وہ کبھی گریاں نہ تھا

زندگی اس طور سے گزری فریدؔ
غم تھے اتنے پھر بھی دل گریاں نہ تھا

اِسے شدتِ غم کے ماروں میں لکھنا
مرا نام بھی بے سہاروں میں لکھنا

جنہیں جذب کرتی ہے شب کی سیاہی
مرا ذکر ایسے ستاروں میں لکھنا

ملی ہے یہ موجوں کو کیسی جدائی
یہی بحر کے دو کناروں میں لکھنا

میرے نام جتنی بھی محرومیاں ہیں
یہ سب کچھ سُلگتی بہاروں میں لکھنا

فریدِؔ شکستہ کا جو حال بھی ہے
یہی شاعرانہ اشاروں میں لکھنا

○

عمر گزری مری سرابوں میں
ذکر ہوگا کہاں فسانوں میں

جان و دل میں ہے کشمکش سی عجیب
ڈوب جاتی ہوں کن جہانوں میں

آدمی تھا خلوص کا پیکر
ہم یہ پڑھتے رہے کتابوں میں

اس طرف بھی اک نگاہِ کرم
آپ کھوئے ہیں کن خیالوں میں

ضبط لازم ہے دورِ نو میں فرید
زندگی جذب ہو نہ اشکوں میں

❖

○

دل و نگاہ پُر کچھ ایسے چھا گیا کوئی
بجھا چراغ تھا دل کا جلا گیا کوئی

عجیب موج تھی اُس کی ادھر سے کیا گزرا
اُجڑ گئی تھی جو بستی بسا گیا کوئی

نظر نظر سے ملی تھی ہے اتنا یاد مجھے
بُجھی چنگاری تھی جس کو جلا گیا کوئی

نگاہِ شوق سے اِک بار مُسکرا سا دیا
مجھے خود اپنا دیوانہ بنا گیا کوئی

سوائے ان کے نہیں کچھ بھی اِک نظر میں فرید
میری حیات پر کچھ ایسے چھا گیا کوئی

❖

Academy Urdu\Photos with name\khalid Karar.jpg not found.

شیخ خالد کرّار

نام	:	شیخ خالد محمود
قلمی نام	:	شیخ خالد کرّار
ولدیت	:	الحاج شیخ قمرالدین
تاریخ پیدائش	:	۱۹ر دسمبر ۱۹۷۷ء، سمہوٹ، سرنکوٹ، پونچھ
تعلیم	:	بی۔اے (آنرز)
پیشہ	:	گرافک ڈیزائننگ، صحافت
تصانیف	:	آخری دن سے پہلے (افسانوی مجموعہ ۱۹۹۹ء)
		آنگن آنگن پت جھڑ (شعری مجموعہ ۲۰۰۰ء)
		سوا نیزے پہ سورج (شعری مجموعہ ۲۰۰۷ء
		وُرود (شعری مجموعہ ۲۰۱۰ء)
اعزاز	:	"ہمالین مین آف لٹرز" ۲۰۰۸ء
پتہ	:	این سی سی کمپیوٹرز، قمر دین بلڈنگ
		اقبال نگر، سرنکوٹ، پونچھ (جموں و کشمیر)
فون نمبر	:	9419148463
ای میل	:	skkarrar@gmail.com

❖

○

کسی کے خواب کو احساس سے باندھا ہوا ہے
بہت پختہ بہت ہی پاس سے باندھا ہوا ہے

ہمارے تخت کو مشروط کر رکھا ہے اُس نے
ہمارے تاج کو بن باس سے باندھا ہوا ہے

سیاہی عمر بھر میرے تعاقب میں رہے گی
کہ میں نے جسم کو قرطاس سے باندھا ہوا ہے

مرے اثبات کی چابی کو اپنے پاس رکھ کر
مرے انکار کو احساس سے باندھا ہوا ہے

ہمارے بعد اِن آبادیوں کی خیر کیجو!
سمندر ہم نے اپنی پیاس سے باندھا ہوا ہے

سجا رکھی ہے اُس نے اپنی خاطر ایک مسند
مرے آفاق کو انفاس سے باندھا ہوا ہے

عجب پہرے مرے افکار پر رکھے ہیں خالدؔ
عجب کھٹکا مرے احساس سے باندھا ہوا ہے

❖

○

توشۂ خواب لئے چلتا ہوں
جسم کی قاب لئے چلتا ہوں

ہر قدم اپنے لہو میں غلطاں
موجِ پایاب لئے چلتا ہوں

یاد رکھتا ہوں پُرانی باتیں
دل میں زہراب لئے چلتا ہوں

جسم شل اور سفر تازہ ہے
روحِ بیتاب لئے چلتا ہوں

ایسا کرتا ہوں سرِ کُوئے ابد
کچھ نئے خواب لئے چلتا ہوں

❖

○

اِمکان سے باہر کبھی آثار سے آگے
محشر ہے مرے دیدۂ خوں بار سے آگے

عِرفان کی حد یا مرے پیکر کی شرارت
نکلا مرا سایہ مری دستار سے آگے

اک جنس زدہ نسل ہے تہذیب کے پیچھے
بازار ہے اک کوچہ و بازار سے آگے

سُورج ہے شب و روز تعاقب میں وگرنہ
ہے اور بہت رات کے اسرار سے آگے

ہم لوگ کہ منزل کے بُھلاوے کے گرفتار
آثار سے پیچھے کبھی آثار سے آگے

❖

شیخ خالد کرّار

یعنی

میں یعنی کہ میں

وہی ہوں نا کہ جو تھا ہی نہیں

میں وہی ہوں جو کہیں ہوں

میں وہی ہوں نا کہ جو تھا اور ہوں گا

میں یعنی ہوں

میں وہی ہوں جس نے ایک دن مارا تھا مجھ کو

میں ہی تو تھا جس نے مجھ کو خُوں بہا دے کر کہا تھا

تُو کہیں ہے

میں نہیں ہوں

میں وہی ہوں جو کہ ہے لیکن نہیں ہے

میں ! کچھ نہیں معلوم میں ہوں کہ نہیں ہوں

تو گویا میں کہیں تھا، میں کہیں ہوں

میں یعنی ہوں

لایعنی ہوں

❖

شیخ خالد کرّار

زیبرا کراسنگ اور میں

زیبرا کراسنگ پر

میں کھڑا ہوں مُدت سے

جیسے رُک گئیں نبضیں

جیسے تھم گیا دوراں

زیبرا کراسنگ پر میں کھڑا ہوں مُدت سے

اور ہیں میرے پیچھے

منہدم کئی صدیاں

اور ہیں میرے آگے

منتظر ہزاروں سال

جل کے راکھ ہونے کو

زیبرا کراسنگ پر

سوچتا ہوں آؤ تو

تُم مجھے بلاؤ تو

میں لپک کے لمحوں کی

بھیڑ بھاڑ سے نکلوں

❖

عُشاق کشتواڑی

Academy Urdu\Photos with name\ushaq kistiwari.jpg not found.

نام	:	جگدیش راج رانا
قلمی نام	:	عُشاق کشتواڑی
تاریخ پیدائش	:	۹/اکتوبر ۱۹۴۲ء
تعلیم	:	مڈل پاس
تصانیف	:	متاعِ سوز ونشاط
		روودادِ کشمیر
		چہرۂ ناخدا
پتہ	:	شمنا کالونی، کشتواڑ، جموں
فون نمبر	:	9697524469

❖

○

خُدائے برتر کمال کر دے یہ معجزہ بے مِثال کر دے
وہی اخوّت کا سلسلہ ہو جو آدمیّت بحال کر دے

ملول چہروں کی بستیوں میں حیات لمحوں کو گِن رہی ہے
کوئی تو سانسوں کی دے ضمانت جو زندگی کو بحال کر دے

حسین جھرنوں کے پانیوں میں نہ موجِ خوں کی ملاوٹیں ہوں
نہ جبر و دہشت تیری زمیں پر بشر کا جینا محال کر دے

اُداس پیڑوں کی ڈالیوں پر سسکتی شب یوں دُعا بہ لب ہے
اِلٰہی پھولوں کے زرد چہروں کی سُرخیاں تو بحال کر دے

ہلالِ شب کی اُداس آنکھیں ہیں نظمِ عالم پہ سخت حیراں
اُسے بھی حسرت ہے ختم مولےٰ یہ دورِ رنج وملال کر دے

میں عہدِ فردا کی ہُوں امانت نہ کیسے عُشاق پھر یہ مانگوں
زوال سے اب نِکال ہم کو خُدایا یہ بھی کمال کر دے

❖

تُم سے مِلا نہ پیار کا اقرار ابھی تک
پایا ہے بس اِنکار ہی اِنکار ابھی تک

سجدہ گُزار ہم ہوئے سو بار ابھی تک
لیکن کھُلا نہ ہم پہ درِ یار ابھی تک

دیکھا تھا ایک بار مگر دِل پہ نقش ہیں
وہ جلوہ ہائے گیسُو و رُخسار ابھی تک

قُربان جاؤں آپ کے پازیب کی آواز
فردوسِ گوش اسکی ہے جھنکار ابھی تک

راتوں کو ہے آرام نہ دِن کو ہی سکوں ہے
فُرقت ہے تیری درپئے آزار ابھی تک

عُشاقؔ ساتھ چھوڑ گئی گو کہ جوانی
دل رسمِ وفا میں ہے گرفتار ابھی تک

❖

جب طبیعت اُداس ہوتی ہے
تیرے جلوؤں کی یاس ہوتی ہے

غیر پیتے ہیں میکدے میں ترے
میرے حصّے میں پیاس ہوتی ہے

دِل کی چھوکھٹ سجائے رکھتا ہوں
اُن کے آنے کی آس ہوتی ہے

بادِ سحری کے نَرم جھونکوں میں
تیری زُلفوں کی باس ہوتی ہے

اُس ستم گر کی گُفتگو میں بھی
شَہد کی سی مِٹھاس ہوتی ہے

خِلوتوں میں بھی آجکل عُشاقؔ
وصل کی التماس ہوتی ہے

❖

واقعی تم کمال کرتے ہو
پتھّروں سے سوال کرتے ہو

پیتے آئے ہیں جو لہو اکثر
اُن کو اپنا خیال کرتے ہو

ڈنک دینا ہے سانپ کی فِطرت
پھر بھی تُم دیکھ بھال کرتے ہو؟

جِس نے رِشتوں پہ ڈال دی مِٹّی
اُس سے رشتہ بحال کرتے ہو

میں ہوں نادان اَور دانا تُم
کاہے پیدا وبال کرتے ہو

بزم میں ہم سے بغاوت ہوگئی
صدرِ محفل سے عداوت ہوگئی

ہم نظر اُن سے مِلائیں کیا مجال
دید کو اُن سے رقابت ہوگئی

رنگ لایا اَبرِ باراں کا اَثر
مے کشوں کو مے عنایت ہوگئی

بام پر آنے لگے وہ بے نقاب
اب تو جَلووں کی سخاوت ہوگئی

لڑ گئیں عُشاقؔ آنکھیں اُن سے آج
ہم سے دانستہ شرارت ہوگئی

Academy Urdu\Photos with name\Muqbool Sahil.jpg not found.

مقبول ساحلؔ

نام : محمد مقبول کھوکھر

قلمی نام : مقبول ساحلؔ

ولدیت : محمد جمال الدین کھوکھر

تاریخ پیدائش : ۱۵؍مارچ ۱۹۶۸ء

جائے پیدائش : اڑحال (کوکرناگ)، کشمیر

تعلیم : بی ایس سی (پارٹ فسٹ)

پیشہ : صحافت

تصانیف : خاموش تلاطم (اُردو شعری مجموعہ)

شبستان وجود (جیل ڈائری)

پتہ : معرفت ہفت روزہ پکار، جواہر نگر سرینگر

فون نمبر : 9419022177

❖

○

جام تشنہ ہیں ،پریشاں ساقی و میخانہ چپ!
ساری محفل ہو گئی سُن کر میرا افسانہ چُپ!

بد دعا اور طعنہ وتشنع سے ہیں محروم ہم
آج کیوں ہے یہ تیرے لب کا بھرا پیمانہ چُپ؟

ہے اِدھر دربان و پہرہ، قید خانہ اور اُدھر
میری خاطر منتظر ہے اک بھرا کاشانہ چُپ

آپ کی زلفیں کھلیں اور شام ہر سو ہوگئی
روشنی بیٹھی ہوئی ہے دور در دُردانہ چُپ

پہلی بارش کی نمی پاتے ہی کھولے گا زباں
کب تلک بیٹھے گا رحمِ خاک میں اک دانہ چُپ!

سازِ دل کے راز سے واقف ہے تو بے خوف چل
یادِ ماضی ہے کہ رہتا تھا کبھی ویرانہ چُپ

گلشنِ کشمیر کی ان بُلبُلوں سے کیا کہوں؟
حشر میں بیٹھے ہیں گویا عاقلِ و فرزانہ چُپ

اس گرجتی بزم میں ساحلؔ! بھلا کیوں ہو گیا
مجھکو حاضر دیکھ کر ہر محرم و بیگانہ چُپ!

❖

○

نیم شب مجھ کو جگانا اور رُلانا چھوڑ دو
ہو سکے تو روز یوں خوابوں میں آنا چھوڑ دو

کچھ شریروں نے جھپٹ کر چھین لی گُڑیا میری
اب کھلونوں کے مجھے تحفے دلانا چھوڑ دو

کھول دے گا در قفس کے ایک دن صیاد خود
اپنے نغمے اور اُس کا آب و دانہ چھوڑ دو

شوق سے تم پھونک دو خود آشیاں میرا مگر
غیر سے مل کر خدا را دل جلانا چھوڑ دو

جس کے باشندے محبت کو نہ اپنا رب کہیں
وہ گلی، وہ گھر، مکاں اور وہ ٹھکانا چھوڑ دو

اب میں اس کے در سے اپنا سر اٹھاؤں گا تبھی
جب کہے گا خود وہ سنگِ آستانہ چھوڑ دو!

آج گر میں آپ کے کہنے پہ آنسو پونچھ لوں
کل کہو گے تم کہ ساحلؔ! مسکرانا چھوڑ دو

❖

○

اُن کی آنکھ پہ اک پردہ ہے، میرے لب پہ سوتا لے
جھوٹی مُوٹی ایک کہانی گڑھ لیتے ہیں جگ والے ن

پیدا ہوتے ہی جو اپنی ماؤں کو کھا جاتے ہیں
ان بچھوؤں کو کب تک کوئی اپنے دامن میں پالے؟

ہاتھ پکڑ کر ساتھ چلیں تو ساتھ ہو دونوں عالم کا
اس دُنیا میں ہوتے ہوں گے ایسے بھی قسمت والے

کیوں کوئی اپنا وقت گنوائے، کیوں کوئی ہم کو یاد کرے؟
شہر کی سڑکوں پر پھرتے ہیں لاکھوں مجنوں، متوالے

صبر کا پیالہ پی کر ہم نے اس کا دامن تھاما ہے
آج کو کل پر، کل پرسوں پر، پرسوں برسوں پر ٹالے

موت جنھیں لے جاتی ہے، وہ لوٹ کے پھر کب آتے ہیں؟
زندہ ہیں تو اک نا اک دن، آئیں گے، جانے والے

اتنی بھی کیا جلدی ہے، دو چار گھڑی بس رُک جا اور
اپنا جنازہ پڑھ لے ساحلؔ! اپنی لاش تو دفنا لے

❖

کیوں دیتے ہیں ہم کو طعنے ، یہ جانے ، پہچانے لوگ
اپنے آپ ہی گڑھ لیتے ہیں کچھ قصے افسانے لوگ

حالت اپنی نا بدلی تو کچھ بھی ممکن ہے یارو!
ہم سے ملنے آجائیں گے اک دن پاگل خانے لوگ

اتنے کالے جُرم کو ثابت کون کرے گا؟ رب جانے !
خود ہی قتل کیا ، دفنایا ، خود ہی دوڑے تھا نے لوگ

وہ لے آئے جال اور پھندے ، ہم نے بدلی اپنی چال
کیونکر ہم کو زیر کریں گے یہ بھولے ، انجانے لوگ

بستی بستی پھرتے رہتے ہیں جب دشمن ہستی کے
مستی میں جیتے رہتے ہیں ہم جیسے مستانے لوگ

اپنے ، بیگانے شامل ہیں جشن ہمارے میں ، پھر بھی
نوچ رہے ہیں اپنا چہرہ بیٹھ کے کھسیانے لوگ

دیکھ کے ان کی مکاری کو، غصہ آتا ہے ساحلؔ!
پہلے جی بھر آگ لگائی ، پھر آئے پچھتانے لوگ

❖

کوئی سمجھے تو سمجھائیں.

کوئی سمجھے تو ہم سوچیں
کوئی جانے تو ہم بولیں
کوئی ہمراز ہو ایسا
کوئی دلدار ہو ایسا
نبض چھو کر پتہ کر لے
ہمارے دل کی چاہت کو
ہمارے من کی حسرت کو
نگاہوں سے نگاہوں تک
اشاروں ہی اشاروں میں
بیاں ہو داستاں دل کی
نہ کوئی لب کُشائی ہو
نہ کوئی جگ ہنسائی ہو
ہو چہرہ آئینہ ایسا
کہ جس میں عکس ہو دل کا
کوئی سمجھے تو ہم سوچیں
کہ اس دل میں محبت ہے
بڑی میٹھی سی چاہت ہے
یہاں پلتے ہیں سوار ماں
یہ دل ہے پیار کا ساگر
یہاں ہیں پیار کے طوفاں

کوئی سمجھے تو سمجھائیں
محبت کس کو کہتے ہیں
کوئی دیکھے تو دکھلائیں
کہ چاہت کیسی ہوتی ہے
مگر بے جان چٹانیں
بیاباں دل، یہ ویرانے
یہ گونگے جسم
قاتل لب!
نظر خنجر.....
ذہن صحراء....
بدن بنجر.....
میری نازک مزاجی کے
حریفوں کی قطاریں ہیں
انھیں میں کیسے سمجھاؤں؟
انھیں میں کیسے بتلاؤں؟
کہ میرے دل میں کیا کیا ہے!
میری آنکھوں میں کیا کیا ہے!
کوئی سمجھے تو سمجھائیں
کوئی دیکھے تو دکھلائیں!

❖
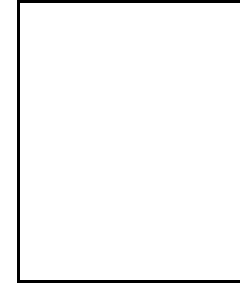
شبیر آزرؔ

نام	:	شبیر حُسین خواجہ
قلمی نام	:	شبیر آزرؔ
یومِ پیدائش	:	یکم اپریل ۱۹۶۰ء
تعلیم	:	ایم۔اے (اُردو) کشمیر یونیورسٹی
پیشہ	:	مُلازم ہیلتھ سروسز کشمیر
تصنیف	:	صریرِ قلم
پتہ	:	۳۹۲/ایم آئی جی کالونی، بمنہ قمرواری سرینگر
فون نمبر	:	9697334365

❖

لفظ بولتا ہے

کون سی عینک
لگا کر دیکھوں___؟
کس زاویے
جھانک کر پرکھوں___؟
وہ
کہ ایک نقطہ ہے
اندر ہی اندر
سرکتا جائے___؟
بدلتا جائے
شکلوں پہ شکلیں
چلنے لگے
تو
رُک سا جائے
اور
ٹھہرے ایسے کہ چل پڑے
گُم ہیں
اس کی پہنائیوں میں
صحرا صحرا وسعتیں___!
نظر نظر ہے
سوال بدوش___؟
ہر منظر کے
بدل جانے پر
کئی جنموں سے
گذر جاتا ہوں___!
میں کہ ایک لمحہ ہوں
پر
تاریخ در تاریخ بھٹک رہا ہوں___!”

❖

کروٹ

جنم لینے سے آج تک
بستر زیست پر
نہ جانے کتنی کروٹیں بدلی ہونگی
اور
میں شکن در شکن
بکھرتا گیا، بکھرتا ہی گیا......!
اور
آج جب خود کو میں نے
کوشش کی سمیٹنے کی
تو
اپنے آپ کو
سفید کاغذ کے چند اوراق پر
بکھرا ہوا پایا......!
اور
میں ایک اور کروٹ لیکر
ٹھٹھر گیا......!''

❖

تنہائی

سوکھے شجر سے
ہرے پیڑ تک کا ہر موسم
اکیلا ہے
جڑ، ٹہنی
شاخ، شگوفے
یہ چہچہے، یہ نکہتیں......!
یہ رنگ ڈھنگ کی
محفلیں......!
میرے سفر میں نہیں
ہوسکے
تو پڑھ لینا
شفق، دھنک
بادل، بارش
دوشِ ہوا
اور دستِ جبیں پر بھی لکھا ہے
''تنہائی____!''

❖

جال

اس جال کے اندر
صدیوں کا مقید
میں
طاقتِ پرواز بھی
رکھتا ہوں____!
مگر
میں اس جال میں پڑے
بوسیدہ شگافوں سے
نکل کر اُڑنا نہیں چاہتا
پر پھیلاؤں تو
فضا کی سعتوں میں
قید ہو جاؤں گا......!

❖

موت

میرے حصے کی
خونین راتیں......!
یا
آئینۂ گذشتہ
جس کے اندر میں جھانکتا ہوں
اور
ایک آواز......!
کہ تو مُردہ ہے
مر چکا ہے
میں خونچکاں ساگر میں
ڈوب کر
موت کی تاریخ ڈھونڈتا ہوں......!

❖

بوجھ

میں
بکھرے ہوئے سورج کی
دو قاشیں
ساگر میں ڈبو کر آیا ہوں......!
اب
لوٹ رہا ہوں
اپنی طرف،
اندھے ساگر سے
راہ منور ہوتی ہے ____!
تعاقب میں
کوئی
پھر میری طرف
دوڑا ہوا بڑھنے لگا
میں
لمحہ لمحہ کاندھوں پر
پھر بوجھ سا محسوس کرتا ہوں......!''

❖

سوالیہ نشان

آنکھ کھلی
تو میرے چار جانب
اجنبی راستوں کا
بکھرا جال تھا......!
میں
ہر راستے پر چل کر
تیرے ہی گھر تک پہنچا......!
اور
آج تیرے سنگ سنگ
جس راہ پر
چل رہا ہوں
قدم قدم
اس راہ کے سینے پر
اُبھر رہا ہے
اک سوالیہ نشانہ......!

❖

برہنگی

تیری
سانسوں کے بکھراؤ کا
مانوس گواہ
میں
بہت بکھر چکا......!
اور
اپنے اُبلتے وجود کی
ایک پرچھائی ہوں
''تم''
دُھند سے اُبھرتی ہوئی
چند کرنوں کی چمک میں
فردا کی تصویروں
کا البم......!
سجا سجا کر
ماضی کے یخ بستہ نشاں
مٹا رہی ہو......!
''میں''
برہنہ دھول کا بھنور
مستقبل میں اُبھری
تصویروں پر پھیل سکتا ہوں
تم
میرے رُخ پر
کانپتے ہاتھ سے
برہنگی لکھنا......!

❖

بشیر احمد بشیرؔ

Academy Urdu\Photos with name\Bashir Ah.Bashirjpg not found.

نام	:	بشیر احمد
قلمی نام	:	(ابنِ نشاطؔ) کشتواڑی
ولدیت	:	غلام رسول نشاطؔ کشتواڑی
پیدائش	:	14 نومبر 1938ء، کشتواڑ
پیشہ	:	مدرس
تصانیف	:	'نالۂ درد' (شعری مجموعہ)،
		نویدِ سحر (شعری مجموعہ)
پتہ	:	نشاط منزل، وارڈ نمبر 13،
		محلّہ اخیار آباد، مُتصل بس سٹینڈ کشتواڑ
فون نمبر	:	9018487470

❖

○

حُسن کو بخشی ہے قدرت نے کچھ ایسی دلبری
کرہی لیتی ہے دلوں کو بس میں اسکی ساحری

سنگ ہوکر پیار سے خالی اگر ہو جائیں دل
حُسن کی پھر ہونہ کچھ وقعت نہ اسکی دلبری

آج کا مظلوم خود ظالم کو دیتا ہے سزا
پھرنہ اسکا بانس رہتا ہے نہ بجتی بانسری

دل کی جوٹوٹے ہیں اِس دنیا سے اُکتائے ہوئے
کیا کریں وہ عشق اور کیا حُسن کی بھی دلبری

حُسن کا شیدا ہے خالق بھی جو ہے سب سے حسین
بخش دی اُس نے جبھی ہے اس کو اتنی سروری

کیوں نہ اُس سے عشق ہو، ہے حُسن جسکا دائمی
آتی جب باقی حسینوں میں ہے آخر ابتری

ہم نے مانا اب جہاں میں ہے ترقی اے بشیرؔ
غور سے دیکھو تو ہے یہ زندگی آنسو بھری

❖

مرے دل کی بھی کچھ سُنا کیجئے
کچھ اپنے بھی دل کی کہا کیجئے

نہ اپنی ہی دُھن میں رہا کیجئے
کسی سے محبت کیا کیجئے

وہ دل، آپ ہی کے جو بیمار ہیں
اب اُن کی شفا کی دُعا کیجئے

دلوں سے کہ اُٹھتی جو آواز ہے
کبھی تو اُسے بھی سُنا کیجئے

مرے دل میں اٹھتا کہ جو درد ہے
کوئی گر نہ جانے تو کیا کیجئے

ہوں بیمار اے دِل رُبا آپ کا
مرے دردِ دل کی دوا کیجئے

ہزاروں ہیں دل آپ کی قید میں
خدارا اب ان کو رہا کیجئے

خلوص اور دکھاوے میں تو فرق ہے
نہ دنیا میں مکر و ریا کیجئے

نہ دے جائے دھوکہ کوئی اے بشیر
ذرا دیکھ کر دل دیا کیجئے

بڑی بارگہ حق کی ہے اے بشیر
یہاں دل سے سجدہ کیا کیجئے

دردِ فُرقت میں کسی کی دلرُبائی چاہیئے
دلنوازی چاہیئے درد آشنائی چاہیئے

دل شکستہ ہے کسی کی ہمنوائی چاہیئے
ناؤ ڈُوبے جارہی ہے نا خدائی چاہیئے

چاہتے سب مخلصانہ ہیں وفا اپنے لئے
کون کہتا ہے کہ مجھ کو بے وفائی چاہیئے

زندگی ہے موت سے بدتر غم و آلام میں
مشکلیں آساں جو کردے وہ خدائی چاہیئے

کیوں غزل خالی تخیُّل کی بنے اک داستاں
اس میں عملی زندگی کی رُونمائی چاہیئے

اِس جہاں میں بہتریں کوئی عمل چاہیئے اگر
اپنے باطن اور دل کی پھر صفائی چاہیئے

مشکلوں کا حل اگر تُو چاہتا ہے اے بشیر
خالقِ کون و مکاں سے پھر دُہائی چاہیئے

خاموش فضاؤں میں آواز شبستانی
کم اس سے ذرا ہوتی ہے رات کی سنسانی

کچھ دل ہیں کہ جن میں ہے اخلاص و وفا اب بھی
ان کی بھی مگر دُنیا نے قدر نہیں جانی

ڈوبا ہُوا لگتا ہے وہ عدل کا سُورج اب
ہے ظلم کی آندھی نے پھیلائی وہ سنسانی

کیا چیز ہے وہ جس کی عظمت ہے مرے دل میں
مردانِ خدا کے وہ انداز ہیں سُلطانی

آپس کی بڑائی اور چھل کینہ حسد اور بُغض
ہر گز نہیں انسانی یہ کام ہیں شیطانی

رہتا ہے بشیر اب جو ہر دم میری نظروں میں
اک عارفِ کامل کا چہرہ ہے وہ نُورانی

ناداروں کو ہے کُچلا اب تک دولت کے انباروں نے
جب خون سے سینچا دنیا کو مزدوروں نے ناداروں نے
ماحول و اثر پیدا کرنا دُنیا میں عمل ہے ہر اک کا
دیکھا تو بڑا اک رول ادا اب تک ہے کیا کرداروں نے
اِس دور میں جیت ہے ظالم کی مظلوم تو مارا جاتا ہے
دُنیا پر قبضہ کر ڈالا ہے ظالم بد کرداروں نے
دُنیا کی فطرت میں اتنی کیوں ہے احسان فراموشی
انساں پہ کیا اکثر ہے ستم اس کے اپنے ہی پیاروں نے
فُٹ پاتھوں پر ہیں آج کروڑوں لوگ جو بے گھر ہیں اب تک
جب دولت پر قبضہ ہے کیا ظالم سرمایہ داروں نے
بدخواہوں نے ہم پر ہیں بشیر اب تک جو ستم اور ظلم کئے
مرہم ہے لگایا پھر ان زخموں پر اپنے غم خواروں نے

Academy Urdu\Photos with name\parveen raja.jpg not found.

پروین راجہ

نام	:	پروین راجہ
دختر	:	عبدالاحد راجہ
تعلیم	:	ایم۔اے،اُردو
پیشہ	:	سرکاری ملازم
پتہ	:	باراں پتھر،بٹہ مالو،سرینگر کشمیر190009
فون نمبر	:	9469447965

❖

○

یہ کس کس لہو کی ہے روانی
بتا اے کاشمر جنّت نشانی

افق سے توڑ کر لائی ہوں چھُپ کے
ترے ماتھے کے منظر کہکشانی

مرے ہاتھوں پہ آ کے چُپ ہوئی ہے
حنا سے پھوٹتی شعلہ بیانی

مجھے ساحل پہ چھوڑا کس ہوا نے
جھٹک کے لے گیا دریا کا پانی

جتا کر حق پُرانا پھر سنادی
شکستہ آرزوں کی کہانی

بدن سے ٹوٹ کر گرتے ہیں تارے
مرے اندر ہے روشن شب سہانی

❖

تیرے جنگل کا نظارہ اور ہے
میری آنکھوں کا اشارہ اور ہے

تو نے سب تارے بُجھائے اے ہوا
میرے دل میں اِک ستارہ اور ہے

دشت میں خود کو چھُپا لیتے مگر
تیز آندھی کا اشارہ اور ہے

ساری فصلیں میری غارت کر گیا
میرے حصے کا خسارہ اور ہے

دیکھتے کیا ہو صفوں کی درہمی
پشت پر لشکر ہمارا اور ہے

تھے مقفل سارے در مجھکو رہا کس نے کیا
لمس کے اِن سورجوں سے آشنا کس نے کیا

وہ تو آنکھیں ڈھانپ کر لمبی مسافت پر گئے
کیسے کہہ دیں جاگنے کا فیصلہ کس نے کیا

بارشوں کی اوٹ میں بے چارگی لہرا گئی
دفن ریگِ دشت میں دستِ دعا کس نے کیا

دیکھ آنکھوں کے دیے میں نے جلائے جابجا
خواب کی دہلیز پر تم کو خفا کس نے کیا

اوڑھ کر وہ شب کی چادر سامنے آیا مرے
روشنی کو راہ میں زنجیر پا کس نے کیا

❖

ہیں گرتی برف میں رقصاں پرندے
تیرے صدقے یہ میری جاں پرندے

سنا ہے دب گئے سب یخ کدوں میں
بہاروں پر جو تھے نازاں پرندے

نہیں تھا دیدنی کچھ جنگلوں میں
نظر آئے دو اک حیراں پرندے

ہوائیں خون تشنہ ہوگئی ہیں
فضاؤں میں ہیں پُرافشاں پرندے

غضب کی خامشی ہے وادیوں میں
نشیمن میں ہیں بے ساماں پرندے

یہ ارضِ کاشمیر میں کون آیا
سنائی دے رہے گریاں پرندے

❖

عذاب جھیل رہا ہے بشر بشر کیسے
سماعتوں کا یہ گریہ ہو مختصر کیسے

یہ کس کے ہاتھ نے مسمار کر دیا ہے ہمیں
سوال گونج رہے ہیں شجر شجر کیسے

چہار سمت دھویں کی ہے اک لکیر کھینچی
ہو اُنکی قید سے آزاد کوئی سر کیسے

یہ ڈھونڈتے ہو کِسے تم لہو کی جھیلوں میں
پکارتے ہیں تمہیں دیکھ چشمِ تر کیسے

اچھالتے ہیں مری سمت تپتی ریت سبھی
یہ ریگزار ہے میں کہہ دوں کاشمر کیسے

❖

Academy
Urdu\Photos with
name\Alamdarjpg
not found.

علمدار عدمؔ

نام : ڈاکٹر سید علمدار حسین شاہ کاظمی

قلمی نام : علمدار عدمؔ

تاریخ پیدائش : ۳؍نومبر ۱۹۷۵ء

تعلیم : ایم۔اے(اُردو)،بی ایڈ،

NET۔پی۔ایچ۔ڈی۔

پیشہ : ملازمت،کلچرل اکیڈیمی

تصانیف : (۱) اُردو غزل کی تاریخ اور تنقید

(تحقیقی وتنقیدی مقالہ)

(۲) آگہی کا سفر(شعری مجموعہ)

پتہ : گاؤں قصبہ،تحصیل حویلی۔پونچھ

فون نمبر : 9697274313

❖

○

ملگجے میں رہا زندگی کا بدن
اُس نے دیکھا نہ تھا روشنی کا بدن

میرے بچپن کے سب کھیل مُرجھا گئے
مجھ میں پلتا رہا آگہی کا بدن

میں جو کہتا تو سب راز پر تولتے
مجھ میں خاموش تھا اَن کہی کا بدن

گھُپ اندھیری تھی،تنہا تھی وہ رات اور
ساتھ لپٹا رہا چاندنی کا بدن

اس میں الفاظ و معنی کے سب رنگ تھے
پھر بھی روٹھا رہا شاعری کا بدن

❖

○

حصارِ ذات میں رہنے کی ہے سزا جیسے
شعورِ زیست لگے ہے خفا خفا جیسے

میرے جنوں کا قِصّہ بھی ایسا قِصہ ہے
تمہاری یاد کے لمحے جدا جدا جیسے

یہ اتفاق عجب ہے کہ شہرِ آزار میں
لبوں پہ نام تمہارا ہے بد دُعا جیسے

یہی تو بات ہے میری زمین کی مٹی میں
میں گھوم پھر کے وہیں پھر سے آ گیا جیسے

میں گمرہی کے جوں ہی ذائقے تلاش کروں
میرے درون میں آئے ہے زلزلہ جیسے

❖

○

ہر اِک سو آئینہ خانہ نہیں ہے
یہ چہرہ بھی میرا اپنا نہیں ہے

لرزتا ہوں پھر اُس سے کیوں۔ اگرچہ
وہ میرے جسم کا حِصّہ نہیں ہے

وفا، احساس، ہمدردی، محبت
نئے بازار کا سودا نہیں ہے

ابھی تو خواب سے جاگی ہے دُنیا
مکمل کوئی بھی جاگا نہیں ہے

وہ اپنے آپ میں اک انجمن ہے
اکیلا ہے مگر تنہا نہیں ہے

❖

ابھی تو آخری سرحد پہ وار کرنا ہے
تیری نظر نے تجھے سنگ سار کرنا ہے

ملا ہے اِذن کِسے پھر سفر پے جانے کا
کِسے عبور نیا ریگ زار کرنا ہے

ٹھہر گئے ہیں جنوں کی ہر ایک سرحد پہ
کہ آگہی کا ہمیں انتظار کرنا ہے

یہ اور بات کہ اب راستہ ملے نہ ملے
سفر تو پھر بھی ہیں اختیار کرنا ہے

وہ کربلا ہے، وہ صحرا ہے وہ ستم گر ہے
یہ قافلہ ہے اِسے دشت پار کرنا ہے

❖

مجھے پتھّر ملا ہے
مگر گر کر ملا ہے
جزیرہ اک نیا سا
میرے اندر ملا ہے
زباں بندی کہیں پر
کہیں اجگر ملا ہے
بھٹکتا جا رہا تھا
کوئی راہبر ملا ہے
میں جس کو ڈھونڈتا تھا
میرے اندر ملا ہے
عدمؔ خوابوں میں اکثر
مجھے شب بھر ملا ہے

❖

Academy Urdu\Photos with name\salim sagarjpg not found.

سلیم ساغرؔ

نام	:	سمیع اللہ
قلمی نام	:	سلیم ساغرؔ
تاریخ پیدائش	:	۱۵؍نومبر ۱۹۷۷
ولدیت	:	غلام محمد بٹ
تعلیم	:	ایم۔اے (اُردو)، ڈبل نیٹ
پیشہ	:	درس وتدریس
تصنیف	:	انتظار اور سہی (اُردو شعری مجموعہ)
پتہ	:	تُل باغ پانپور، کشمیر۔۱۹۲۱۲۱
فون نمبر	:	9622537656

○

کتابِ زیست کا روشن وہ اقتباس لگے
ہزاروں اجنبی لوگوں میں روشناس لگے

حسین اتنا تبسّم ہے مُسکرائے جب
مہلکتے پھولوں کی صورت وہ آس پاس لگے

اُسی کی انور چراغِ حیات میں روشن
وہ زندگی کی شباہت کے آس پاس لگے

ہر ایک لمحہ اُسی کا شعور پر پرتَو!
کبھی تو جان پہ اپنی بھی التباس لگے

''قیاس کُن زگلستانِ من بہار مرا''
ابھی سے دل یہ محبت میں بدحواس لگے

عجب مزاج ہے ساغرؔ ترا ابھی کیا کیجئے؟
ابھی تھا شوخی کا پیکر ابھی اُداس لگے

○

ہر درد کیا اُس نے مرے نام سے منسوب
اُلفت میں مری ذات ہے الزام سے منسوب

میں ریت کا گھر روز بناؤں سرِ ساحل
قسمت نے کیا مجھ کو یہ کس کام سے منسوب

آوارگیِ لمحۂ بے نام مری عمر
کچھ صبح سے نسبت ہے نہ ہوں شام سے منسوب

یہ سوچ رہا تھا کہ مری آنکھ بھر آئی
کیا کیا نہ خطا ہے دلِ ناکام سے منسوب

باطن کی صفائی ہو بیاں نوکِ قلم سے
پھر شعر ہوا کرتا ہے الہام سے منسوب

○

نظر میں کوئی تو تازہ گلاب رکھ دیتے
حیات کرنے کو کوئی تو خواب رکھ دیتے

تمام عمر کا کیف و سرو پا جاتے
ایاغِ چشم سے پیتے، شراب رکھ دیتے

کوئی نہ ہوتی کہانی نہ کوئی افسانہ
تمام لوگ جو چہرہ کتاب رکھ دیتے

تم اس کو چاند جو کہتے ہو ٹھیک ہے لیکن
وہ تیرے آگے اگر آفتاب رکھ دیتے!

ہمیں تو خود میں یہ آنکھیں ڈبو چلی ہوتیں
جھکا جھکا کے نہ عالی جناب رکھ دیتے

مری قضا نے ہی روکا وگرنہ ممکن تھا
وہ میری حصے میں سارے عذاب رکھ دیتے

رباعیات

کیا چیز محبت ہے وہ کیا جانتے ہیں
جب زہر ہیں پیتے تو دوا جانتے ہیں
کھل جائے گی اِک دن یہ حقیقت اُن پر
جو خاک کے پُتلے کو خدا جانتے ہیں

☆

اِک حرف اگر نوکِ زباں سے نکلا
سمجھو تم اک تیر کماں سے نکلا
پھر تجھ سے ہر اِک لفظ وہ ہوگا منسوب
جو اوروں کے اپنے دہاں سے نکلا

☆

آنکھوں میں اشکوں کا بسیرا کب تک؟
آفات کا لوٹے گا لٹیرا کب تک؟
منہ پھیرے زندگی لگی ہے جانے
ہے شامِ غریباں کا سویرا کب تک؟

☆

کب تک دُکھ درد سے گزرنا ہوگا
حالات کے ہاتھوں سے بکھرنا ہوگا
کچھ تو اے زندگی بتا دے کہ ہمیں
کب تک یوں ترے نام پہ مرنا ہوگا

☆

پل بھر کی یہ ساعت ہے گلابوں والی
پھر آگے ہے عمر عذابوں والی
موسم جب بدلے گا تو سمجھو گے
بے کار محبت ہے کتابوں والی

❖

گلشن خطائی

نام	:	غلام محمد خطائی
قلمی نام	:	گلشن خطائی
ولدیت	:	مرحوم، حاجی احمد علی خطائی
تاریخ پیدائش	:	۶ر ستمبر ۱۹۴۶ء
جائے پیدائش	:	حول، سرینگر
پیشہ	:	کاروبار (کوچین کیرالا)
پتہ	:	لال بازار، سرینگر، حال کوچین کیرالا
فون نمبر	:	09633747272

❖

○

حسین فریب دئے جس نے بار بار مجھے
اُس کے وعدے پہ ہے پھر بھی اعتبار مجھے

اُڑے گی خاک یوں ہی میرے دل کی دُنیا کی
فریب دیتی ہے کیوں آ کے پھر بہار مجھے

وہ غمکدہ میں میرے آئیں گے ہے ناممکن
نہ جانے پھر بھی ہے کیوں اُنکا انتظار مجھے

میں خود ہی لُٹ کے ہوں بے ننگ و نام دُنیا میں
کرے گا حشر میں کیا کوئی شرمسار مجھے

قفس میں رہ کے نشیمن کی یاد سے حاصل؟
خُدا را چھیڑ نہ اے موسمِ بہار مجھے

اُنہیں کی یاد سے آباد دِل کی دُنیا ہے
خیال آئے نہ کیوں اُن کا بار بار مجھے

میں خود ہی بیٹھا ہوں افسردہ و حزیں گُلشن
ستائے اور نہ آکر خیالِ یار مجھے

❖

○

تعمیرِ گُلستاں کون کرے — تنظیم کا ساماں کون کرے
کس کو غمِ جاناں سے فرصت — ذکرِ غمِ دوراں کون کرے
اب دیوانے فرزانے ہیں — اب چاکِ گریباں کون کرے
جب اہلِ گُلستاں گُلچیں ہوں — تزئینِ گلستاں کون کرے
آمادہ ہیں سب گُل کرنے پر — شمعوں کو فروزاں کون کرے
جب دل کے زخم فروزاں ہیں — پھر جشنِ چراغاں کون کرے
جب فرق بہار و خزاں میں نہیں — پھر ذکرِ بہاراں کون کرے

وہ جانِ غزل جب رُوٹھا ہو
گلشنؔ کو غزلخواں کون کرے

❖

○

شکوۂ جَور یار کیا کرتے
حُسن کو شرمسار کیا کرتے

ایک پَل کو نہیں قرار اِسے
دِل کو اور بیقرار کیا کرتے

جب شبِ غم ہی اِک قیامت تھی
موت کا انتظار کیا کرتے

تھی نہ اُمید اشک شوئی کی
آنکھوں کو اشکبار کیا کرتے

ہیں ازل سے ہی کشتۂ تقدیر
جبر کو اختیار کیا کرتے

زندگی موت کی سہیلی ہے
اُس کا پھر اعتبار کیا کرتے

جو بہاریں خزاں کے ساتھ آئیں
اُن کا ہم انتظار کیا کرتے

وہ پشیمان تھے خود ہی جب گُلشنؔ
اور اُنہیں شرمسار کیا کرتے

❖

○

اب کہاں حوصلوں کا وہ انداز
پَر نہ باقی نہ طاقتِ پرواز
قربتیں چاند سے بڑھیں اتنی
چاندنی ہوگئی میری ہمراز
بھاگئی دِل کو سادگی تیری
اب خیالوں میں بج رہے ہیں ساز
دُوریاں آئیں کیسے رشتوں میں
ایک ذرّہ تھامیں تُو ذرّہ نواز
حالِ دِل کب چھُپائے چھُپتے ہیں
کھُل ہی جاتے ہیں ہر کسی کے راز
راحتِ دل سُکون و چین کہاں
اب تو ہر سمت ہے یہی آواز
موسمِ گُل چلا گیا گُلشنؔ
ہے مگر شاعری سے راز و نیاز

❖

○

کئی عمر ذکرِ بُتاں کرتے کرتے
بتوں کی حکایت بیاں کرتے کرتے
نہ اِک پَل کو نیند آئی آنکھوں میں اپنی
کٹی رات، آہ و فغاں کرتے کرتے
محبت خُدا ہے، محبت ہی ایماں
یقین ہوگیا اب گماں کرتے کرتے
ہمیں ناز تھا وہ سمجھتے ہیں اپنا
نہیں کہہ دیا آج ہاں کرتے کرتے
بنے اشک ہی ترجماں درد وغم کے
زباں رُک گئی جب بیاں کرتے کرتے
سکوں مل گیا مرکے اب ہم کو گُلشنؔ
جیۓ فکرِ سُود و زیاں کرتے کرتے

❖

Academy Urdu\Photos with name\waheed.jpg not found.

وحید مسافرؔ

نام	:	عبدالوحید قریشی
قلمی نام	:	وحید مسافرؔ
ولدیت	:	مرحوم غلام احمد قریشی
تاریخ پیدائش	:	۲؍جولائی ۱۹۵۴ء
تعلیم	:	گریجویٹ
پیشہ	:	فارماسسٹ
پتہ	:	چنار باغ، باغات کنی پورہ نوگام
فون نمبر	:	9419064259

❖

○

میرے زخموں کو وا کرے کوئی　　ٹوٹے دل سے دُعا کرے کوئی

ہے قبا تار تار پھولوں کی　　کتنے دامن سِیا کرے کوئی

کوچہ کوچہ بہت اندھیرا ہے　　اب کے روشن دِیا کرے کوئی

کوئی دیتا لہو ہے نذرانہ　　خونِ آدم پیا کرے کوئی

اب بھی جاگی نہ کیا خودی تیری　　عصمتیں جب فنا کرے کوئی

ٹھنڈی آہوں سے اور کانٹوں سے　　میرا دامن بھرا کرے کوئی

بے جھجک بات حق کی کہتے ہیں　　موت سے کیوں ڈرا کرے کوئی

بحرِ جذبات پُر سکوں لیکن　　اب طلاطم بپا کرے کوئی

کیوں مسافرؔ سزا ملے ہم کو
دشمنوں سے وفا کرے کوئی

❖

زندگی بھر یہ حسین لمحے گزر کر سوچنا
خار کو گُل دیکھنا شیشے کو پتھّر سوچنا

سامنا کن مشکلوں سے ہے زمیں والوں کو تم
آسمانوں کی بُلندی سے اُتر کر سوچنا

نشۂ نخوت، خمارِ آگہی، زُعمِ انا
ہے کٹھن ایسے حصاروں سے نکل کر سوچنا

کون کمتر کون برتر سب برابر ہیں یہاں
ہے خطا شہرِ وفا میں اِس سے ہٹکر سوچنا

ہے اصولوں پر ہماری زندگی کا انحصار
ہر قدم پر امتحاں ہے یاں مسافرؔ سوچنا

❖

میرے دردِ دل کی دوا دیجئے
میں عریاں ہوں مجھکو قبا دیجئے

یہ انساں ہے ہر وقت فتنہ بدوش
نہ شعلوں کو ہر گز ہوا دیجئے

میں فرقت میں اُنکی ہوا ہوں نڈھال
رفیقوں سے یارب ملا دیجئے

بہت ہم نے نوحے سُنے آج تک
غزل کوئی میٹھی سنا دیجئے

مسافر وہ تھا اِک بڑا حادثہ
خدا را اُسے اب بھُلا دیجئے

❖

میرا قاتل ہاتھ میں لایا کھُلا خنجر چلو
آج دیکھیں ہم بھی اپنے قتل کا منظر چلو

قطرۂ شبنم سے سارا جسم اپنا جل گیا
چاندنی کے شعلہ سامانی سے تم بچ کر چلو

راستوں پر نقشِ پا تُم چھوڑ کر آنا ضرور
راہ بھٹکتے قاتلوں کے رہنما بن کر چلو

سیرِ گلشن کا تصوّر خود بخود مٹ جائیگا
تم ذرا کچھ دور میرے ساتھ کانٹوں پر چلو

پردہ پوشی سے حقیقت کو بدل سکتے نہیں
رہزنوں کو فرض کر لیتے ہیں ہم رہبر چلو

کارواں کے تم مسافر راہِ حق پر گامزن
ان طلاطم خیز موجوں میں سپر بن کر چلو

یہ الزام مجھ کو دئے کیسے کیسے؟
بہانے بنائے نئے کیسے کیسے؟

اگر اختلافِ زر و مال بھی ہو
تو مِل جُل کے جھگڑے مٹے کیسے کیسے

میرے دِل کا درپن تو یوں بھی عیاں ہے
ترے ہم نے قصّے سنے کیسے کیسے

میں شاہین، اونچی ہے پرواز میری
مگر جال تم نے بُنے کیسے کیسے

ہے ہونٹوں پہ مُہرِ خموشی مسافر
ستم تو نے پیہم پر کیے کیسے کیسے؟

with name\Dr ameer hussain shad.jpg not found.

امیر حسین شادؔ

نام	:	ڈاکٹر امیر حسین جعفری
تخلص	:	شادؔ
تاریخ پیدائش	:	۸؍جون ۱۹۶۶ء
تعلیم	:	بی۔یو۔ایم۔ایس (علی گڑھ)
پیشہ	:	ملازمت
تصانیف	:	(۱) آہنی آواز (اُردو شعری مجموعہ)
		(۲) پرسنگ (پہاڑی شعری مجموعہ)
پتہ	:	گاؤں سانگلہ، تحصیل سرنکوٹ، ضلع پونچھ

❖

○

جہاں جاؤں وہیں تو روبرو ہے
میری نظروں میں تو بس ایک تو ہے

جسے کہتے ہیں ملتا ہی نہیں وہ
اُسے پانے کی اپنی جستجو ہے

اُفق کی روشنی ہے نور تیرا
مہک تیری زمیں پر کوبہ کو ہے

میں جس بستی، میں جس قریہ میں پہنچا
حکومت تیری پائی چار سو ہے

ہر اِک کے سر کو تیرے در پہ پایا
تصوّر میں تو کتنا خوب رو ہے

تو مل جائے اگر تو شاد دل ہو
یہی بس ایک میری آرزو ہے

❖

الم نا کی مقدر ہوگیا ہے
جگر شیشہ تھا پتّھر ہوگیا ہے

میرا دل کیسا اِک گھر ہو گیا ہے
تمناؤں کا دفتر ہو گیا ہے

ہواؤں کے بدل جانے سے دیکھو
یہاں راہ رو بھی رہبر ہوگیا ہے

میں صحرا تھا کسی کی اِک نظر سے
عطا مجھکو سمندر ہوگیا ہے

❖

اِک گلستان تھا میں تو کوئی صحرا کب تھا
میرے اندر میرے احباب نے جھانکا کب تھا
میں ڈھونڈتا تھا دکھاوے کے سب نشیب وفراز
مگر یہاں پہ میرا کوئی راز آشنا کب تھا
تراشتا تھے نئے روز اس کے نام کے بُت
تصورات میں اُس کو میں پوجتا کب تھا
رہا ہے باعثِ شدت طبیبِ جاں کا غلو
یہ درد ورنہ کوئی دردِ لا دوا کب تھا
حساب لیں گے فرشتے بھی کتنے عیبوں کا
کسی بھی لمحہ میں دنیا میں پارسا کب تھا
عطا ہے شاؔد یہ اُس کی کہ اس مقام پہ ہوں
سخن وری میں کوئی میرا رہنما کب تھا

❖

○

رستے میں چلتے چلتے مجھ کو رہبر مل گیا
دوریاں بھی مٹ گئیں اور اُس کا بھی گھر مل گیا

ایک مدّت تک میں پورے شہر میں پھرتا رہا
شام ہوتے ہی مجھے میرا مقدّر مل گیا

لوگ صحراوں کی جانب ڈھونڈنے نکلے جِسے
میں نے جب دیکھا تو مجھ کو اپنے اندر مل گیا

بھول بیٹھا غم جہاں کے پاس ہے بس اُسکی یاد
اِک بہانہ دل کے بہلانے کی خاطر مل گیا

شاؔد کو دُنیا میں قدرت نے نوازا اِس طرح
جب بھی قطرے کی دُعا مانگی سمندر مل گیا

❖

○

کون کس کو دیکھتا ہے شہر میں
حشر کا منظر بنا ہے شہر میں

ہر درندہ دشت کا اس دور میں
آ کے کیسے چیختا ہے شہر میں

آہِ مفلس سے جو آیا زلزلہ
ہر محل اونچا گِرا ہے شہر میں

نفرتوں کو عام جو کرتا رہا
کس قدر رسوا ہوا ہے شہر میں

ظلم کی چکی میں انساں پس گئے
خون کا دریا بہا ہے شہر میں

❖

Academy Urdu\Photos with name\Gh.nabi Gafil.jpg not found.

غلام نبی غافلؔ

نام	:	غلام نبی
تخلص	:	غافلؔ
تاریخ پیدائش	:	۱۴/اپریل ۱۹۷۸ء
پتہ	:	گاؤں سوید، علاقہ دچھن، تحصیل مڑواہ، کشتواڑ
فون نمبر	:	9797358426

○

گُنبدِ بے در پہ اک در کا نزول
روزِ محشر اور پیمبر کا نزول

عقل ہائے فکر پرور کا نزول
وادیِ گُل بادِ صرصر کا نزول

چلتے پھرتے پتّھروں کی ہے دُعا
ذر اُگلتے دستِ آذر کا نزول

فصل ہے یہ کِشتِ جسم وجان کی
آسماں سے تو نہیں شر کا نزول

سب دھڑوں کو 'لا' کے اک محور پہ رکھ
عین ممکن ہے کہ ہوسر کا نزول

کتنی صدیوں سے چکا یا جائیگا
آہ اصغر پر یہ خنجر کا نزول

یاد رکھ غافلؔ بھرے با زار میں
بالیقیں ہے ایک دن گھر کا نزول

❖

زبان و طرزِ بیاں اپاہج رموزِ فن کی خبر نہیں ہے
یہ سازِ فطرت کا رُخ ہے کوئی مجھے تو ذوقِ ہنر نہیں ہے

فریفتہ اس قدر نہ بن تو حسین بے شک ہے حورِ دنیا
خزاں ہے زیرِ نقاب رقصاں، شبابِ گُل معتبر نہیں ہے

مشالِ مہر و قمر منور ہر اک ظلمت کدے کرلو
عنایتوں کی ستائشوں پر نگاہِ شمس و قمر نہیں ہے

زمانے والو تمہیں ہوا کیا ابھی سے ماتم حسینیت کا
ابھی تو قلب و نظر ہی خم ہیں ابھی تو سجدے میں سر نہیں ہے

نوائے حق کی پرکھ یہی تھی سکونِ محفل سے روٹھ جائے
صدائے ضربِ کلیمِ نو سے، خفا تو کوئی بشر نہیں ہے

ضمیر و خوفِ خدا کی باتیں حدود دِیر و حرم سے باہر
قدیم انسان جدیدیت میں تمہاری ممکن گزر نہیں ہے

نگاہِ پُر شوق کے ہیں طالب ہزاروں جلوے قدم قدم پر
خطا ہے تیری ہی چشمِ غافلؔ کہ تجھکو ذوقِ نظر نہیں ہے

سرابوں سے ہی پوچھیں گے اگر سیراب ہونے کی
کہیں گے بات قطروں سے گہر سیراب ہونے کی

سفر کی ابتداء ہی سے ہو جن کی تشنگی مبہم
اُنہیں زحمت نہیں دیتی سحر سیراب ہونے کی

خدا کے واسطے مجھ پر کرم اے بحرِ شعلہ زن
تمنائی ہے یہ موجِ شرر سیراب ہونے کی

یہ مانا ہے پسِ طوفان بھی سامانِ زرخیزی
مگر پھر چاہئے تابِ جگر سیراب ہونے کی

سراپا حیف و غم بن کر دُعائے مغفرت کرنا
کسی پیاسے کی جب آئے خبر سیراب ہونے کی

قدم مِرّیخ پر ہے جسم کا اور روح کہتی ہے
نہیں آتی کوئی صورت نظر سیراب ہونے کی

جب بھی مانگا مانگا مجھ کو سِکھا تشنہ لبی
ہوسدا ہونٹوں پہ میرے اے خدا تشنہ لبی

آرزوئے روسیا ہی قبضۂ آبِ رواں
جستجوئے سرخ روئی کربلا تشنہ لبی

روح کی تشنہ لبی کو مان لو مرگِ حیات
زندگی کا نام لکھ لو جا بجا تشنہ لبی

موجزن ہو گا بالآخر بحرِ مقصود و مُراد
رقص تو فرمائے پہلے دِلبر با تشنہ لبی

لاکھ سمجھو تم اسے حرماں نصیبی مے کشو
ظرفِ عالی دیکھ کر ہی لکھ دیا تشنہ لبی

سیم تن زہراب چشموں کے بلاوے چار سو
اور غافل کا تغافُل ،آسرا تشنہ لبی

نہ منزلیں نگاہ میں نہ رہگذر نگاہ میں
قدم قدم مر اسفر، مری نظر نگاہ میں

بلند سے بلند ترہیں یہ سفیدہ گوں شجر
بلندیوں کی عظمتیں ثمر ثمر نگاہ میں

میں حسرتوں کی زد پہ ہوں وہ دلنشین ہو گیا
دریچہ باز تھا کوئی نہ کوئی در نگاہ میں

قیام حشر کا تھا وہ کہ اُس نظر کی تاب تھی
شباب پر تھا آفتاب سرد تر نگاہ میں

جنوں یاب ہی نہیں سکوں مآب بھی ہے وہ
حسین خواب بھی کسی مقام پر نگاہ میں

فنا کی دسترس میں ہے نظارگی کا بانکپن
نہ جلوہ گہ میں وہ طلب نہ وہ نظر نگاہ میں

with name\Darakshan Andrabi.jpg not found.

درخشاں اندرابی

نام : ڈاکٹر درخشاں اندرابی

قلمی نام : درخشاں اندرابی

تعلیم : پی۔ایچ۔ڈی (اُردو)

تصانیف : (۱) جہار (ترجمہ)

(۲) تارک نبُک تارک موٗٹھ

(۳) اَکھ چھَل زمین اَکھ چھَل آسمان

اعزازات : وجے سمان ایوارڈ، وَندے ماترم ایوارڈ، شاعرِ وطن انعام، ساحر لدھیانوی ایوارڈ۔

پتہ : لال بازار سرینگر کشمیر

فون نمبر : 9419021285

❖

○

کِس قدر دشوار ہے ان اجنبی شہروں میں رہنا
گھر کی چوکھٹ ڈھونڈنے میں ہجرتوں کے درد سہنا

اُس سے کرنا گفتگو بس آتے جاتے موسموں کی
اور سرگرداں ہوا سے اپنے دِل کی بات کہنا

اب تو اُسکی جستجو کا ایک ہی انداز ٹھہرا
تتلیوں کے ساتھ پھرنا، خوشبوؤں کے ساتھ رہنا

پھر کسی کی آنکھ میں دیکھا گیا ہے موسمِ گُل
کتنے دِن کے بعد میں نے کوئی کھلتا رنگ پہنا

کو بہ کو پھرتے ہی کٹ جائے گی ساری عمر اپنی
کیا سرابوں کے نگر میں منزلوں کی قید سہنا

اِک بھنور میں گھومتی ہے آنکھ کی کشتی ازل سے
اپنی فِطرت ہی کہاں تھی پانیوں کے ساتھ رہنا

❖

لب پہ توحید تو دِل میں لئے بُت خانہ پھروں
سب کے ہمراہ چلوں، سب سے جُدا گانہ پھروں

اجنبی شہر سے یوں گذروں کہ جیسے گھر سے
اپنے ہی گھر چلی آؤں تو بیگانہ پھروں

بھٹکی رُوحوں کی طرح خاک سے تاہفت افلاک
دائیرہ دائیرہ افسانہ در افسانہ پھروں

سفرِ شوق کی اِک سمت متعین بھی تو ہو
کب تلک وقت کے بازار میں طِفلانہ پھروں

نظر آیا نہ خزاں سے کوئی اُکتایا ہوا
میں تو ہاتھوں میں لئے پھول کا نذرانہ پھروں

رات کی آنکھ میں میرے لئے خواب بھی تھے
یہ الگ بات کہ ہر خواب میں گرداب بھی تھے
زندگی بانجھ سی عورت تھی کہ جسکے دِل میں
بوند کی پیاس بھی تھی، آنکھ میں سیلاب بھی تھے
زخم تو رسنے لگے اِک تیرے چھو لینے سے
دُکھ سمندر تھے مگر موج پایۂ آب بھی تھے
چاند کی کِرنوں میں آہٹ تیرے قدموں کی سُنی
اور چاند کے ڈھل جانے کو بے تاب بھی تھے
تُجھ سے جو لمحہ مِلا، لمحۂ مشروط مِلا
وصل کی ساعتوں میں ہجر کے آداب بھی تھے
اژدھا پانیوں کا شہرِ نوا لوٹ گیا
ماتمی آنکھ میں آنسوں میرے بے آب بھی تھے
کِتنا آباد میرے ساتھ تھا سایوں کا ہجوم
کیسے تنہائی کے صحرا تھے جو شاداب بھی تھے

میری غزل بھی رہی اس طرح زمانے میں
فقیر جیسے ہو پیروں کے آستانے میں

یہ اور بات کی احساس کھا گیا دھوکا
تمہاری یاد تھی شاملِ تمہیں بھلانے میں

اس احتیاط سے میں نے کہے ہیں سارے شعر
تمہارا نام نہ پڑھ لے گئی زمانے میں

سوائے اس کے کہ اپنی خبر نہیں اُس کو
نہ پائی کوئی کمی آپ کے دیوانے میں

تیری کتاب میں وہ اِک ورق جو سادہ ہے
میرا وجود ہے اتنا تیرے فسانے میں

یہ پتے جو اپنی شاخ سے بچھڑے ہیں
فصلِ خزاں کے یا میرے آئینے ہیں

تجھکو دیکھوں بادل، خوشبو جھونکے میں
اِک چہرے میں کتنے لاکھوں چہرے ہیں

بھیگی رات میں کوئل کی فریاد سنو
آج گھٹا کے رنگ بہت ہی گہرے ہیں

کالی رات کا سینا کاٹ کے سب تارے
تیرے نام کے جگنو بن کر اُترے ہیں

تیرے خال و خد کو کیا پہچانوں میں
تیرے عکس کے سارے رنگ سنہرے ہیں

شاخیں ننگی ہو کر کیوں چلّاتی ہیں
پَت جھڑ کے لمحے تو گونگے بہرے ہیں

with name\Abdul Gani jagal.jpg not found.

عبدالغنی جاگل

نام	:	عبدالغنی جاگل
تخلص	:	غنؔی
تاریخ پیدائش	:	۱۲/اپریل ۱۹۶۲ء
جائے ولادت	:	گورسائی مینڈھر
ولدیت	:	وزیر محمد آسؔی
تعلیم	:	بی۔ای۔سول، ادیب کامل علی گڑھ
تصانیف	:	(۱) واقعاتِ اکابر (مضامین)
		(۲) سلگتا صحرا (شعری مجموعہ)
		(۳) داغ داغ اُجالا (شعری مجموعہ)

❖

○

کِسی کردار پر آنکھیں جمی ہیں
علمبردار پر آنکھیں جمی ہیں

کرے گی کب تیری تصویر باتیں
اُسی دیوار پر آنکھیں جمی ہیں

یہ دل تھرّا رہا ہے پھر بھی لیکن
لبِ اظہار پر آنکھیں جمی ہیں

ہوا رخصت مسیحؔا بات کیا ہے
کہ میخ و دار پر آنکھیں جمی ہیں

فرشتۂ اَجل کیوں ڈر گیا ہے
غنؔی معمار پر آنکھیں جمی ہیں

❖

○

خضر جیسا ہے راہ بر مجھ میں
مجھ کو درپیش ہے سفر مجھ میں

کشتی و ناخدا کئی خطرے
کئی طوفاں کئی بھنور مجھ میں

کوئی تیشہ بدست پھرتا ہے
ہر طرف شعلہ و شرر مجھ میں

پیڑ ان کے بریدہ شاخ سبھی
شاخ در شاخ ہیں شجر مجھ میں

بحرِ زخّار موجزن کوئی
ہر طرف ڈھیر ہیں گُہر مجھ میں

خون سے تر بہ تر گلی کوچے
دستِ قاتِل ہے زور پر مجھ میں

جس طرح سے ہرن پہاڑوں پر
لوٹتے ہیں فن و ہنر مجھ میں

❖

○

ہاتھ پر ہاتھ مارتا جائے
سربدن سے اُتارتا جائے

قریہ قریہ پھر اِک دیوانہ
نام تیرا پکارتا جائے

دھوپ پھسلی ہے پربتوں سے پھر
پیڑ شیخی بگھارتا جائے

حکمرانی پہ تیری سورج بھی
اپنا زیور اُتارتا جائے

روپ تیرا اے حسن کی دیوی
آئینے کو نکھارتا جائے

❖

پرندہ آب و دانہ ڈھونڈتا ہے
اُڑانوں کا بہانہ ڈھونڈتا ہے

طوائف کا وہ دولت مند بیٹا
کوئی اونچا گھرانہ ڈھونڈتا ہے

ہوس کے شہر میں اِک بوڑھا انساں
کوئی ساتھی پرانا ڈھونڈتا ہے

میسر ہو جہاں دولت سکوں کی
سکندر وہ ٹھکانہ ڈھونڈتا ہے

ہمارے حوصلوں نے پَر نکالے
فرشتوں نے وہ دیکھو سر نکالے

ڈرا کرتے تھے ہم بھی عفریت سے
اُجالوں نے ہمارے ڈر نکالے

ہمارے گھر تو زیرِ خاک ہیں پھر
کوئی معمار کیوں باہر نکالے

کھڑی کر دی ہے جس نے سب کی کھٹیا
خیال اپنا لہو میں تر نکالے

غنی الفاظ کو بخشا ہنر ہے
معانی کے کئی دفتر نکالے

Academy Urdu\Photos with name\sibti raza.jpg not found.

سبط رضاؔ

نام	:	سید سبط رضاؔ
قلمی نام	:	سبط رضاؔ
ولدیت	:	سید ابوالقاسم
تاریخ پیدائش	:	۲/اپریل ۱۹۶۹ء
جائے پیدائش	:	جموں
تعلیم	:	بی۔اے۔
پیشہ	:	سرکاری ملازم
پتہ	:	ہاوس نمبر 367، ای۔پی محلّہ دلپتیاں نزدیک کربلا کمپلیکس جموں
فون نمبر	:	9796825588

❖

○

موسمِ گُل میں شفق رات پہ بن آتی ہے
پیراہن بدلے تو جذبات پہ بن آتی ہے

راحتِ وصل میں انکارِ جنوں کیا معنی
تُم نہ آؤ تو یونہی رات پہ بن آتی ہے

اپنی پلکوں پہ میری آرزو رکھنے والے
تیری ہر بات میری بات پہ بن آتی ہے

گردشِ جام میں آنکھوں کی نمی کو پی کر
وجد میں آؤں تو حالات پہ بن آتی ہے

اشک آنکھوں سے رواں ہیں غمِ ہجراں کے سبب
بے کراں رہنے دے برسات پہ بن آتی ہے

اپنے عارض سے کبھی تم جو ہٹاؤ گیسو
سانس رُک جاتی ہے صدمات پہ بن آتی ہے

❖

قول صادق ہے، یہ سمجھو اسے پتھّر پہ لکیر
مل کے دُنیا میں رہو مثلِ حروفِ کشمیر

نیند میری ہے مگر اُس نے سُلایا ہے مجھے
خواب اُس کے ہیں مگر میں نے لکھی ہے تعبیر

لوگ مبہوط ہیں حیران ہیں افسردہ ہیں
ہم نے خوشبو کو کیا پھر سے ہوا پہ تحریر

مجھ کو آواز لگاتا ہے کوئی ایک چراغ
میرے پیروں میں اُلجھتی ہے ہوا کی زنجیر

جنس احساس خریدی نہیں جاتی ہے رضاؔ
کس نے جیتا ہے محبت کو بازورِ شمشیر

عذابِ عشق و محبت کہاں سمجھتے ہیں
کہ وہ تو آتشِ دِل کو دھواں سمجھتے ہیں

جُدایاں ہی مقدر ہیں دیکھ جانِ حیات
وہ میری آہ کو آتشِ فغاں سمجھتے ہیں

وہ سامنے بھی جو ہو تو یقین نہیں آتا
ہم اُس کے لمس کو وہم و گُماں سمجھتے ہیں

یہ کس کے ہاتھ ہیں شامل تیری عطاؤں میں
جو میرے کاسہِ دِل کو گِراں سمجھتے ہیں

تم اپنی مات نہ سمجھو میرے وفا جانو
کہ اپنی ذات کو ہم آسماں سمجھتے ہیں

وہ مجھ کو دُور تلک دیکھتے رہے ہوں گے
جو میری ذات کے اندراماں سمجھتے ہیں

○

ہیں تیرے ستم کی یہ بخششیں کبھی رنجشیں، کبھی راحتیں
سبھی صحبتیں، سبھی فرقتیں، سبھی دُوریاں، سبھی قربتیں

ہیں یہ کاسۂ دل میں اب تلک تیری یاد کے جو دیئے جواں
وہ جو صبح کو اٹھ کے جلا گیا دیئے شامِ ہجر کی مُدتیں

کبھی آؤ جو میرے شہر میں تو ملے گا مقتلِ جاں میں کیا
کہیں بس گئے ہیں مزارِ جاں، کہیں میرے عشق کی تُربتیں

جو ہماری سُن لے وہ رخشِ جاں تو خیال میں میرے آ بسے
یوں ہی دشت میں رہیں لامکاں وہ میرے صنم کی مروتیں

مجھے اب بھی ہے یہی انتظار کہ ملے گا اب بھی وہ دل نشیں
وہی راحتوں کا نقیب جو لئے پھر رہا ہے مسرتیں

❖

○

وہ ہمارے خوابِ رائیگاں
ہوں دریدہ دل تو ہوں آشفتہ جاں
دیکھ کر شہروں کی میں خاموشیاں
کس طرح پاؤں سکونِ قلب و جاں
کٹ چُکی ہے یہ سروں کی فصل اب
زخم ماتھے کے نصیبِ دست و جاں
اب نہیں باقی ہے ہونٹوں پر شفق
بولتی ہیں خوں چکاں بس بیڑیاں
منزلوں کے سب نشاں مقتل نشاں
جسم مُردہ آنسوؤں میں خوں رواں
ہر طرف آہ و فغاں ہر فرد ہے نوحہ کناں
برف میں جھُلسے ہوئے لاشے یہاں
ہر طرف خوں کی پھواریں جا بجا
بے سروسامانیاں ہیں لامکاں

❖

سہیلؔ مہدی

Academy Urdu\Photos with name\suhail mehdi 2.jpg not found.

نام	:	مہدی حسین
قلمی نام	:	سہیلؔ مہدی
ولدیت	:	غلام محمد پرے
تاریخ پیدائش	:	۹؍اگست ۱۹۷۵ء
جائے پیدائش	:	شالہ باغ جڈیبل، سرینگر کشمیر
تعلیم	:	بی۔اے، ڈپلوما، جرنلزم اینڈ ماس کمیونکیشن
پیشہ	:	صحافت، درس وتدریس
رہائش حال	:	قریشی محلّہ لال بازار سرینگر کشمیر
موبائل نمبر	:	9906508605
ای میل:		suhailmehdi14@gmail.com

○

نہ کر غم ہے گھیرے تظلم کا پردہ
سجا چہرے پر رکھ تبسم کا پردہ

اسی آس پر آئے میخانے میکش
اُٹھا دے گا ساقی ابھی خُم کا پردہ

بغلگیر ہو کر آ جوشِ جنوں میں
چلو ہم ہٹا دے تصادم کا پردہ

وہ دل جو نہ ہو عاشقِ نارِ نمرُود
ہے اُس دل پر شاید توہّم کا پردہ

کبھی سن سکو گے نہ آوازِ غیبی
اگر گوش پر ہو ترنم کا پردہ

خدایا غریبی سے اُٹھنے نہ پائے
کسی شوخ ونازک وگُم سُم کا پردہ

تیرا نُور زینت ہے تیری کہ جیسے
سمندر کا زیور تلاطم کا پردہ

ہے تب سیرِ افلاک ممکن سہیلؔ
اگر چیر دے تو یہ انجم کا پردہ

❖

○

تو گزر کر موت سے پا جا حیات
پھر تری محکوم ہوگی کائنات

اہلِ ایماں با یقین و باعمل
اور باقی عاشقانِ معجزات

سیکھنا کارِ نمودِ زندہ دل
طلسمِ دیر و حرم سے دے نجات

چاہتا ہے گر وصالِ یار تو
توڑ دے پہلے بتِ لات و منات

جب خودی تیری ہو تجھ پر آشکار
دن وہی ہے عید تیرا، شب برات

فانی ہے بے شک جہانِ آب و گِل
سوزِ دل کو ہے مگر حاصل ثبات

جان لے تو آج اے غافل سہیلؔ
ہیں جدا پر ایک ہیں ذات و صفات

❖

○

پلکوں نے سہانے سے کچھ خواب سجائے تھے
اک رات اچانک وہ جب سامنے آئے تھے

تم زلف نہ یوں رکھولو، اے جان ذرا سوچو
بادل سے کہیں گے سب کیوں عرش پہ چھائے تھے

امروز تصوّر میں دیکھی تھیں جو تصویریں
یادوں کے دریچوں میں ماضی کے وہ سائے تھے

معلوم نہ تھا ہم کو دیوار اُٹھا لے گا
جس خاص پڑوسی کو سینے سے لگائے تھے

احساس میں کمتر ہے یہ محلِ نظام اُن سے
ہم نے وہ گھروندے جو ساحل پہ بنائے تھے

ہر ایک سہیلؔ ان کا انداز تھا پاکیزہ
ڈل جھیل میں وہ جیسے سو بار نہائے تھے

❖

نقشِ ہستی بگاڑ کر دیکھوں
پردۂ جاں کو پھاڑ کر دیکھوں

کیوں کسی اور کو میں دوں الزام؟
اپنا دامن ہی جھاڑ کر دیکھوں

وہ نہیں ہے تو سوچتا ہوں میں
شہرِ الفت اُجاڑ کر دیکھوں

ایک ہی آرزو ہے اب دل میں
وقت کو میں پچھاڑ کر دیکھوں

قبر میں کیا حساب لیتے ہیں
خود میں خود کو ہی گاڑ کر دیکھوں

جو فہم سے پرے ہے وہ دُنیا
اے سہیلؔ اب میں تاڑ کر دیکھوں

❖

بیکار ہوگئے ہیں آلاتِ زندگی
جیسے کہ تھم گئے ہوں لمحاتِ زندگی

اک نوٗر کا مکاں اب ویرانہ بن گیا
ایسے بنا گیا وہ حالاتِ زندگی

ذرّہ ذرّہ دھواں ہے میرے وجود کا
مجھ کو جلا گئے یوں جذباتِ زندگی

کتنا حسیں سفر ہے یہ موت کا سفر
ہر گام پر ہیں روشن ذرّاتِ زندگی

یہ شوق تھا تمہارا، احسان مت جتا
مانگی تھی کس نے تم سے سوغاتِ زندگی

اِک شرط ہے کہ حاصل چشمِ بصیر ہو
ہر اِک خرابے میں ہیں اثراتِ زندگی

سمجھا نہ زندگی کے معنی کوئی سہیلؔ
صدیوں ہوئی ہے ورنہ برساتِ زندگی

❖

رؤف راحتؔ

Academy Urdu\Photos with name\rouf rahat.jpg not found.

نام	:	عبدالروف بٹ
قلمی نام	:	روف راحتؔ
ولدیت	:	محمدامین بٹ
تاریخ پیدائش	:	۱۹۷۷ء،سرینگر
تعلیم	:	ایم۔اے(اُردو)
تصنیف	:	نورشاہ کے تین ناولٹ
پتہ	:	پی۔سی۔ڈیپو،پارمپورہ،سرینگر
فون نمبر	:	9596391552

❖

نعت شریف

کہاں خارزاروں سے بچ کے نکلتے
محمدؐ نہ آتے نہ ہم بھی سنبھلتے

حبیبِ خداؐ کا کرم گر نہ ہوتا
کوئی گُل نہ کِھلتا نہ چشمے اُبلتے

خدا نے اُنہیں وہ خدائی عطا کی
فقط اِک اشارے سے عالم بدلتے

یہ کیا بات ہے خاکِ پائے نبیؐ میں
فرشتے جسے ہیں جبینوں پہ ملتے

رسولِ خداؐ کا اشارہ ہے ایسا
پلٹتا ہے خورشید بھی ڈھلتے ڈھلتے

دیا ہم کو راحتؔ نواسوں کا صدقہ
یہ ایسی عطا تھی نہ کیسے اُچھلتے

○

تمنا ہو چکی ہے خاک جل کر
ملے گا کیا مجھے اب ہاتھ مل کر

ہمارا تجربہ کس کام آیا
لگی ہے آج پھر ٹھوکر سنبھل کر

سنا ہے رات بھی ڈھلنے لگی ہے
کبھی دیکھا نہیں گھر سے نکل کر

بہا کر خون کے دریا گلی میں
پھرا کرتا ہے وہ چہرہ بدل کر

ابھی زندہ ہے راحتؔ شکر لِلّٰہ
گیا تھا وہ ہمیں ورنہ کُچل کر

❖

○

عیاں ہے سب نشانوں سے — گزر تھا لا مکانوں سے
حقیقت منتظر لیکن — نکل آ داستانوں سے
پکارا ہے کسی نے پھر — ہمیں ٹوٹے مکانوں سے
زمیں پر ہے بپا محشر — اُتر آ آسمانوں سے
ہمیں پھر آزمائے گا — ہزاروں امتحانوں سے
وہی مشکوک سوداگر — مخاطب تھا جوانوں سے

غضب وہ تیر ہیں راحتؔ
اگر چھوٹے کمانوں سے

❖

ہم کس کی تمنا میں خدا بھول گئے تھے
ہر چیز کو ہونا ہے فنا بھول گئے تھے

تا عمر بہاریں ہی رہیں گے یہ گماں تھا
ہم موجِ بلا تند ہوا بھول گئے تھے

کس سمت کو منزل تھی ہمیں یاد کہاں تھا
دنیا کو بھی ہم تیرے سوا بھول گئے تھے

وہ لوگ بھی آلام سے دوچار ہوئے ہیں
جو رنج کے ماروں کی نوا بھول گئے تھے

کیوں زخم نہیں آج نیا کوئی دیا ہے
کیا آپ میرے دل کی دوا بھول گئے تھے

آتے ہیں وہی خواب نگاہوں میں ہماری
ہم خوف کا منظر وہ بلا بھول گئے تھے

اپنے وہ نہیں غیر ہیں، غیروں سے گلا کیا
پر آپ بھی راحتؔ کو ذرا بھول گئے تھے

راس نہ آئی دانائی
خوب ہوئی ہے رسوائی

ساتھ ہمیشہ رہتے ہیں
میں اور میری تنہائی

خاموشی کے پاؤں میں
کس نے پائل پہنائی

کرتی ہے پیچھا میرا
کس کی ہے یہ پرچھائی

کیا راحتؔ نے لب کھولے
کس نے افواہ پھیلائی

فاروق فدؔا

نام	:	فاروق احمد
قلمی نام	:	فاروق فدؔا
ولدیت	:	مرحوم غلام قادر بٹ
تاریخ پیدائش	:	۱۹؍نومبر ۱۹۷۱ء
جائے پیدائش	:	اچھی ڈورہ، اننت ناگ، کشمیر
تعلیم	:	ایم۔اے (اُردو)
پیشہ	:	مدرّس
پتہ	:	اقبال کالونی، اچھی ڈورہ، اننت ناگ
فون نمبر	:	9797960080

○

کس قدر مہنگے اُجالے پڑ گئے
رُخ تمناؤں کے کالے پڑ گئے

ہو گئیں خوں ریز دل کی وادیاں
بستیوں کے لب پہ تالے پڑ گئے

بے حیائی کی چلی ایسی ہوا
نرگسی آنکھوں پہ ہالے پڑ گئے

شہر سے انسانیت عنقا ہوئی
ڈھونڈتی آنکھوں میں چھالے پڑ گئے

جب سے رغبت شاعری سے ہوگئی
خوردنی اشیاء کے لالے پڑ گئے

پھاڑ لیں گے شاعری اپنی فدؔا
سامنے تنقید والے پڑ گئے

دوئی گمراہ کرتی ہے ذہن جب خام ہوتا ہے
نظر کے واسطے ہر شئے میں اِک پیغام ہوتا ہے

بسے خود میں خُدا تو قلب کعبے سے نہیں ہے کم
دُھلے جب میل دل کا جسم خود احرام ہوتا ہے

یہ کیسا عشق ہے جو اسم سے ہے بن مُسّمیٰ کے
تصور بن نہیں پاتا لبوں پہ نام ہوتا ہے

فضائیں تاک میں رہتی ہیں منظر خوف سے لرزاں
کہ جب چادر اُترتی ہے بدن نیلام ہوتا ہے

کتابوں کے اصولوں سے حقیقت دور ملتی ہے
برائی کا یہاں پہ کب برا انجام ہوتا ہے

فدؔا لفاظ کی دُنیا میں صبح و شام رہتا ہے
سخن ور کے مقدر میں کہاں آرام ہوتا ہے

فقیری کا ذہن پہ راج ہے اب
گدا ہوں سر پہ لیکن تاج ہے اب

حقیقت سے کرو آئینہ سازی
تصّور دید کا محتاج ہے اب

بٹا کشتِ ازل کا ایک دانہ
وہی ناسوت کا سرتاج ہے اب

صدا ہوں بازگشتِ دشتِ گِل میں
مسلسل گردشوں میں لاج ہے اب

بدن تھا نفس کی خوشحال بستی
سکونِ قلب سے تاراج ہے اب

فِدؔا مسجد میں بھی وضع عُروسی
کہاں مومن کی وہ معراج ہے اب

ہر نفس کو موت کی جھولی میں بھر لے جائے گا
کیا خبر آئے کدھر سے اور کدھر لے جائے گا

باغ، شبنم، پھول، سبزہ رہ بھی جائیں گے مگر
مختصر سا کام کر لے گا نظر لے جائے گا

بس وہی جو تیرے اندر اور باہر ہے بسا
اُس کا ہی احساس تیرے سارے ڈر لے جائے گا

جھانک لے گا دل میں اور حیرت میں ڈالے گا تجھے
ہو گئے بے گھر تو تم کو اپنے گھر لے جائے گا

عشق کے دریا میں نہا کر تیرا ادراک سب
چھین کر گفتار سے تیرا اثر لے جائے گا

ہے یہی شیوہ ازل سے وہ ہواؤں کے عوض
بے خبر بن کر ترے سب بال و پر لے جائے گا

جیب میں ڈالے قلم بے خوف چلتا ہے فِداؔ
کون رہزن ہے جو یہ شئے چھین کر لے جائے گا

یار سراسر پتّھر کا ہے
خوف ہے کیا گھر پتّھر کا ہے

راہوں کے تو بیٹھ گئے دل
منظر منظر پتّھر کا ہے

دُھول جمی ہے خواب کے در پہ
آنکھ میں کھنڈر پتّھر کا ہے

گود میں ہے دستار سبھی کی
خوف کہ سر پر پتّھر کا ہے

وادی مِری ہے موسم موسم
آج یہاں پر پتّھر کا ہے

موم ہے میری قوم جگر سے
اور مقدر پتّھر کا ہے

شیشہ شیشہ دُھول چٹائے
شوق میں آزر پتّھر کا ہے

سید مبشّر رفاعی

نام	:	سید محمد مبشر رفاعی
قلمی نام	:	سید مبشّر رفاعی
ولدیت	:	مرحوم سید محمد یوسف رفاعی
تاریخ پیدائش	:	۱۱؍ستمبر ۱۹۶۷ء
جائے پیدائش	:	خانیار، سرینگر
تعلیم	:	گریجویٹ، ڈپلوما ان جرنلزم
پیشہ	:	صحافی
پتہ	:	ریڈیو کالونی، وانہ بل، راولپورہ، سرینگر
فون نمبر	:	9419015306
ای میل	:	syedmmubashir@gmail.com

❖

○

میرے خنجر سے میرا سر قلم کر جائے گا اک دن
کبھی سوچا نہیں تھا یہ ستم کر جائے گا اک دن

بسا تا ہے میری آنکھوں میں اشکوں کے سمندر کو
کہ میرے نام اپنے سارے غم کر جائے گا اک دن

بڑے ہی شوق سے میں نے سجایا آنکھ میں کاجل
کہاں معلوم تھا وہ آنکھ نم کر جائے گا اک دن

کبھی احساس تو ہوگا اسے غیروں کی فرقت کا
مجھے پھر شامل اہل کرم کر جائے گا اک دن

مجھے بعد از مرگ جاوید کردے گا یہی خنجر
کہ ایسا معجزہ میرا قلم کر جائے گا اک دن

مٹا تا ہے جو دنیا سے مبشّر تیری ہستی کو
وہی تو داستاں تیری رقم کر جائے گا اک دن

❖

○

ہمارے غم کا حساب رکھنا
سنبھال کر یہ کتاب رکھنا

وہ پھر سے آئیں گے دل جلانے
بچا کے آنکھوں میں خواب رکھنا

جو تیرے دل میں ہے شوق جلوہ
ذرا سا آنکھوں میں تاب رکھنا

تمہارا دیدار گر سزا ہے
مجھے بھی وقفِ عذاب رکھنا

نظر نہ لگ جائے روشنی کو
یہ چاند زیرِ حجاب رکھنا

ہے چشمِ نم مضطرب مبشّر
جگر بھی در اضطراب رکھنا

❖

○

نہ سنگِ میل رستے میں نہ منزل کا پتہ کوئی
اگر مل جائے تو دینا میرے دل کا پتہ کوئی

بھنور میں ہے کوئی کشتی کسی کا ناخدا ہے گم
نہ موجوں کی خبر کچھ ہے نہ ساحل کا پتہ کوئی

بھٹکتا پھر رہا ہوں لے کے سر اپنا میں ہاتھوں میں
درِ مقتل پہ لکھ دے میرے قاتل کا پتہ کوئی

اِسی امید پہ گذری شبِ فرقت بتا دے گا
ستمگر، بے مروّت اور غافل کا پتہ کوئی

جدھر دیکھو اداسی کا وہی ماحول قائم ہے
مجھے دے دو کسی رنگین محفل کا پتہ کوئی

مبشّر شہر کا ہر شخص گم ہے اُن ستاروں میں
وہی پر دے رہا ہے ماہ کامل کا پتہ کوئی

❖

O

گیا جو سمندر کے اندر تھا پیاسا
وہاں پر تو ہر ایک منظر تھا پیاسا

بڑی حسرتوں سے مجھے تک رہا تھا
وہ بارش میں بھیگا کبوتر تھا پیاسا

پیے جا رہا تھا بہت خون آدم
خدا جانے کتنا وہ خنجر تھا پیاسا

ذرا اُس کی میّت کو پانی پلادو
کہ دنیا میں رہتا وہ اکثر تھا پیاسا

مبشّر تیرے ہاتھ کی یہ لکیریں
بتاتی ہیں شائد مقدر تھا پیاسا

❖

O

ہر اک زخم حرفِ دعا ہوگیا
کہ خود آپ اپنی دوا ہوگیا
یہ صحرا، یہ فرقت، یہ تاریکیاں
یہ کھلتا چمن کیا سے کیا ہوگیا
ہوا بے اثر نارِ نمرود بھی
جلا گھر سبب اک دیا ہوگیا
میرے شہر میں کوئی مجرم نہیں
جو تھا، قید سے وہ رہا ہوگیا
بہت زخم میں نے سہے اب تلک
مگر زخمِ دل بد نما ہوگیا
یہ میری کہانی کا عنوان ہے
میں خود آپ اپنی سزا ہوگیا
مبشّر کا خونِ جگر ہاتھ میں
سجایا تو رنگِ حنا ہوگیا

❖

Academy Urdu\Photos with name\Imtiyaz Hashmi.jpg not found.

امتیاز نسیم ہاشمی

نام	:	امتیاز احمد شاہ
قلمی نام	:	امتیاز نسیم ہاشمی
ولدیت	:	صنوبر حسین شاہ
تاریخ پیدائش	:	۱۲؍جون ۱۹۶۹ء
پیشہ	:	لکچرر (اُردو)
تعلیم	:	ایم۔اے (اُردو) علی گڑھ، NET
تصانیف	:	چٹکارا (پہاڑی شعری مجموعہ)
انعام	:	کلچرل اکیڈیمی سال ۲۰۰۶ء
پتہ	:	گاؤں نرول مینڈھر، پونچھ
فون نمبر	:	9906172172

❖

○

منصبِ عشق کی عزت تھی بچالی ہم نے
دولتِ درد کی لذت بھی سنبھالی ہم نے

تم نہ مانو گے یقین کرلو اِنہی ہاتھوں سے
قاضیٔ وقت کی دستار اچھالی ہم نے

اب بھی کالی ہے شبِ ہجر تو قسمت کس کی
نہر اِک نُور کی آنکھوں سے نکالی ہم نے

ہم سے ناراض ہیں سب اہلِ جنوں کہتے ہیں
دُھول تک خواب کی پلکوں سے گرالی ہم نے

اب تو آ و کہ گلے مل کے گنیں زخموں کو
وہ جو دیوار تھی نفرت کی گرالی ہم نے

وحشتیں ڈھونڈتی پھرتی ہیں بھگولا بن کر
وسعتِ دشت کی زنجیر بنا لی ہم نے

❖

ہر طرف بھیڑ ہے تنہا ہوں میں، تنہائی ہے
کیا ہوا ہے کہ طبیعت میری بھر آئی ہے

اس نے کھولے ہیں مرے دل کے دریچے ایسے
چاندنی ساری میرے گھر میں اُتر آئی ہے

دل کے مندر میں وہ جلتا ہے دیے کی صورت
ایک چہرہ ہے کہ برسوں کی شناسائی ہے

میرے احوال سے واقف ہیں سبھی لوگ مگر
دیکھ لے تو بھی کہ زخموں پہ بہار آئی ہے

عجب اِک بات ہے اس شہرِ تمنا کی نسیم
آئینہ ایک ہے ہر شخص تمنائی ہے

❖

یادِ جاناں جب سے توفانی نہیں
اس لہو دریا میں طغیانی نہیں

ڈھونڈتے ہو کس لئے صحراؤں میں
کیا تمارے گھر میں ویرانی نہیں؟

وہ بھی میری بات کا قائل نہ تھا
میں نے اس کی بات بھی مانی نہیں

آزمانا تو بھی مجھ کو چھوڑ مت
ہار میں نے بھی ابھی مانی نہیں

جسم تیرا خاک ہے تو کیا ہوا
حوصلہ تیرا مگر فانی نہیں

○

نئے نئے سے مناظر بنا رہی ہے ہوا
ہر ایک شاخ سے پتے گرا رہی ہے ہوا

چھپا کے جسموں کی مٹی کو اپنے ہاتھوں میں
غبارِ وادی و صحرا اُڑا رہی ہے ہوا

کچھ ایسا بدلا ہے اب کے مزاج موسم کا
تمام چہروں سے پردے اُٹھا رہی ہے ہوا

فقیرِ شہر ہوں ہاتھوں میں لڑ کھڑا تا ہوا
چراغِ جان ہے وہ بھی۔ بجھا رہی ہے وا

کھلے ہیں پھول معطر ہے دور تک گلشن
یہ کس کے حُسن کا جلوہ دکھا رہی ہے ہوا

❖

○

کوئی کہتا ہے رات بھاری ہے
چار جانب سکوت کاری ہے

اِک سمندر ہے اور پیاسا ہے
ایک دریا ہے بیقراری ہے

ہیم نے دیکھا ہے آئینہ جتنا
ہم میں اُتنی ہی خاکساری ہے

ایک تم ہو کہ بس نہیں چلتا
باقی دُنیا تو سب ہماری ہے

سائے گھٹتے ہیں اور بڑھتے ہیں
ہم کو سورج سے شرمساری ہے

❖

Academy Urdu\Photos with name\N NAarif.jpg not found.

این این عارفؔ

نام	:	عرفان علی
قلمی نام	:	این این عارفؔ
ولدیت	:	غلام اکبر وار
تاریخ پیدائش	:	۲۱؍مئی ۱۹۷۷ء، پونچھ
تعلیم	:	ایم۔اے(اُردو)،نیٹ
پیشہ	:	لیکچرار، شعبہ تعلیم
تصانیف	:	دور اُفق سے پار (شعری مجموعہ)
		فن تدریس اُردو، آؤ اُردو سیکھیں
		شعریات، کہکشانِ ادب
پتہ	:	پونچھ خاص، وارڈ نمبر ۷، ہاوس نمبر ۵۷
		تحصیل حویلی، ضلع پونچھ، جموں
فون نمبر	:	9419627220

خوش نُما منظر یہاں کوئی نہیں
خوشبوؤں کا گھر یہاں کوئی نہیں

کس کے سر رکھیں کُلاہِ فخر ہم
جب مقدّس سر یہاں کوئی نہیں

قاتلوں کے شہر میں رہتے ہو واہ!
ہاتھ میں خنجر یہاں کوئی نہیں

ٹوٹ کر بکھرے پڑے ہیں آئینے
دُور تک پتھر یہاں کوئی نہیں

کس جگہ سجدے کو پیشانی جھکے
اس طرح کا در یہاں کوئی نہیں

لوٹ کر آئے بھی کیا عارفؔ میاں
گاؤں ہے پر گھر یہاں کوئی نہیں

کیا ایسا بھی ہوسکتا ہے
پایا ہوا سب کھوسکتا ہے

ہنسنا رونا مرنا جینا
پل میں سب کیا ہوسکتا ہے

جو نیندوں کا سوداگر ہے
وہ کب چین سے سو سکتا ہے

اس کے ساتھ ہوا جو سب کچھ
میرے ساتھ بھی ہوسکتا ہے

وہ اپنی پلکوں کے موتی
میری آنکھ میں بو سکتا ہے

عارفؔ اس کو کیا دیکھوگے
وہ ہر رنگ میں ہو سکتا ہے

❖

جلوے لاکھ دکھاتا ہے
سب کے من کو بھاتا ہے

سب سے نظر بچا کر وہ
مجھ سے آنکھ ملاتا ہے

دھنک کے رنگوں سے اک شخص
اپنی مانگ سجاتا ہے

جب بھی ناؤ بناتا ہوں
پانی آنکھ دکھاتا ہے

کچا گھڑا بھی عارفؔ !
دریا پار لگاتا ہے

❖

ہائیکو

حمدِ الٰہی کر
حد سے بڑھ کر اے ناداں
اپنا دامن بھر

☆

دھرتی ہے بنجر
اس لیے تو دہقاں نے
بیجے ہیں پتھر

☆

عیسیٰؑ ہیں مصلوب
سچ کہنے کا تیرا بھی
اچّھا ہے اسلوب

☆

جلوہ نما ہیں
سورج، چاند، ستارے سب
آپؐ کا صدقہ ہیں

☆

سہمے سہمے لوگ
مہنگائی کے عالم میں
کیا کھائیں لوگ؟

☆

خوشبو سے معمور
باپ نے بیٹی بیچی ہے
کتنا تھا مجبور!

☆

اے بی سی ڈی ای
پڑھ کے بچے بھول گئے
کہنا والد جی

☆

کس کو ہے انکار
عشقِ صادق میں عارفؔ
پھول بنے انگار

❖

Academy Urdu\Photos with name\athar bashir.jpg not found.

اطہر بشیر

نام	:	شیخ اطہر بشیر
قلمی نام	:	اطہر بشیر
ولدیت	:	شیخ بشیر احمد
تاریخ پیدائش	:	۳راگست ۱۹۸۷ء
تعلیم	:	ایم۔اے (اُردو)
پتہ	:	کرمانی کالونی، درنگہ بل، بارہمولہ، کشمیر
فون نمبر	:	9419751945

○

بس انتظار میں ہی ساری رات ختم ہوئی
اُمید و یاس کی اِک کائنات ختم ہوئی

تضاد ایسا خیالات میں ہوُا پیدا
شُروع کرنے سے پہلے ہی بات ختم ہوئی

مُحبتیں نہ سہی، تو عداوتیں ہی سہی
شکایتِ طلبِ اِلتفات ختم ہوئی

اِک ایسی ضربِ غمِ حادثات نے دی ہے
مثالِ ضربِ غمِ حادثات ختم ہوئی

یہ کیسے جشن کی اُمید ہے ترے دِل میں
عُروسِ جُرمِ تمنّا! برات ختم ہوئی

❖

○

سِلسلہ اِنتظار کا ٹوٹا
یعنی اُمید کا دِیا ٹوٹا

دِل تو نازُک ہے، جب دُکھا ٹوٹا
یہ ہمیشہ جلا، لُٹا، ٹوٹا

قافلے میں ہر اِک سلامت تھا
جو کھلونا جُدا ہُوا ٹوٹا

یہ اب اُس کا اکیلا بیٹا تھا
اب تو اُس کا ہر آسرا ٹوٹا

اِک چمکتا ہوا ستارہ سا
سرِ مژگاں عذاب سا ٹوٹا

یوں تو ہر ایک بات اچھی تھی
ایک جُملے سے دِل مرا ٹوٹا

❖

○

گرد آلود رہا کرتی ہے اب وہ تصویر
ورنہ پہچاننے میں اتنی ہوئی کب تاخیر

اعتراف اُس نے حقیقت کا کیا ہی کب ہے
شہر میں اُس کو ملی میری وجہ سے توقیر

لوٹ آؤ کہ بسائیں گے محبت کا جہاں
لوٹ آؤ کہ کریں مل کے نیا گھر تعمیر

ایک مدّت سے رہی میری دُعا، محوِ دُعا
دیر سے ہی سہی آئی ہے دُعا میں تاثیر

بچھڑے لوگوں کی جُدائی نے دیا یہ احساس
''مل کے دُنیا میں رہو مثلِ حروفِ کشمیر''

❖

مختصر نظمیں

رات

ایک چادر سیاہ تر
لیکن
چاند کی روشنی سے دھوئی ہوئی

☆

تخریب

بجائے اس کی
کہ آپس میں جوڑتے رشتے
تُم
آدمی کو
جُدا کرنے پر تُلے کیوں ہو؟
نیا ٹھکانہ
جو مریخ پر تلاشا ہے

☆

خوفِ گُناہ

میں
اپنے بائیں کندھے پر
زیادہ بوجھ
کیوں محسوس کرتا ہوں؟

☆

گُمشدگی

میری بستی کے
گہرے سنّاٹے کی تہوں میں
تمام آوازیں
دب چُکی ہیں

☆

❖

Academy Urdu\Photos with name\Liyaqat Nayarjpg not found.

سید لیاقت نیّر

نام	:	لیاقت حسین شاہ
قلمی نام	:	لیاقت نیّر
ولدیت	:	عنایت حسین شاہ
تاریخ پیدائش	:	۱۶؍اگست ۱۹۳۷ء
تعلیم	:	پی۔ایچ۔ڈی (اُردو)
پیشہ	:	مدرس
تصنیف	:	صابر مراز شخصیت اور فن
پتہ	:	دھندک، تحصیل سرنکوٹ، پونچھ، جموں
فون نمبر	:	9596850034

❖

○

اب مُنتشر ہے طاقتِ صبر و قرار آ
کچھ لمحوں کی ہے ہنسی ناپائیدار آ

افسانہ آچکا ہے اب اختتام پر
نبضِ حیات ڈوبنے والی ہے یار آ

تیرے بغیر زندگی تاریک ہے میری
اے میرے چاند! تُو کبھی میرے دیّار آ

مجھ کو جلا رہی ہے مصائب کی تیز دھوپ
اِک پیڑ بنکر میرے لئے سایہ دار آ

دل بھی گزر گیا ہے تیرے انتظار میں
ڈھلنے لگی ہے شب بھی جانِ بہار آ

میں بھی تیری تلاش میں کب سے ہوں در بدر
تُو بھی میری تلاش میں بے اختیار آ

○

آج پھر وہ ہمیں یاد آنے لگے
غم زمانے کے سب بھول جانے لگے

چاند تاروں میں انگڑائی لینے لگا
نکہت و نور میں ہم نہانے لگے

ایک لمحے میں ٹوٹا محل پیار کا
جس کی تعمیر میں تھے زمانے لگے

پھول کھلنے لگے رُت بدلنے لگی
آپ اِس دل کو جب یاد آنے لگے

شعر اُسکے بدن پر میں لکھنے لگا
لوگ غزلیں میری گُنگنانے لگے

❖

○

سرحدِ زندگی کے پار گیا
اک مُسافر تھا شب گزار گیا

اُس نے دیکھا یہ کِن اداؤں سے
تیر نظروں کا دل کے پار گیا

مِٹ گئیں زندگی کی سب قدریں
وہ محبت گئی وہ پیار گیا

کیا کریں فیصلہ محبت میں
کون جیتا ہے کون ہار گیا

عظمتِ زندگی وہ کیا سمجھے
جو غمِ زندگی سے ہار گیا

ہم سیاست میں آئے ہیں جب سے
اپنی عزت گئی وقار گیا

❖

پیش آیا کچھ اِس محبت سے
وہ تو جیتے جی مجھ کو مار گیا

مُسکرا کر وہ لے گیا سب کچھ
جو بھی دل پر تھا اختیار گیا

اُسکی یادوں کا ایک ہی جھونکا
زندگی کو عجب سنوار گیا

زندگی ایسا دریا ہے نیّر
پھر نہ آیا جو اسکے پار گیا

❖

وفا کا تھا گماں جن سے پروہ ہم سے بدگماں نکلے
زباں پر ناز تھا جن کو وہ آخر بے زباں نکلے

میری آنکھوں پہ پردہ ڈالنے والوں اسے کہہ دو
سر بازار نہ اس طرح بے فکر و زباں نکلے

میری اٹھتی جوانی کی بہاریں لوٹنے والے!
مرے دل کے نہاں خانے تیرے اپنے مکاں نکلے

میرے اشکوں کو موتی کر لیا باور زمانے نے
گرے خلوت میں جو سینے پر بڑے جنسِ گراں نکلے

میری آہوں کا طوفاں جب فرازِ عرش پر پہنچے
میرے سینے سے ہوک اٹھے میرے منہ سے فغاں نکلے

ہوئی محشر میں جو محسوس شدت پیاس کی نیّر
کرم فرما جنابِ ساقی کوثر وہاں نکلے

❖

Academy Urdu\Photos with name\iqbal sidique.jpg not found.

اقبال صدیقی

نام	:	اقبال احمد صدیقی
قلمی نام	:	اقبال صدیقی
تاریخ پیدائش	:	۲۷؍ستمبر ۱۹۸۰ء
جائے پیدائش	:	چرارشریف، کشمیر
تعلیم	:	ایم۔اے (اکنامکس)
پیشہ	:	لکچرار (شعبہ تعلیم)
پتہ	:	تالاب کلاں، چرارشریف۔۱۹۱۱۱۲
فون نمبر	:	9858877188

❖

○

خرابوں میں، بیابانوں میں، ویرانے میں گزری ہے
حقیقت ہے کہ ساری عمر پچھتانے میں گزری ہے

نہ غم اتنے نہ تھی وحشت نہ تھا افسوس اتنا
کہ جتنی زندگی اشکوں کے میخانے میں گزری ہے

وہ نادانی مری زندہ ہے میں مر کر پشیماں ہوں
کسی کی جستجو تھی، زندگی پانے میں گزری ہے

میرا ساقی ہے تُو لیکن مجھے یہ بھی بتاتا جا
کہ میری کون سی شب تیرے میخانے میں گزری ہے

اگر آتے ہوئے کوئی گھڑی رہ بھی گئی تو کیا
تیری دنیا سے وہ اقبالؔ کو جانے میں گزری ہے

❖

○

تو کہہ رہا ہے جسے ہمسفر کی خاموشی
عیاں ہے وہ مرے تنہا سفر کی خاموشی

میں خوف کھاؤں تو تنہائیوں سے کیوں کھاؤں
کہ میرے ساتھ ہے شام و سحر کی خاموشی

یہ فتنہ ساز شہر راس نہ آیا ہے مجھے
بُلا رہی ہے مجھے میرے گھر کی خاموشی

وہ باوفا تو ہے، ویران و بے زبان سہی
مجھے عزیز ہے اُس بام و در کی خاموشی

میں تیری بزم میں اظہار کیا کروں ہمدم
تو دے گیا ہے مجھے عمر بھر کی خاموشی

تجھے توقع تھی جس حرف کی مرے مُنہ سے
وہ بات کہہ گئی میری نظر کی خاموشی

کہاں ہے جانے وہ، اقبالؔ نام تھا جسکا
اُسے پکار رہی تھی اُدھر کی خاموشی

❖

○

یوں ہوا گھائل کہ اب آزار کے قابل نہیں
رہروِ خستہ راہِ پُر خار کے قابل نہیں

کیا تلافی ہو مرے خونِ جگر کی خواب سے
یہ تماشا دیدۂ خونبار کے قابل نہیں

آنے والی ہر گھڑی احساس دیتی ہے مجھے
میں گریزاں لمحۂ بیزار کے قابل نہیں

فکر میری شعر میرے سب اُسی کے ہیں مگر
میں ہی اس خاموشئ دشوار کے قابل نہیں

مجھ سے برگشتہ ہوئی ہر شئے تمہارے شہر کی
میں جو چاہوں موت بھی تو دار کے قابل نہیں

یہ تیری آنکھیں لب و رخسار یہ نازو ادا
داد کے قابل ہیں لیکن پیار کے قابل نہیں

حسن تیرا تو متاعِ کوچہ و بازار ہے
میں خریدارِ وفا بازار کے قابل نہیں

❖

دیکھتے ہیں لوگ عریانی میری
کس نے دیکھی ہے پریشانی میری

دیکھئے غم کی فراوانی میری
ہر بلا کی موج دیوانی میری

اُن کی بے باکی کریں کیونکر بیاں
دیکھئے خود آپ ویرانی میری

میں ہوں برسوں سے کفن اوڑھے ہوئے
منتظر تیری ہے بے جانی میری

کیا کروں صاحب خودی کی بات میں
مجھ سے لپٹی ہے پشیمانی میری

آہ چہروں سے حجاب اٹھتے گئے
کھل گئی ہر بار نادانی میری

❖

مدتوں بعد ملے آنکھ ملاؤ تو سہی
اب نہ خاموش رہو ہونٹ ہلاؤ تو سہی

میں ہوں پروانہ تو جلنا ہے میری فطرت
اے مری شمعِ وفا آگ لگاؤ تو سہی

تیری خاطر میں زمانے سے الجھ سکتا ہوں
رسم اظہارِ محبت کی نبھاؤ تو سہی

دیکھنا پھول وفاؤں کے کھلیں گے اب بھی
تم میری قبر پہ دو اشک بہاؤ تو سہی

گر نہ اس جسم کو چھونے کی اجازت ہے ہمیں
تیرے سائے سے لپٹ جائیں تم آؤ تو سہی

آج اقبالؔ کی اک شام سنور جانے دو
حسن روشن ہے چراغوں کو بجھاؤ تو سہی

❖

with name\Yasin sumbli.jpg not found.

یاسینؔ سُمبلی

نام	:	محمد یاسین ڈار
قلمی نام	:	یاسینؔ سُمبلی
تاریخ پیدائش	:	یکم فروری ۱۹۷۹ء
تعلیم	:	ایم۔اے، بی ایڈ
پیشہ	:	مُدرس
پتہ	:	سُمبل اندرکوٹ سوناواری، ضلع بانڈی پورہ
فون نمبر	:	9858431181

❖

○

ملتے ہیں اتفاقاً اُن کے خیال مجھ سے
جی چاہتا ہے کرلے کوئی سوال مجھ سے

میں نے جو دوستی کا دامن سجائے رکھا
کیوں چاہتا ہے آخر جنگ وجدال مجھ سے

یہ باغ عروض آخر کب تک سجائے رکھوں
کیا ہوگا شاعری میں کوئی کمال مجھ سے

جو سادگی کا پیکر بن کے رہا ہوں اب تک
کس بات پر رکھا ہے رنج و ملال مجھ سے

یاسینؔ تیری صورت اُن کو نہیں گوارا
ہائے! بہت ہے مُشکل ان کا وصال مجھ سے

❖

○

چاہت تھی ہوجاؤں مشہور ساقی
مگر چار سو ہوں مجبور ساقی

زمانے کے غم سے بہت غمزدہ ہوں
مگر غم سے تیرے میں مسرور ساقی

ہمارے ملن کی ختم ہے کہانی
زمانے کے حائل ہیں دستور ساقی

مدہوش کیئے جا میری آرزو ہے
تیری ہر شرط مجھ کو منظور ساقی

ہے موسم گُلوں کا ذرا بچ کے یاسینؔ
لئے آرہے ہیں اک زنجیر ساقی

❖

○

بھٹک کے اب سُدھرنا چاہتا ہے
راہِ حق پہ گُزرنا چاہتا ہے

جو کبھی پھولے نہ سمایا ہے یارو
اب خوشی سے وہ اُچھلنا چاہتا ہے

اس سفر سے اُکتا گیا ہے ہر بشر
پیشِ منزل ہی اُترنا چاہتا ہے

جس نے خود ہی اُجاڑا اپنے چمن کو
فصلِ گل میں اب ٹہلنا چاہتا ہے

دیکھ! یاسینؔ اُن کا قول و قرار
جو آپہنچا تو مُکرنا چاہتا ہے

❖

آج بھی اُن کا خیال آرہا ہے
مگر درمیاں اک سوال آرہا ہے

یہاں سے تو نکلا بڑا چاک و چوبند
مگر واپسی پے نڈھال آرہا ہے

ترقی سے غافل رہی ہے جو ہردم
اسی قوم کو پھر زوال آرہا ہے

سجی ہے یہ محفل مُدّت بعد یاسینؔ
بزم میں وہ حُسن و جمال آرہا ہے

کیسے آتے ہیں خیال اس شام
شاید ملنا ہے محال اس شام

کس سے حالِ دل کہوں کون سُنے
ہے من میں یہی سوال اس شام

اب دوست بن چکُے ہیں کل کے عدو
جو رشتے ہوئے بحال اس شام

ہاں اذانیں ہو رہی چار طرف
پر کہاں وہ اذانِ بلالؓ اس شام

کل عید کی خوشیاں ہوں گی ہرسو
گر ہوگا فلک پر ہلال اس شام

with name\gazanfar shahbaz.jpg not found.

غضنفر علی شہبازؔ

نام : غضنفر علی پرے

تخلص : شہبازؔ

ولدیت : علی محمد پرے

تاریخ پیدائش : ۱۳؍نومبر ۱۹۷۱ء

تعلیم : گریجویٹ

پیشہ : بنک ملازم

پتہ : جڈی بل، سرینگر

فون نمبر : 9906660569

❖

○

خاموش رہا میں کہ ہدف تھا مرے آگے
کرتی رہی یہ دنیا تماشا مرے آگے

خوشیوں کی سحر مجھ کو بہت دور لگے ہے
ہے چار طرف غم کا دھندلکا مرے آگے

پوشیدہ ہوں جس میں کئی خوش رنگ نظارے
اُس شب کا اندھیرا ہے اُجالا مرے آگے

انجم کی بہاریں تھیں کبھی اب ہیں خزائیں
گردوں پہ ہے ٹوٹا ہوا تارا مرے آگے

گُل پوش فضائیں تھیں کبھی لطف کا ساماں
اب صرف ہے یادوں کا کھلونا مرے آگے

تدبیر تو شرمندۂ تعبیر نہیں ہے
تدبیر بھی ناراض خدایا مرے آگے

اس شہر پریشاں میں سبھی سوختہ دل ہیں
شہبازؔ بھی اِک درد کا مارا مرے آگے

❖

ہم ان سے شکایت کر نہ سکے
ہم ترکِ روایت کر نہ سکے
اشکوں کے بنائے شیش محل
پر رنج کو راحت کر نہ سکے
ہم ہجر میں ہرپل جلتے رہے
ہم وصل کی چاہت کر نہ سکے
اوروں پہ کرم ہر وقت رہا
ہم پر وہ عنایت کر نہ سکے
اشکوں کے گُہر لُٹتے ہی گئے
کچھ اس میں کفایت کر نہ سکے
واعظ تو ہمیں سمجھاتے رہے
پر خود کی ہدایت کر نہ سکے
شہبازؔ بُتوں کی بستی میں
تم کوئی کرامت کر نہ سکے

دل کی کدورتوں میں کھویا وہ پیار ڈھونڈیں
پت جھڑ کے آئینے میں فصلِ بہار ڈھونڈیں
شب ہے سیاہ ہرسوُ چھائے ہیں غم کے بادل
آ، دل کے دیپ لے کر اجڑا دیار ڈھونڈیں
جن کی سواریوں سے صحرا ہوئے تھے گلشن
دنیا کے سنگ گلیاں پھر وہ سوار ڈھونڈیں
جب شاد آسماں تھا، نغمہ کناں زمیں تھی
پھر مہرو ماہ ایسے لیل و نہار ڈھونڈیں
قیدو رسن میں تب بھی بندھتے تھے عشق والے
حق بات کہنے والے اس دن بھی دار ڈھونڈیں
دھوئے جو دل سے نفرت کی بدنما سیاہی
مل جل کے آؤ ہم سب وہ آبشار ڈھونڈیں
دل تو گِنا گئے ہیں اپنے فگار ہردم
شہبازؔ کے سخن بھی دامن کے خار ڈھونڈیں

ٹیسیں تو جگر سے اٹھتی ہیں زخموں پہ تبسم رکھتا ہوں
تنویرِ مسرّت اشکوں پر آہوں میں ترنم رکھتا ہوں

دنیا کو تو میں نے کچھ نہ دیا پر میں بھی گیا خالی ہاتھوں
شکوہ جو زمانہ مجھ سے کرے پھر میں بھی تکلّم رکھتا ہوں

ہے ظلم گناہ، ہے مجھ کو خبر، پھر بھی یہ گناہ میں کرتا ہوں
خود پر ہی ستم ڈھاتا ہوں سدا، کیا ذوقِ تظلم رکھتا ہوں

آنکھوں کی نمی تو ختم ہوئی، جذبوں کی زمیں بھی بنجر ہے
پر دل کی کھیتی میں اب بھی، اِک تخمِ ترحّم رکھتا ہوں

شہبازؔ نے کل جو شکوہ کیا ساقی سے تو وہ ہنس کر بولا
ایسے تو ہی پلا دے پیاسوں کو ہاتھوں میں ترے خُم رکھتا ہوں

❖

کرے تشنہ لب یہ ساقی ترا انتظار کب تک
شبِ غم کی وحشتوں میں جلے بے قرار کب تک

تری فرقتوں کی دلبر کوئی انتہا تو ہوگی
تو بتا عروسِ خلوت بنے غم گُسار کب تک

یہ بہار بھی گزاری ترے پت جھڑوں میں کھو کر
کوئی وعدے پر تمہارے کرے اعتبار کب تک

کبھی شب تو ختم ہوگی، کبھی سحر تو کِھلے گی
کہ یہ ٹوٹتے ستارے کریں ہم شمار کب تک

نہ رُکے غموں کی بارش، نہ غمِ دیرینہ سنبھلے
مرے زخم دل جگر کے رہیں بے شمار کب تک

کیوں جگر جگر ہے چھلنی کیوں ہے دن بہ دن اداسی
کیوں جلیں یہ آشیانے رہے انتشار کب تک

یہ شہر دھواں دھواں سا، رہے کیوں بجھا بجھا سا
کہ ہر اِک نظر کے آگے رہے یہ غبار کب تک

❖

with name\ahtisham mohtesm.jpg not found.

محتشم احتشام

نام	:	احتشام حسین بٹ
قلمی نام	:	محتشم احتشام
تاریخ پیدائش	:	یکم جون ۱۹۷۱ء، پونچھ
تعلیم	:	ایف۔اے
پتہ	:	منڈی تحصیل ضلع پونچھ جموں
فون نمبر	:	9419609369

○

درد تھا آزمائشیں ہوتی
دل اگر تھا تو خواہشیں ہوتی

دل کے جذبات دل کی دولت تھے
یوں نہ ان کی نمائشیں ہوتی

ہم سرِ عام بک گئے ہوتے
دام لگتے ستائشیں ہوتی

چھانتا کیوں میں خاک صحرا کی
جو دِلوں میں رہائشیں ہوتی

❖

آئینے لے کر چلا ہوں پتھّروں کے شہر میں
ڈھونڈنے اک گھر چلا ہوں بے گھروں کے شہر میں

جانا ہے پرواز کر کے چھونا ہے مجھ کو فلک
پر لگانے جا رہا ہوں بے پروں کے شہر میں

ہر طرف بربادیاں ہیں ہر طرف مرنے کا ڈر
سر بچانے جا رہا ہوں خنجروں کے شہر میں

ہے پشیمانی مجھے یہ ہیں میری مجبوریاں
زر کمانے جا رہا ہوں بے زروں کے شہر میں

انگلیاں اٹھنے کا ڈر ہے ہو نہ جاؤں میں ذلیل
ہونے بہتر جا رہا ہوں بدتروں کے شہر میں

کیا لکھوں کیونکر لکھوں کیسے لکھوں میں محتشم
بے سر و ساماں پڑا ہوں رہبروں کے شہر میں

❖

محتشم تو قمر ہوگئے
اور ہم دربدر ہوگئے

اپنی نظروں سے ہم کیا گرے
ہر نظر معتبر ہوگئے

جب اندھیروں نے گھیرا ہمیں
ہم بھی شمس و قمر ہوگئے

جونہی منزل سے نظریں ملیں
راستے پُر خطر ہوگئے

دردِ دل کی دوا کیا کریں
سب عمل بے اثر ہوگئے

وہ مخالف نہ رہ پائیں گے
ہم مخالف اگر ہوگئے

میری اک لمس سے محتشم
سنگ ریزے گہر ہوگئے

❖

○

ان آنکھوں کا سمندر بولتا ہے
میں چُپ ہوں میرا جوہر بولتا ہے

کوئی قسمت کا مارا کہہ رہا ہے
سنو میرا مقدر بولتا ہے

کوئی کہہ کہہ کے بھی کچھ کہہ نہ پائیے
کوئی خاموش رہ کر بولتا ہے

نہ فنکاری میرے لفظوں کو سمجھو
یہ غم ہے جو مکرّر بولتا ہے

چھپائے حسن کب چھپتا ہے یارو
کئی پردوں کے اندر بولتا ہے

کوئی پوچھے نہ شب بھر کی کہانی
ذرا دیکھے کہ بستر بولتا ہے

کسی کی بندگی بے سود یارو
کوئی پوجے تو پتّھر بولتا ہے

ضرورت ہو اگر تاریخ پڑھ لو
یہ سر نیزے پہ چڑھ کر بولتا ہے

❖

○

ہر طرف دربدر تھی تنہائی
میں تھا اور ہم سفر تھی تنہائی

تھی یہ آبِ حیات میرے لئے
کیسے کہہ دوں زہر تھی تنہائی

بے خبر مجھ سے تھا جہاں سارا
تھی اگر باخبر تھی تنہائی

کوئی سایہ نہ دوست نہ دشمن
ساتھ چاروں پہر تھی تنہائی

محفلیں کس لئے کہاں کے لئے
اپنی تو ہمسفر تھی تنہائی

محتشم بھی تھا امیرِ کبیر
میری دولت مگر تھی تنہائی

❖

with name\Shabi ul hassan.jpg not found.

شبیہ الحسن قیصرؔ

نام	:	شبیہ الحسن
تخلص	:	قیصرؔ
تاریخ پیدائش	:	۱۰؍دسمبر۱۹۴۷ء
تعلیم	:	ایم۔اے(اُردو)
پیشہ	:	لکچرر(اُردو)
پتہ	:	منڈی،تحصیل منڈی،ضلع پونچھ
فون نمبر	:	8803603646

نعت شریف

ذاتِ ممدوحِ خدا مدح کا عنوان بنے
کیوں نہ پھر دہن میرا چشمۂ فیضان بنے

گردِ پا آپکی چھولے جو وہ سلمان بنے
کفر و الحاد کا پیکر بھی مسلمان بنے

دوجہاں چلتا ہوتھامے ہوئے جسکی اُنگلی
اس کو حق ہے کہ وہ اللہ کی برہان بنے

کیا سمجھ پائیں گے دُنیا کے مفکر اس کو
وہ جو معراج میں اللہ کے مہمان بنے

اس لئے میں بھی یہاں نعت نبیؐ لکھتا ہوں
چاہتا ہوں کہ وہاں کا سفر آسان بنے

قیصرؔ خستہ جگر پر جو ہو اِک نظرِ کرم
اس کی بخشش کا بھی مولا کوئی امکان بنے

❖

اسیری مجھ پہ کیسی چھا رہی ہے
ہوا زنجیر سی پہنا رہی ہے

ذہن میرا نہ جانے قید کب سے
تصور خامشی برسا رہی ہے

ہے پاگل دیر سے چُپ سوچ کر یہ
طبیعت اور بھی گھبرا رہی ہے

عہد نامہ پرانا ہوگیا ہے
شبِ امید ڈھلتی جارہی ہے

بس اِک شجرہ ہے کل میرا اثاثہ
اُسے بھی ایک دیمک کھارہی ہے

❖

ریگزاروں میں سفینہ زندگی
موت کی سیڑھی کا زینہ زندگی
آج کے اِس دَورِ بے احساس میں
روز مرنے کا قرینہ زندگی
زندگی جکڑی ہوئی اِک خول میں
موت، انگوٹھی، نگینہ، زندگی
موت کے ادوار صدیوں پر محیط
سال کچھ، کچھ اِک مہینہ زندگی
موت شہہ رگ کے نہایت ہی قریب
اور ماتھے پر پسینہ زندگی
موت وجہِ زندگی وارفتگی
بُغض، نفرت اور کینہ زندگی
ہر گھڑی اِک سانپ بیٹھا ہے جہاں
ایک کھنڈر میں ہے دفینہ زندگی

❖

O

عُمر بھر پیاس کو نبھانا تھا
ہم نے دریا کو مُنہ دکھانا تھا

کاش میں خود کو راستہ دیتا
میں نے اپنے قریب آنا تھا

ہر فسانے میں اِک کہانی تھی
ہر کہانی میں اِک فسانہ تھا

بجلیاں ٹوٹ ٹوٹ کر برسیں
ایک ٹہنی پہ آشیانہ تھا

بھوک سے مرگیا تھا اک بچہ
اور موسم بڑا سُہانا تھا

یاد آنا تھا ٹوٹ کر مجھکو
اور پھر خود کو بھول جانا تھا

اور پھر میں سفر میں بھول گیا
میں نے گھر لوٹ کر بھی آنا تھا

O

پھر وہ شاخوں پہ کب نظر آئے
جب پرندوں کو بال و پر آئے

مجھ کو ماں لوریاں سُناتی ہے
بس یہی خواب رات بھرآئے

ایک مدّت سے لاپتہ ہوں میں
کاش مجھکو میری خبرآئے

جو کہیں بھی نہیں ہے چاروں اور
مجھکو وہ چار سُو نظرآئے

لاش غیرت کی دیکھنے کیلئے
شہر کے سارے معتبر آئے

ہم کہ اِک شہر کی تلاش میں تھے
کتنے صحراؤں سے گزر آئے

منزلیں کس طرف دکھائی گئیں
اور یہ راستے کدھر آئے

❖